

علم الانسان الموعود

کتابخانه

جامعہ اسلامیہ اسلامیہ

دہلی

شعبہ

شمارہ

عدد داخلہ ۳۴۹۶۲

۳۱۹۶۲

A. H. Faruqi

ایڈیٹل کالج میگزین

کتاب خانہ قائمہ اسلامیہ دہلی

فروزی

۱۹۶۴ء

اورینٹل کالج میگزین

فروری ۱۹۶۴ء

عدد مسلسل ۱۵۶

جلد ۴۰ عدد ۲

ایڈیٹر:

ڈاکٹر سید عبداللہ

کتابخانہ اسلامیہ دہلی

★

باہتمام مسٹر احسان الحق 'ہیڈ کلرک' یونیورسٹی اورینٹل کالج 'لاہور'
پرنٹر و پبلشر اورینٹل کالج میگزین 'جلیلہ آردو ٹائپ پریس' لاہور
میں طبع ہو کر اورینٹل کالج 'لاہور' سے شائع ہوا

سالانہ چندہ : چھ روپے

ترتیب مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱۔	غم گین و غالب کے فارسی خطوط	ادارہ	۳۸-۱
۲۔	نوادر ادب - مرزا یگانہ چنگیزی کے دو خطوط		۵۳-۴۹
۳۔	ابو دلامہ اور آس کی ظرافت	از ملک ذوالفقار علی	۷۸-۵۵
۴۔	شاہ حاتم اور آن کا کلام (سلسلہ گذشتہ)	مرتبہ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار	۲۷۲-۲۴۱
۵۔	اسلام کھنڈ (سلسلہ گذشتہ)	مرتبہ مولانا عبدالصمد صارم	۱۱۶-۱۰۱
۶۔	دہلی (بارہویں صدی ہجری) کا شاعرانہ ماحول (سلسلہ گذشتہ)	از ڈاکٹر و۔ د نسیم	۱۸۳-۱۷۲
۷۔	مرزا دبیر کے سوانح حیات (سلسلہ گذشتہ)	از ڈاکٹر مظفر حسن ملک	۶۰-۴۹

غم گین و غالب کے فارسی خطوط

بہ تصحیح

ڈاکٹر سید عبداللہ

و

پروفیسر سید وزیرالحسن عابدی



باسمہ تعالیٰ

غم گین و غالب کے فارسی خطوط

اس سارے میں ساء غمگین اور غالب کی خط و کتابت سائے کی جا رہی ہے۔ ان خطوط میں سے بعض پہلے بھی سائے ہو چکے ہیں، ایسے خطوط بھی فائدہ مکرر کے طور پر دوبارہ شامل کئے جا رہے ہیں۔ خطوط کا مسودہ ہمیں پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب ام۔ اے۔ سعہ اردو، گورنمنٹ کالج سر پور خاص سے ملا ہے، اس عنایت کے لئے ہم ان کے ممنون ہیں۔

شاء غمگین کے حالات کے متعلق پروفیسر مسعود احمد کا مضمون نوائے ادب مارچ ۱۹۶۳ء میں چھپ چکا ہے، اس کے علاوہ پروفیسر نثار احمد فاروقی لکھنؤ دہلی یونیورسٹی نے بھی اس موضوع پر رسالہ برہان دہلی میں مضمون لکھے ہیں (ملاحظہ ہو برہان شمارہ مئی ۱۹۶۱ء و دسمبر ۱۹۶۱ء و جنوری ۱۹۶۲ء)، پھر حال فی الحال خطوط حاضر ہیں۔ مرید سعید و بصرہ، مسکین کے کسی ایسے نمبر میں آئے گا جو غالب کے لیے مخصوص ہو گا۔

اس مسودے کی تصحیح پروفیسر سید وزیر الحسن عابدی نے اور میں نے کی ہے، بعض جگہ متن بے حد غلط تھا اس کو درست کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ پھر بھی ممکن ہے کہ غلطیاں رہ گئی ہوں۔ جہاں قیاسی تصحیح یا اضافہ کیا ہے وہاں قوسین کا استعمال کیا ہے۔ متن میں جہاں جہاں خلا ہیں ان کو نقطوں کے ذریعے ظاہر کیا گیا ہے۔ وسدہ التوفیق

(سید عبداللہ)

مدیر

پیش لفظ

از شاہ رضا محمد حضرت جی غفرلہ

مرزا غالب مرحوم نے جو رفعات حضرت خدا نما میر سید علی شاہ غمگین ناخدا نے سخن علیہ الرحمة کی خدمت بابرکت میں ارسال کئے، اور جو رفعات جواب میں تحریر کئے گئے اُن سب کو حضرت جی شاہ غمگین خدا نما کے ایک جلیل القدر خلیفہ مولانا حافظ مہاں ہدایت النبی قادری گوالیاری مرحوم و مغفور نے جمع کر کے اپنی قلم سے نقل فرمائے ہیں۔ یہ نسخہ کتب خانہ فقیر منزل گوالیار جلد نمبر ۳۳ پر موجود ہے۔

مذکورہ بالا مجموعہ خطوط ۱۲۵۷ھ میں نقل کیا گیا ہے جب کہ حضرت غمگین رحمہ خود حیات تھے۔ اس قلمی مجموعہ میں کل سولہ خطوط ہیں اور ایک مختصر مضمون ہے جو مرزا غالب مرحوم نے دہلی کی ایک طوفانی آندھی کا حال بڑے دلچسپ انداز میں تحریر کیا ہے۔ اس مجموعہ میں دس خط وہ ہیں جو مرزا غالب نے شاہ غمگین علیہ الرحمة کو بحیثیت اپنے پیر و مرشد رقم کئے ہیں، اور دو خط وہ ہیں جو مرزا غالب نے اپنے لکھنؤ کے دوستوں کے نام لکھے ہیں، لیکن شاہ غمگین رحمہ کے صرف چار جوابات ہیں، جو اسرار و معارف کے نادر مرقعے ہیں۔

یہ خط و کتابت ۱۲۵۳ھ لغایت ۱۲۵۶ھ جاری رہی ہے۔ مرزا غالب کے تین خطوط میں سنہ بھی تحریر ہیں مگر دیگر چار خطوط میں صرف تاریخ لکھی ہے اور تین خطوط میں نہ تاریخ ہے اور نہ سنہ، اور حضرت صاحب رحمہ کے خطوط میں نہ تو تاریخ ہے اور نہ سنہ۔

[بتاریخ ۱۵- مئی ۱۹۶۱ع]

۱۔ ہمیں جو مسودہ پروفیسر محمد مسعود احمد کی عنایت سے ملا ہے اس میں صرف چودہ خطوط ہیں چار غمگین کے اور دس غالب کے۔ اس کے علاوہ آندھی سے متعلق مضمون بھی نہیں۔ (مُدیر)

دیباچہ

[از ہدایت النبی قادری گوالیاری]

حمد لے حد بجناب دیرے کہ کتابِ ظہور و بطون آفاق نقطہ ابست
 ار فلم قدرت او، و نعت بے عدد بجناب پیغمبرے کہ دیباچہ موجودات
 ار عنوان ذات مقدس او، اما بعد آنکہ بندہ سرا با گناہ ہدایت النبی قادری
 گوالیاری خواست آئندہ کہ مرزا نوسہ متخلص بغالب متوطن اکبر آباد و
 حال ساکن جہاں آباد کہ در نظم و نثر نظیر خود ندارند چند مرا سلات
 مرہ آمد آخری بعارف منین و مضامین نو آئین کہ ہر یک بجائے خود
 کتاب ہے اس و اکثر مشتمل بر دقائق تصوف بجناب جامع حقیقت و معرفت،
 عاشق ہے باک طریق عشق حقیقی و مجازی، ابوالوقت مبرا از قید و اغلاق،
 جمیع حلم و اخلاق، سیراب فرمائے نسنہ لبان وادی شوق، عطا فرمای کوثر
 رفہ دلان صحرائ ذوق، ختم زمانہ خود، وعظ فرمای اسرار ناگفتہ و
 ناشنہ، مرسدی و مولائی حضرت میر سید علی عرف حضرت جی صاحب
 دام افضالہم و برکاتہم ترسیل داست و آنجناب جواب با صواب کہ ہر یک
 بجای حوس کسب خانہ و اسرار عجیب و غریب را خزانہ و بلکہ ہر
 حرف خدا شناسی را چراغی و بزم تصوف را شمعے است ارقام فرمودہ
 اند جمع نماید، بہ دلم آمد و بخاطرم گذشت کہ اگر گلہائے کہ رنگ و
 بوی مطالب و مقاصد صوری و معنوی دارند گلدستہ مجموعہ گردد و
 مشام طالبان حقیقی و مجازی معطر و معنبر گردد، بنا بران ہر یک
 سوال و جواب را بہ تربیت ارقام نمود اگر سہوے از سہو بودہ باشد
 معاف فرماید و جامع را بہ دعای خیر یاد آرند۔ (۱۲۵۷ھ/۱۸۳۳ء)

غالب کا پہلا خط

خط از طرف مرزا نوشہ اسد اللہ خان غالب

بجنا ب حضرت صاحب دام برکاتہم

قبلہ حاجاب! آنجہ نخسب دل را بہ نشاط بونگر کرد دیدن
روئے سبد امانت علی بود سلمہ اللہ تعالیٰ کہ دیدار فروغ دیگر غشبد،
جون از باریافتگان قدسی انجمن اندگرد سر نشان گردیدم و کف پای
بوسیدم، مشاہدہ منشور آگہی کہ عبارت از نامہ والا ست نورے دیگر
افزود، غزل ہم بذریعہ سبد صاحب و فقیر صاحب فرستادہ آمد، مقارن
آن آدم دیگر رسید و پروانہ دیگر رسانند۔ سادمان سدم و عنوان دیوان
رباعیات سادمان تر ساخت، سرمایہ آنم کُو کہ آن مطالب عالیہ را نیک
باز دانم و از کجا درخور آنم کہ آن ہمہ گہر برسہ نگارس از بہر من
کنسدہ آید، و آن گاہ این مایہ مکرمت کہ خود از بندہ خود می پرسند
کہ اگر دستوری دہی دیباچہ را بنام نو نگار بندم، این پرسش خود ادائے
بوازنے دیگر است کہ زبان اندازہ سپاس آن بر نتابد، قبلہ گاہا! فضولی
می کنم و چون فرمان چنین ست می گویم کہ گنجبدن نام من در آن نامہ
نہ نہا از بہر من بلکہ از بہر آبای من سرمایہ فائز جاودانی ست، لیکن
ہمہ آن مرید خود را بیش از اندازہ دران نگارش نہ ستایند و کمترین
بندہ خود را نمایند کہ ہر آئندہ اندرین صورت ہم مدعائے خدام حاصل
می شود و ہم خواہش این ننگ آفرینش روائی می پذیرد، بالجملہ چشم
بہ راہم کہ دیوان رباعیات کے می رسد و من بدان کے می رسم، فرمان چنان

اس کہ آن نوشته را از نظر اغبار نہاں دارم ، ہم چنین خواہم کرد ، اما کُو غیر ؟ پس از گذارش این بذلہ کہ البتہ خلاف رای دانش آرای نخواہد بود سخن دیگر می گویم تا حضرت را ذوق و مرا اعتبار افزاید ۔
بتے از بت ہائے فقیر داخل صحیفہ منتخب است ۔

گر خامشی سے فائدہ اخفای حال ہے

خوشی ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے

من خود فرمان بذرقم لکن فرمان خرد اندرین باب آنست کہ ہر نگرندہ بدیدن آن الفاظ بہ کُنہ معنی نہ می نواند رسید و ہر کہ معنی را نیک بواند فہمد غیر نسب حہ درین عالم نفرقہ [حرم و دیر نیست ، سخن ہائے دل آویز کہ گستاخانہ گزارده سد خاطر نشان و دل نشین باد ، زیادہ حد ادب ، عریضہ نگار اسد اللہ ، روز نگارش نامہ دہم ذی الحجہ ، ہنگام شام ، مشفق سید حیدر علی صاحب اگر چنانکہ ہامن می گفتند رسیدہ باشند و سد پر علی صاحب نیز سلام ہائے مستافانہ خوانند و مستای دانند فقط

(۱۲۵۷ھ مطابق ۱۸۳۱ھ)

جواب از طرف حضرت صاحب پنام مرزا نوشہ

اسد اللہ خان غالب

مسفعا ! آنچه اعتراض بر لفظ غیر کہ باطل است حق فرمودہ اند ، بسیار شادمان شدم ، اللہ تعالی باین جودت طبع و سخن رندانہ ملاقات جسانی حاصل کساد ، جواس بشنود : غیر لفظے ست بے معنی ، چہ معنی ، او ”عین“ است نہ غیر ۔ بس در این صورت معنی ندارد ، اگر عین گوئی یا غیر ، ہر دو لفظ حق و این ہر دو صفت یک ذانند ، ہان طور لفظ غیر بہ مرتبہ تقید و لفظ عین بہ مرتبہ اطلاق خیال فرمایند و اگر انا وانت و ہوہذا کہ از دوی برمی خیزد از عبارت دور کنند معنی حاصل بشود و برائے

فہائیں ہرچہ گوئی جائز است و از گفتن لفظ غیر غیر نہ می شود و از گفتن عین عین نہ می گردد۔ آنجہ ہست ہست بے نام و بے نشان، ہرجانامے و نشانے دیگر دارد، چنانچہ ابن عربی قدس سرہ آن جا کہ [ذکر] تسبیح خود می کند: می فرماید سبحان من الطف نفسه فسماہ رباً و سبحان من اکثف نفسه فسماہ عبداً، لکن جائے تعجب است کہ برائے ہمین اعتراض نعل سہیل بن عبداللہ تستری و حضرت خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہما در خط بنا نوشتہ بودم کہ بزرگان چنین کردہ اند حوں کہ بنا بر قول بزرگان اعتقاد نہ کردید لہذا حدیب می نویسم کہ نہ اصحاب صفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گفتگوئے ہمین طور می فرمودند کہ حضرت عمرؓ در رسیدہ رسول اللہؐ خاموش ماندند۔ چون کہ حضرت عمرؓ بہ کار دگر پرداختند رسول علیہ السلام بہ یاران فرمودند کہ بنا خطروہ دیگر در دل نارید کہ مارا از عمرؓ چیزے دریغ بانشد، لکن این وقت گفتن بہ او مناسب نہ بود ازین جہت سکوت کردم، و شبلی قدس سرہ را چون غلبات و جذبات در رسید بہ منبر شدہ برملا این سخنان بہ خلق گفتن آغاز نہاد، حضرت خواجہ جنید قدس سرہ گفتند: آنجہ من ترا در سردابہا تعلیم نمودہ بودم تو برملا بہ خلق اظہار می کنی۔ شبلی جواب داد من می گویم و من می شنوم اگر حال چنان است از طرف ما نیز اختیار دارید و الاً فلا مصرع ۛ

”ہر سخن وقتی و ہر نکتہ مکلفے دارد“

مشفقاً! این قوم برائے خدا با خدا ہمیشہ در جنگ اند و ہر دم زناری می بندند و می شکنند تا پیایہ عالی کفر و اسلام [نہ ۹] میرسند، خیال فرمائید کہ اکثر اسرار را پوشیدہ داشتہ اند و اگر رباعیات این فقیر بدست کسی تقلیدی آفتد دوکلے برپا سازد و خود را... قرار دہد و

خلی را گمراه کند و فهم بعضی سخنان تقلیدیان نیز می توانند کرد
زمانی خواهد آمد که راز این رباعیات هم افشا خواهد شد حالا
همین طور بدارید -

من ناچارم که بزرگان دین چنین کرده اند و مارا از ابتدای سلوک تا
انتهای جذب [اقوال؟] حضرات قادریه و نقشبندیه تحریر نمودن منظور
[نه] بود و این اسرارها کم کسی نوشته است و آنکه نوشته اند که من
خود فرمان پذیرم لکن فرمان خرد اندرین باب آنست که هر نگرنده
بدیدن به کُنه معنی نمی تواند رسید و هر که معنی را نیک نو اند
م مد هر آنکه غیر نیست، در سیرالاقطاب همین طور در ملاقات
حضرت معین الدین چشتی و دس سره با حضرت محبوب سبحانی رضی الله عنه
نعل کرده است که خواجه بزرگ بوقت ملاقات با حضرت محبوب سبحانی
عرض نمودند که سخن خدا بفمائید، آنجناب فرمودند که سخن را گوشه
باید، خواجه فرمودند که احتیاج گوشه نیست چرا که اگر قابل سخن خدا
است ازو دریغ نباید کرد و اگر قابل سخن خدا نیست او خودبآن سخن
نخواهد رسید لیکن این حکایت سوای "سیرالاقطاب" در هیچ کتاب
معتبر دیده نشده و صاحب سیرالاقطاب در مؤرخان چندان اعتبار
ندارد و هر که قدم درین راه نهاده است ضعف این نقل برو پوشیده نیست
و سند هم ندارد و بطور منقول نوشته است، و نوشته بودند که
عیرکو؟ بشنوید که درین عالم شما خود غیر شائید چه جائی که غیر،
این سخن باریک است، هر که به آن مرتبه نه رسید متکشف نگردد، از وقت
رسول صلی الله علیه و آله و سلم تا این زمان همه صوفیان این امورات از
خلق پنهان داشته اند شما هم همین بکنید - و الحال این عین را هم غیر
تصور فرمائید و برادرم خیال نمائید که یک وجود نامتناهی است که

در آن صفات نامتناہی چند در چند افتاده اند و از حال یکے دیگرے خبرے ندارد شہارا ہم مناسب است کہ بگفتہ این فقیر عمل فرمائید و تاکہ ملاقات نخواہد شد آنچہ کہ عین و غیر در خیال شاہ است از این مخلصی مشکل ، العاقل نکفیہ الانارہ ، و نوشتہ اند کہ در دیباچہ رباعیات تعریف ما نہ نویسید و این کمترین را ہمین طور بدارید کہ درین ہم نقصانے نیست ، بشنوید : دوست می خواہد کہ کسی منکر دوست ما نباشد پس تعریف او بہ ہزار انواع می کند ، پس من چرا تعریف شاہ نکیم لیکن خاطر جمع دارید کہ ہرگز دروغ نخواہم گفت و تقصیر معاف ، از اللہ تعالیٰ آمید قوی دارم کہ این اعتراض شاہ بعد ملاقات از شاہ صادق کناد ، آمین ربّ العالمین ، عارف می داند و می بیند کہ پنبہ در جمیع اثواب احاطہ ذاتی دارد لیکن ردا و عامہ را پنبہ نگویند ، ہم چنان عین و غیر را قیاس فرمایند

رباعی

اس ایک وجود میں کیا ہے کیا سیر
زاہد ہے حرم ہے اور غمگین ہے دیر
اسا و صفات ہیں یہ فہائس کے
کہنے سے عین ہو نہ کہنے سے غیر

دیگر

گو چرخ چہار کی تجھ کو ہو سیر
اُس کا تو غیر اور ترا ہے وہ غیر
یہ شرّ خودی نہ جائے جب تک تجھ سے
حاصلِ عینیت غمگین ہے خیر

شخصے پیش شبلی آمد وگفت : عارف کرا گویند ؟ فرمود : ہر کہ
 ہفت آسمان را با یک تار موی نگاہ دارد ، وے خاموش ماند ۔ بعد یک
 لحظہ شخصے دیگر آمد وگفت عارف کرا گویند ؟ شلی قدس سرہ جواب
 داد کہ باب ہر یک نشہ ندارد ، شخصے دیگر کہ نشستہ بود شنیدہ
 حیران ماند وگفت : شہا اول چنان گفتی و حالا چنین می گوئی ۔ فرمود
 کہ آن وقت من نہ بودم آو بود ، این وقت منم ، و فری مان عالم و
 عارف ہمن اسب ۔ [عارف] از حال خود خبر می دہد و عالم از
 حال دیگرے ۔

رباعی

عارف کو یہی دوام رہتی ہے سیر
 اک دم میں نو شر ہے اور ایک دم میں خیر
 ہیں مختلف آن آن غمگیں حالات
 گلے ہے عین اور گلے ہے غیر

و مہمد سخن غیر ازان ہم می بآسد و مراد ما از اغبار تقلبدیان
 اند و تبدی آن را گویند کہ برائے عز و نام و نشان خود این علم
 حاصل نماید و بران عمل نہ کند ، یعنی عالم بے عمل و بے حال ، و اگر
 فی الحقیقت برسید و بکبر نہ ہندازید و قائدہ خود داند غیر ما ازین
 عین نہا خواستہ است ۔

رباعی

وہ شخص لطیف اور وہ فہم ہے پاک
 نناستہ ہو اسے عقل جس کا چالاک
 غمگیں جو رخس بے محابا ہو تیز
 انسان کو شرط اس سے ہے خوف و ہاک
 زیادہ والسلام

غالب کا دوسرا خط

خط از طرف مرزا نوشہ بجناب حضرت صاحب دام برکاتہم

قبلہ و کعبہ حضرت پیر و مرشد برحق مدظلہ العالی

شام گاہ جمعہ بست و ہفتم محرم بہ غمکدہ تنہا نشستہ بودم و غیر من هیچ کس در انجمن نہ بود کہ ناگاہ برق آگاہی درخشد و جمعہ نام پیکے از در درآمد و نامہ کہ کارنامہ وحدتش ہواں گفت بہ من سپرد و مرا دگر بارہ از خود برد۔ گفتم واسے عقدہ دیگر بہ کارم افتاد و ہولناک مقامے پیش آمد، چہ من خود آن نخستین نامہ را کہ در ڈاک بہ من رسیدہ است حزر بازوے اندیشہ ساختہ و بہ گرمی آن گفتار جوں شکر در آب گداختہ ام ہر چند می بایست کہ بہ پاسخ آن قدسی صحیفہ دیدہ و دل باہم آمیختمے و بہ رنگا رنگ بوزش سخن انگیختمے لیکن یزدان داند کہ از جرأت خود آن مایہ سرمسار بودم کہ ہرگز عذر نہ توانستم کرد و جواب آن ہایوں منشور نہ توانستم نوشت این بار کہ نامہ دیگر رسید بے قراری بر سرمساری افزود و خواستہ و ناخواستہ مرا بسخن آورد۔ ھ ھ، در عرض داشتے کہ از فضولی و فزون سری در عین و غیر سخن راندہ ام پیش از شروع در مقصود عذر گستاخی خواستہ ام و عرض کردہ ام کہ این کلمہ کہ غیر کو؟ بذلہ پیش نیست، ورنہ سخن ہان است کہ حضرت می دانند و من نیز بر آم، واللہ آنچه درین ہر دو صحیفہ نگاشتہ کلک ہدایت رقم بودہ است ہمہ بجا و حق و ستوہ است و اندیشہ این ننگ آفرینش نیز برخلاف آن نیست، اما چہ کم کہ وقت از دست رفت و سخن بے خواست گفتم آمد۔ ہانا ذوق التفات پیر و مرشد و دولت آمد

آمد سفینه رباعیات دل را آن چنان از جا برانگیخت که از خود رِقَم و در
 بے خودی سخنی گفتم ، با این همه از حضرت پنهان نه خواهد بود که
 آن گفناَر نه به طریق دعوی بود نه از راه سرکشی - خواستم که این
 بذله ذوق افزاند ، آن خود مرا به گرداب مشویر افکند - خونس گفتم
 آن که گفت

یک لحظه غافل گشتم و صد ساله راهم دور شد
 سوختن من به آنس اندوه از بهر آن است که اگرچه نخستین نامه خاص
 مضمون ارشاد هدايت داشت اما دوتی نامه از عتاب خبر دهد ، و من
 از نانوانی طامع تحمّل نه دارم چنان که شاعر گوید :

شعر

مانک ظرفان حریف این قدر سختی نه ایم
 دانه اشکیم که مارا گردش جسم آساست
 آوازه نه فرستادن رباعیات دور باشی اسب که دل را خون کند و روان
 را فرساید ، من و ایمان من - از روزی که بدان وعده گرامی شده ام کدام
 روز اسب که انتظار ورود سفینه رباعیات نه می کشم و دل را بدان
 خال شادمان نمی دارم ، و این را خود همه کس می داند که نا آبدی
 بعد از آمبدواری چه قدر جانکاه است - ناچار خود را خوار تر ازین می
 خواهم و دسب بسته عرض می کنم که چون حضرت رباعیات را مسوده
 کرده اند هر آئینه کسی باید که آن را نقل تواند کرد و آنکه این کار
 تواند کرد باید که خطی خوش داشته باشد و صحیح تواند نوشت ،
 چون خط من هم بد نیست و باشد که نسبت به دیگران صحیح تر توانم
 نگنس چشم آن دارم که این خدمت به من مفوض گردد ، و آن اجزا
 به من فرستاده آید تا آن را نقل کرده به خدمت فرستم و بر خود منت

نہم - ہم درین نامہ مرقوم است کہ شنوده ایم بہ تیزی ذہن و رسائی خرد
تا پیایہ تفضل حسین خاں رسیدہ - عرض می کنم کہ تفضل حسین خاں
مردے بود بہ انواع علوم دانا کہ طب و نجوم و ہیئت و ہندسہ بُک
دانستے و در ہرگونہ علم سخن راندے - من کہ یک پارسی [دان] ناتمام
چہ گونہ بہ پایہ وے نوام رسید ، مطلعے و حسن مطلعے از غزل خودم
بہ یاد آمدہ است بہ حسب مناسبت مقام درین ورق درج می کنم ۛ

دولت بہ غلط نہ بود از سعی پشیاں سو
کافر نہ توانی شد ناچار مسلمان سو
زین ہرزہ روان گشتن فلزم نہ ہواں گشت
جوی بہ خیاباں روسلی بہ بیاباں سو

قبلہ و کعبہ مرا خاطر نشان باد کہ من از ہیچ کسانم و آن
خس و خارم کہ ہیچ نیززم و ہیچ کار نیایم ، اسلام را از من نگ و
کفر را از من عار ، چنان کہ شاعر فرماید ۛ
براہ آو چہ در بازیم نے دینے نہ دنیاے

دلے داریم و اندوھے سرے داریم و سودائے
نہ خرد روشن نہ فہمے درست نہ بختے مبارک ، این قدر دائم کہ مرا بہ
بے رنگی مائل کردہ اند و قدرے از خود بردہ اند ، انقسام وجود چنانکہ
عقیدہ صور تیانت باور ندارم کہ وجود واحد است و ہرگز منقسم نگردد
و تغیر و تبدل بروے راہ نیابد ، و مقابل وجود جز عدم نہ تواند
بود ۛ

عقل در اثبات وحدت خیرہ می گردد چرا
ہرچہ جز ہستی ست ہیچ و ہرچہ جز حق باطل است
ماہمہ عین خودیم اما خود از وہم دوئی
درمیان ما و غالب ما و غالب حائل است

حاصل خاکسار از هر گونه فکر و ذکر و ذوق یک فقره حضرت محی الدن
عربی است که دل را به سوئے خود کشیده است الْحَقُّ محسوسُ والخلقُ
معقولُ و خلق عالم از زمین تا آسمان هر چه جز کفست واحد بصور نماید
همه تعلق محض است ، نغز می گوید عبدالقادر بدل درین مقام ۷

ما خالات عالم غیبم گفتگوئے جهان لاریم
کثر آمد دلیل نکتائی که خال و راس نهائی

ایمان بنده این ست و مایقی اوهام ، و درین عالم از قسم نبوت و ولایت
و حشر و نشر و عذاب و ثواب هر چه بر شایند همه درس است و ایمان
بنده به وجود آن همه استوار ، سبحان الله از آثار نوجه ناطقی آن فله
خدا آگاهان است که کلمه از بیان معجز نشان جناب سد الشهدا حصر
امام حسین علیه السلام بے خواست به یاد آمد حضرت می فرمایند -

مساومت الاعیان رائحة الوجود

یعنی اعیان ثابت به بوی وجود نه شمه اند ، یک دو بس از گفته خود
می نگارم :

چون پرده شب باز مُصَوِّر بخیال است
این کارگه و هم ز پیدائی اشیا
اندیشه دو صد گل کده گل برده به دامن
اما همه از نقش و نگار پر عنقا
آئینه به پینس نظر و جلوه فراوان
دل پر هوس و صاحب خلوت کده تنها

هر چند گذارش این حالات بحضور مرشد قدسی صفات از قبیل آن است که
”کس سوئے از آب به دریا آرد و برگ گلے به گلستان فرستد“ ، لیکن
مدعای این دردمند اظهار عقیده خود است تا آشکار گردد که صاحب این

عقبه منکر هیچ شیء نمی باشد و همه را به کیفیت واحد می پذیرد هم کفر و اسلام و هم غیر - همه بطریق تصور موجود است اما نه تصویری که ما کرده باشیم، ازین تصور مقصود آن تصور است که مر آن کیفیت واحد را حاصل است و درین مقام سخت مناسب است تشبیه بحر و موج و آفتاب و نور، میر صاحب مشفق سید امانت علی صاحب که از پرورش یافتگان حضور اند اکثر شب مرا می نوازید و چون خلوت دست بهم می دهد سخن های راز گفته می شود، دوسه روز شده باشد که سخن در احاطه بیرنگی افتاد چون این رو سیاه درین روز ها به نظاره بیرنگی مبتلا ست اندرین باب مبالغه کردم و گفتم که مالا نر ازین بایه نیست، میر سید امانت علی فرمودند که ترک این بایه نیز پناه دارد - گفتم مسلم اما این سخن گفتنی نیست، امری ست که بعد افراط استغراق خود به خود حاصل می گردد و طریق حصول این پایه ها بذل توجه ست در مشاهده بیرنگی نه این که بقصد از آن قطع نظر فرمایند - چه اندر آن صورت پیروی شیوه عامه خواهد بود که گروه ها گروه مردم غافل ازین اند حال آن که غفلت مردم ازین کیفیت در وجود آن کیفیت زبانی نمی رساند

دانی همه آوست ورنه دانی همه آوست

خدا را توجه در آن بذل فرمایند و آن چنان صرف همت بکار برند که آویزش اندیشه این مرید به بیرنگی افزون تر شود تا رفته رفته مستهلک و مستغرق گردد و از رنگ به بیرنگی و استهلاک استغراق دارم و عدم محض شده باشم، چون حضرت در منع ارسال رباعیات سر ز نشی به سزا فرمودند هر آئینه حیرانی بکار بردم و نهفته های ضمیر پراکنده خود را دیوانه وار آشکار کردم، اگر جرم من بخشیدنی ست نوید عفو تقصیر دهند تا از سر نو مسلمان گردم و به رحمت الهی ایمان تازه کنم، الله بس ماسوا هوس،

نگاشته بست هشتم محرم (۱۲۵۵ھ) روز شنبه هنگام چاشت - از اسد الله رو سیاه، میر صاحب مشفق سید جبر علی صائب سلام خوانند و خاکساری‌ها بر آن جناب پیر و مرشد عرض داشته سعی در آن فرمایند که خطائے من بخشیده شود فقط -

جواب خط از طرف حضرت صاحب بمرزا نوشه غالب

مشعقا! مکتوب سامی رسید، خواندم، سادمان شدم و بر شایم بجمعت خاطر مبدل گردید، این مذهب ابتدائے خاص است نه عام - چرا که عام در شک و ظن اند در یقین نباسد - علم الیقین کامل ایشان را حاصل نیست، الله تعالیٰ شما را همین عقیده بالقائے خود دارد و ازین عقیده آن مشفق چندان خوشنود شده ام که بان آن در آوران نمی گعجد، سبحان الله این مذهب پاکان و خاصان [اس] الله تعالیٰ جمع مسلمانان را باین مذهب هدایت کناد، و آنچه در عقیده و معلومات خود و قول بزرگان نوشته اند همه راست و بیجا اس و فقیر را با شما محبت و نسبت که خود بخود دلم بطرف شما می کشد - پس بچه تقریب بآن مشفق عتاب کند، نه آن مسفق را با ما غرض دینی نه دنیوی، صرف از عنایت خود الله محبت دارند - پس این چنین شخصے را که الله محبت دارد بچه طور کسے عتاب کند چونکه از غلبه محبت رنج بر دلم رسیده بے اختیار شده صاف بخدمت عالی نوشته شد که تا اطمینان حاصل شود، آنچه که ما بعشق و محبت نوشتم آن مشفق آن را عتاب دانستند، من چه کسم و چه حقیقت دارم و بچه سبب عتاب کم بعید از محبت آن مشفق که آن را عتاب دانستند - من چه کس که عتاب نماید بلکه برائے اطمینان دلی از محبت خود نوشته بودم، معاف فرمائید و پیش از رسیدن خط من می دانستم که شما را از کسے بزرگ پیرنگی رسیده است و آنچه معلومات خود نوشته اند

ازین صد چندان آن مشفق را من زیاده می دانم احتیاج نوشتن نبود، شخصی با ما گفته بود که عقیده شما چنان است ازین سبب بریشان خاطر شده نوشته شد و الانه هیچ نیسب - خاطر مبارک جمع دارید، و سوال جواب خود از سید امانت علی نوشته اند مثل مشهور است که :- "نیم حکیم خطرۀ جانت نیم ملا خطرۀ ایمان"، لیکن البته سخن آن مشفق بر سخن سید غلبه دارد و چرا که این حال بعد حصول خود بخود میشود و الانه عام و خاص برابر میشود آن مشفق بجا گفتند، و نزد این طائفه هر که را پیرنگی معلوم باشد آن را علم الیقین حاصل است بشرط آن که طبیعت او بطرف کسی دیگر نه رود، چرا که در پیرنگی هر قدر که هدایت است هان قدر ضلالت هم موجود است - و شرح این طولی دارد آن مشفق خود می دانند و همین وجه بعضی صوفیه معرفت الهی را معقول محض گفته اند، اگر کسی را این طور تعلیم کرده آید هان وقت علم البقین حاصل می شود لیکن در این طور کثودے نیست - بعد مدت مدید و عرصه بعبد اگر قسم یاری دهد حیرت مذموم شاید که حاصل آید، و در ابتدای زمان من هم مشاهده و مراقبه پیرنگی بسیار کرده ام، درین طور سالک از یافت باز می ماند، و این طریقه بعد حصول نسبت جذبی فائده تمام دارد که در تحریر نه می آید و این طریقه اگر پیش از جذب می رسد ابتدای خاصان است و بعد حصول نسبت جذبی انتهای اخصان است، و آن طور که عقلی است آن حال بدون صحبت صاحب جذب حاصل نیاید - مشفقاً ! قصور معاف، اگر از ما پرسید لائق همت عالی شما نیست که برین اکتفا کرده آید - چرا که اگر طفل ده ساله را این طور پیرنگی تعلیم کرده آید من و شما و آن طفل در علم الیقین هر سه برابر اند، و اگر این مقام آن مشفق را خوش آمده باشد این قدر هم کفایت می کند، و صاحب این مقام را خبر حال لازمی نه

می باشد کہ دیگرے از حال این خبردار گردد، و آنچه کہ در تقریر و بیان معرفت حال گفته اید این معرفت را معرفت علمی و معقول محض و کلمۃ الحق می نامند

بے زارم از آن گو نہ خدائے کہ بوداری

هر لحظه مرا تازه خدای دگرس

و آن کیفیات و حالات دیگر کہ از آن بہ عین البین و حق الحق می رسبد اللہ تعالیٰ نصب کناد این مشاہدہ یرنگی را، در زبان ہندی بعضے صوفی ہد آنرا گیان نامبدہ، چرا کہ انسان را ازین مشاہدہ برق نمی بانسد و ہج یافت نمی سود منکہ آرزوی ملاقات نہا می دارم نہ برائے این چنین یرنگی و مشاہدہ یرنگی کہ چشم در ہوا دوزند یا فکرے در خاطر آرند چنانچہ حافظ شیرازی می فرمایند

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں

آنجا مروکہ باد بدست اسب دام را

و در خبر است۔ تفکر وا فی صفا اللہ و لا تفکر وا فی ذات اللہ، برائے ہمیں کہ این جا یافت نیست، و ہج کس نا الان بکہ ڈانس نرسدہ است و اگر مردمان بر این اکتفا کردہ و از کیفیات گونا گوں باطنی باز ماندہ اند آن حال دیگر است و آن ورای طور عقل است و آن حال ذوق و جذبہ است و آن حال چنان است کہ چشم عقل از نظارہ آن خیرہ می گردد

رباعی

غمگی ہوتا اگر تجھے علم یقی

بے عین یقین نہ ہونی دل کو تسکین

بہر حق یقین کے ذوق اور شوق میں بار

ہوتا بس حق حق تیرا ملت و دیں

و ہر کہ از کیفیت وجدانی واقف نیست سخن این فقیر عقل او قبول نخواهد کرد، مثلاً اگر کسی نمک نہ چشیدہ باشد اگر ہزار طور لذت آن را بیند او بیان کنند لذتیں او را حاصل نشود تاکہ نہ چشد، و از عرصہ ہست سال در آفت جذب گرفتار آمدہ ام، ازین سبب گاہ گاہ مثل مجذوبان سخن ہا می رانم اگر چیزے نوشتہ باشم و یا بنویسم از عنایات دوستانہ معاف فرمایند و معذور دارند کہ بر دیوانہ بے سرو پا احکام شرع شریف جاری نیست ۛ

رباعی

اک عمر رہی ہے میری اللہ کی جنگ
دیتا میں رہا شکست سو سو فرسنگ
غمگیں مغلوب اب ہوا ہوں ایسا
نہ فوج رہی نہ میں نہ وہ نام و ننگ

و الحال مذہب فقیر در معرفت جز عجز و بے معرفتی نیست چنانچہ

رباعی

عقلی کہے جو آسے نہیں وہ عاقل
وجدانی جو سمجھے وہ نہیں ہے واصل
کہتے نہ رسول ماعرفنا غمگیں
جز عجز نہ ہوتی معرفت گر حاصل

دیگر رباعی

تو قول علی میں اور مت لا شبہات
غمگیں ہے یہی عرفت ربی کی بات
ہے فسخ عزائم اس لیے فرمایا
آتی ہی نہیں ہے علم میں کنہ ذات

و فری درمیان وجدانی و عقلی واضح ترین است که صاحب معرفت عقلی ناکه جمیع نعبات از دل محو کرده بطرف بیرنگی خود را ندهد جبرب مذموم هم حاصل نباید و بران هم اختاری ندارد و صاحب وجدانی مشغول هر کار که باشد آن حال خود بخود دروے پیدا می آید احتیاج تصد کردن ندارد و از حال خود وے بے اخسار است، چونکه آن مشفق از حالات خود بعایب دوستانه و محبت و یگانگی مفصل آگاهی بخشیدند فقیر را هم ضرورت آماد که مجملآ از حالات خود گدسه قدرے در فلم آرد، و چونکه وفات شیخ ما رحمه الله علیه قریب رسد یک روز در سهائی بمن فرمودند که چندے از نام ما در عالم خواهد ماند و بسیار کسان را از بو فائده خواهد رسد برا باید که بعد وفات ما نفلان سهر پیس فلان بزگوار بروی و چندے در صحت شریف وے به نشنی ما نرا نسبت ذوق وجدانی حاصل آند و بعد حصول نسب جدی آنچه که از ما برا رسیده است قدر ان خواهی دانست و این طریقه ما نرا آن وقت سیار مفید خواهد افاد، پس بعد وفات شیخ خواستم که بوصف عمل نمایم، عقل رخصت نمی داد و می گفت که هیچ طریقه بهتر از مشاهده و مراقبه بیرنگی نیست - سرگردان مشو و خود را خوار مساز، هر قدر که از بو آید در همین طریق کوسس کن و همت رور و شب مصروف همین طریقه دار - چنانچه این فقیر گفته عقل بجا آورد و قریب دوازده سال مراقبه و مشاهده بیرنگی کرد و اکثر بعد نماز تهجد چشم وا کرده به مشاهده در می آمدم و نا نماز صبح مزگلان برهم نمی زدم، یک پاس بلکه زیاده از یک پاس بایی طور مشاهده می کردم و در خلا و ملا همیشه چشم خود را بر هوا دوزیده می دانستم و هر وقت که فرصت یاری می داد یک پاس و یک نیم پاس مراقبه می کردم، آخرش مشاهده بحدے رسید که از انوارات مصفا شده چیزے مثل آئینه

محسوس شدن گرفت و مراقبه هم بآن مرتبه رسید - هر قدر که سمند نگاه بدوید این دم جز عرصه لطیف هیچ چیز محسوس نمی شد و گاه گاهی که صور مثالی می آمدند آن را دفع می کردم و گاه گاهی حیرت مذموم هم حاصل می آمد و سوائے ازین سلطان الاذکار هم می کردم و مرتبه سلطان الاذکار هم بد اینجا رسیده بود که گاه گاه آواز انسانی هم می آمد و آنچه که می شنیدم درین عالم راست می شد؛ و لیکن آنچه که مطلوب ما بود و آن را می جستیم نمی یافتیم؛ آخر الامر ناچار شده موافق وصیت شیخ خود قصد سفر کردم و در آن ایام بآن راست و دست چپ از کار رفته بود و شدت درد وجع مفاصل از حد گذشته بود؛ از نفس خود گفتم یا من میرم [یا] گوهری بدست می آرم؛ پس تهیه سفر کرده روانه شدم دو سه مردمان مارا در پیش می نشاندند و هان طور بیرون می آوردند؛ بارے از عنایت الهی زنده در آن شهر که راه یک ماه بود بخدمت آن بزرگوار رسیدم و اوشان مرا قبول فرمودند؛ چونکه دوازده سال چیزی کرده بودم و قصد نمودم کیفیات صحبت آن بزرگوار به زودی تاثیر نمود - و روز ششم بود که نسبت متعددی گشت و خواستم که باز گشتم؛ آن بزرگوار فرمود که این را اعتباری نیست چندی در صحبت ما باش که این ملک تو شود؛ پس قریب چهار ماه در صحبت آن بزرگوار فیض ها ربودم؛ بعد ازان بخانه خود آمدم یک سال خود را باین نسبت در دادم و باز بخدمت آن بزرگوار رقم؛ قریب یک نیم ماه در صحبت نشستیم؛ و آنچه خواست حوصله ما بود یافتیم؛ حالا بست سال [است] که از فیض نسبت جذبی بے قصد و بے محنت اکثر در عالم پیرنگی محو و فنا می شوم - و دیگر حالات نوشتن مناسب نمی دانم شاید که کسی گمان دیگر برد - ازین جهت به این قدر اکتفا کردم - پیرنگی

و جذب حدّ اینست - حال پیرنگی را جذب گویند - لیکن از طریقہ پیرنگی جذب حاصل نمی آید بے صحبت صاحب جذب، و چونکہ این دو جمع شوند حال ہا پیش آیند کہ در تحریر نمی آیند، و ازین حال ہا فقیر حال شخصی می نویسد کہ ازو نعارف تمام دارد کہ در ماہے دوسہ بار او را فانی کئی رو می دہد، و در آن حالت گلے یک روز و گلے چہار ہاس و گلے دو ہاس و گلے مریب یک ہاس او را بالکل خبر خودی نمی ماند و بصورت موہومہ او کسے بجائے او قرار می گردد، کاروبار دینی و دنیوی او می کشد آن وقت آنچہ معاملات دنیا موافق عقل است از و بظہور می آیند ہرگز کسے نمی داند کہ این شخص فانی است و وجود او درمیان نسبت بلکہ سار عاقل می داند - مثلاً اگر کسے ازو پیرسد کہ فلان مقدمہ را سو دیروز آن چنان گفتہ بودی و من چنین سرانجام نمودہ ام عقل خود درست کردہ موافق سوال او جواب می دہد و آنچہ کہ گذشتہ است خود می داند و وقتیکہ در خودی خود می آید از سوزش و یقراری و دیگر واردات و تجلیات خالی نمی باشد و آن حال در اختیار آونیست، و گاہ گاہ او را حیرت محمود ہم می دہد و بطور فناے استغراق یک ہاس قدرتی دارد، حیرت محمود آن باشد کہ در قلب ذوق و لذت پیدا شود و دران ذوق و لذت فانی گردد و در تمام عالم بالا تر ازان لذت ہیچ لذت نیست، و با مشاہدہ انوارا و تجلیات ذاتی این کس را فانی کند و بعد ازین کہ در خود آید کیفیتی و لذت - و شورشی این کس را در عالم خودی ہم حاصل باشد، و حیرت مذموم آن را گویند کہ مثل بینک افیون بے ذوق و وجدان فنا شود و بعد فنا چون در خود آید ہیچ یافت در دل نیاید و سوائے این فنا بے نسبت جذبی در مشاہدہ و مراقبہ پیرنگی ہیچ نیست، آنچہ کہ حال آنکس بود نوشتہ

واللہ اعلم بالصواب

رباعی

ہو جس میں کہ یافت ہے وہ حیرت محمود
 منموم ہے ہو شہود جس میں نہ کشود
 ہر چند کہ آس کی دید غمگیں ہے محال
 ممکن نہیں ہر سوا ہو اس کے مشہود
 مشفق من، مضمون تازہ گفتہ شد برائے داد بخدست سامی فرستادہ
 می آید

رباعی

کر ظن نہ کچھ اس شراب رمانی پر
 مت کبر کر اپنے زُہد نفسانی پر
 گر کفر دوئی نہیں تجھے اے زاہد
 قشقہ یہ کیود کیوں ہے پیشانی پر

غالب کا تیسرا خط

از طرف مرزا نوشہ متخلص بغالب
 بخدست جناب حضرت صاحب

حضرت پیر و مرشد برحق سلامت ! بعد رسیدن طالع یار خان صاحب
 یک عرض داشت بتاریخ چہار دہم ربیع الاول روز سہ شنبہ بڈاک انگریزی
 روان کردم و نامہ موسومہ میجر جان جاکوب صاحب بہادر نیز ---
 --- روز آدینہ ہفدہم ربیع الاول فرمان گرامی و توقیع ہدایتی ازان
 حضرت رسید و سرفرازم کرد تازگی مضمون رباعی از خودم رہود ، والله
 اندیشہ هیچ سخنور بدین نکتہ نہ رسیدہ هیچ کس برین مضمون دست

نہ یافتہ، داغِ پیشانی ز ہاد را بہ قشقہ کبود تشبیہہ پاکیزہ و نازہ و دل
ہزیر است ۛ

کر ظن نہ کچھ اس شرابِ رمائی بر
مت کبر کر اپنی زہدِ نفسانی در
گر کفرِ دوئی نہیں تجھے اے زاہد
قشقہ یہ کبود کیوں ہے پیشانی بر

اُمّا این قرہ کہ ما بہ عشق و محبت نوشتیم و بو آن را عتاب دانستی نہ
برا ما غرض دینی است نہ غرض دینوی بس عتاب چرا کم، فقط، دل را،
افسردہ و مرا نومد ساخت و خواہی نخواہی مرا بر آن آورد کہ سخن
دراز کم و آنچہ در دلست بزبان آورم، قبلہ و کعبہ، راستی آئین من است
و محبت دین من، راستی را ایمان و دروغ را کفر می پندارم و درین
گنہ یزدان را گواہ می آرم کہ ارادت و محبت من بمحضرب ازان افزون
نراست کہ آن را شرح توان کرد، هیچ گاہ عتاب بمحضرب بر خود گان
نکرده ام و بطریقی شکوہ سخن نہ رانده ام مگر احیاناً لفظ عتاب بر زبان
رفتہ است، مقصود من از عتاب عنایت بودہ اس چہ ہیچ کس با بیگانہ
عتاب نہ کند، تا کسی را از خود نشناسد عتاب نہ فرماید، حضرت ہیچ
گاہ بر من عتاب روا نہ داشتہ اند، و من خود آن کسم کہ بہ مثلِ مورد
عتاب گردم چندان نہ نازم و فخر کم کہ دیگرے بہ عنایت نہ کند، زیرا
کہ عتاب و عنایت ہر دو نتیجہ التفات است و محبت بیشکان را در ہر
دو حال سپاس التفات لازم، اما آنچہ دربارهٔ اغراض دینی و دنیوی فرمودہ
اللہ الحمد کہ صفحہ خاطر خاکسار ازین ہر دو نقشِ مُعرّست، جز محبت
نہ دین شناسم و نہ دنیا با آن کہ ہیچ کس و ناکس و نادائم لیکن این
قدر دائم کہ وجودیکے است و ہرگز آن انقسام نہ پزیرد، ہر آئینہ اگر

دینے و دنیاے ترا شیدہ باشم، گرفتار شرک فی الوجود کہ اقبح انواع شرک
است شدہ باشم بدانست نامہ نگار دین همچو دنیا نقشی موہوم است و
بوہم دل نتوان بست

ز اہدا سامان ہرستان راضی اند از ما کہ ما
خود شریک هیچ کس در ہر دو عالم نیستیم
دشمنی خیزد ز شرکت نا بہ قصد دوستی
عاقبت گم کردہ و دنیا طلب ہم نیستیم

دین بہ جویندگان دین مبارک و دنیا بہ دنیا طلبان ارزانی، مائیم و
سواد الوجه فی الدارین کہ عبارت از نیستی محض است۔ ختم۔ انجہ در باب
مَاشَأَمَتِ الْاَعْيَانُ رَاحَةُ الْوُجُودِ فرو ریخنہ کلک مشکین رفم است
حق حق و عین حق و محض حق است لیکن بخاک پائے حضرت سو گند
کہ عقیدہ این روسپاہ نیز خلاف آن است و غلط نوشتہ ام، می دانم کہ اعیان
ثابتہ بمجمل مجعل جاعل نیستند۔ اعیان ثابتہ با وجود مطلق چون
ہستی خطوط شعاعی است با آفتاب و چون نقوش اسواج است با محط،
ہر آئینہ وجود واحد است و وجود اعیان ثابتہ محض وجود واجب است،
تعالی شانہ و این کہ امام علیہ السلام می فرمایند کہ اعیان بوی
وجود نشیدہ اند این جا وجود عبارت ازین ہستی موہومی است یعنی
پیدائی و نمایش، و این خود ثابت است کہ تغیر بر واجب روانیست، پس
مدعای امام آنست کہ اعیان ثابتہ هیچ گاہ نمایش و ہمی نمی پذیرند و
این نمایش محض توہم و باطل محض است و این انتقالات و توہات و تنزلات
ہمہ اعتباری است نہ حقیقی، از اعیان ثابتہ تا صور محشورہ ہرچہ از نماینی
و پیدایش اند بہ سَنَدِ ہمہ باطل است و هیچگونہ تغیر روئے ندادہ و ہاں
یک حالت است مثلاً جز از اجزائے آفرینش فردے را بہ بینند کہ از پشت

پدر نه نیکم مادر رسید و پس از نه ماه بزمین افتاد و سالم چند سیر
 خورده و انگه زمان به گفتی کشود و هرگونه سخن گفت و زید
 نام نامت - چون جوان شد نام ده دانس بر آورد و علم آموخت و مردم
 را راه راست نمود و هفتاد سال بددنگونه زیست و آخر ریحورسد و بمرد و
 آورا بخاک سپردند و گبدی بلند بر مزارس بر اراختند و حالا آن گبد
 را رنار می کسد و هرکس هرچه می جوید از مزارس می یابد، نالحمله
 اسها و صد چند مثل اینها هرچه بصورت کند ما می گوئیم ای همه نوهاب
 آسکرا لے بباد سب سرتا سر، از روز لحوی بطفه نازمان سرده سدن بخاک
 هان عین نائنه زید اس که در وجود مطلق ثابت اس هرگز نمایس
 نه برترفه و هرگز معدوم نشده و هرگز نه نمود نخواهد آمد و هرگز نهان
 نخواهد شد، و این زادن و بودن و گیتی و سنودن و زیستن و مردن
 همه حقیقت عین نائنه زید اس که همواره دروے موجود اس و خواهد
 بود و این مثل که گفته آمد نه سها از بهر نوع شری اس بلکه انجم
 و املاک و عرس و کرسی و سجر و حجر حتی که زمان و مکان نیز
 همس حال دارند، فلک نیست عین ثابتہ فلک اس با حقیقت گردش و
 اران در ذاب احدی مرکز، آفتاب نیست عین ثابتہ آفتاب اس که هم
 چنان در حقیقت ذات با روشنی و درخشانی جلوه گر، زمان نیست عین
 ثابتہ زمانست بگونه کون، اعتباراب وے امروز و فردا در هستی
 مطلق شامل، از ازل تا اند هان یک آن واحد اس و از تحت الثری تا
 اوج عرش هان مکان واحد است و ثبوت ذاب واجب بدیهی و حقیقی
 است لکن چون ذات واجب از تغیر و انتقال مصون و مامونست هر آئینه
 اعیان ثابتہ نیز به نمود و همی موجود نمی شوند و زوال نمی پذیرند، کوباهی
 سخن - موجودنه گشتن اعیان ثابتہ بدین معنی اس که بغیر نه پذیرند

واز ذات منفک نشوند و همواره از خود بر خود متجلی باشند، چون اینست چه ضرور است که اعیان رابه معنی ممکنات بنامیم، آری از اعیان اعیان ثابته مقصود است و از وجود نمایش و استحاله و نزل، و اگر از وجود هستی محض فراگیریم البته در آن صورت اعیان را جز به معنی ممکنات نخواهیم دانست، و هرگز اعیان ثابته نخواهیم گفت زیرا که در آن صورت انکار وجود واجب لازم می آید۔ معاذ الله من هذا العقیده، چون سخن تا اینجا رسید خوشتر آنست که حال خود را در مشاهده پیرنگی نیز عرضه دهیم تا سبکدوش تر گردیم، خداگانا غلام چشم بر هوا اندوخته بلکه دل در پیرنگی بسته است همین جهت اعیان ثابته که مذکور شد نظرگاه است و سعی من در آنست که به عدسیت اصلی خود باز گردم و زود گرد آیم، و نه شغل و نه ریاضت

دانی همه اوست ورنه دانی همه اوست

این قدر هست که هنوز وقت واهمه مرا خار خارے باقست و گه گه مرا از راه می برد لیکن امیدواری دارم که بمن نگاه عنانے که پیر و مرشد را بر من ست از وسوسه پاک گردم و در راه فنا خاک گردم، قبله و کعبه، نگارش حق گزارش ادا نمی تواند کرد و تحریر بمنزله تقریر نمی تواند شد، آرزومند آن روزم که بشرف قدم بوس مشرف شده باشم و درد دل بزبان گفته و ارشاد جناب عالی بگوش هوش شنوده باشم۔

این که ارشاد فرموده اند که از طرف تصوف هم از تو اطمینان کلی حاصل شد۔ جناب عالی۔ من مرد سپاهی زاده بے علم جاهل، پدران من از ترکان صحرائنشین بودند۔ پس اینست که یک دو مصرعه موزون می

کنم و یک دو بذله در هر فن می گویم ، مرایه تصوف چه بیوند و به درویشی چه نسب ، و الحال جز این قدر نیست ، که واحدیت وجود و عدمیت انبیا در خمیرم فرود آوردند و الحی محسوس ^۱ والخلق معقول ^۲ عقیده من ساخته اند ، من می دانم که یکم هسب و جز او هسب نیست دیگر همت من از سعی و ریاضت و دولت و مال منحصر بریک دو پیانه شراب که به نسب در کشم و مست بخشم نه دین دانم و نه دنیا ، الله بس ما سواه هوس ، خداوند نعمت سلامت ، مرا در عزم سفر بایستان مانع نسب بے سر انجامی مانع نسب ، خرقه به تن در افکنم و روان گردم - لیکن مقدمه من بولایت رفته و دو سال کامل نده اسب ، اسبد وارم که امروز یا فردا ما خود بعد هفته دو هفته یک ماه دو ماه حکم آن از ولایت برسد ، رسیدن مقدمه از ولایت هان و پوئیدن من بسوئے گوالار هان ، بیر و مرسد علامے خریدہ آزادش نخواهند کرد که غلام وفادار است - زیاده ازین جگویم که گفتی را شاید -

از اسد الله - نگاشته هز دهم ربیع الاول (۱۲۷۵ھ)

روز شنبه هنگام نیم روز

جواب

منجانب حضرت بمرزا نوشه اسد الله خان غالب

مشفقاً ! نامه سامی در عین انتظار چهره وصول افروخته باعث اقتراح کثیر خاطر محزون گردید ، مافیها به دریافت رسید آنکه در رقیه سابق بعد بیان اعیان ثابته این فقره واقع بود که از طرف تصوف هم اطمینان کل حاصل شد - آن مشفق را در علم نصوف دستگاه است و این دستگاه از بعضی مراسلات [مسرت] آیات معلوم سده ، چنین دستگاه علم نصوف

علاء. ظاهریه را نیست و علم الهی در احاطه هیچ کس نمی آید چرا که نامتناهی است، و آن که توجیه در باب اعیان قول هستی موهومه است، مشفقاً! اعیان عین ذات اندو انفکاک آنها از جهت عینیت از ذات محال، پس آن اعیان را که ثابت در علم حق و من حیث هی عین ذات اند بایوی وجود و همی که اعتبار صرف است چه نسبت و نعلق، و فائده از نفی بوی وجود و همی که وجودی ندارد چه، و جناب امام حسین^۳ فقط اعیان فرموده اند و اگر ازین اعیان ممکنات مراد گیریم قباحته ندارد چرا که ممکنات بوی وجود نه شمیمه اندو این وجود که هست وجودی ندارد، و آن مشفق که خیال ثابته با خطوط شعاعی آفتاب و بامواج محیط ارقام فرموده اند بمن مناسب نمی نماید، چرا که خطوط شعاعی و امواج را هر دم تغیر است و اگرچه من حیث الاصل عین آفتاب و عین بمراند. هاں اگر نشبیه اعیان ممکنات با خطوط شعاعی و امواج فرمایند رواست و مقام اعیان ثابته جائی تغیر و تبدیل نیست که گاهی چنین باشد و گاهی چنان، برخلاف امواج و خطوط شعاعی که در مقام تغیر اند و اعیان ممکنات را تغیر است برخلاف اعیان ثابته که عین ذات اند چنانکه ذات از تغیر مبرا است و اعیان ثابته هم از تغیر معرا، و مشفق من! خطوط شعاعی بسبب نقصان بصارت هر یک می شوند و آنان که مشاهده آفتاب می کنند و نظر را در آن تیز نمایند او شان را خطوط شعاعی اصلا بنظر نمی آیند. چنانچه ما هم در ابتدا دو سال این کار کرده، و آن که مرقوم فرموده اند هاں عین ثابت زید است که در وجود مطلق موجود است. مشفقاً! وجود مطلق عبارت از لا تعین است که دران همه نسبت و اعتبارات و تعینات مستهلک اند هیچ

صفت را دران مرتبه ظهور نیست با آنکه جمع اسما و صفات و
 نعینات و اعتبارات عین لا تعین اند البتہ اعیان ثابتہ در مرتبہ
 وحدت کہ نعن عین اول است محقق و ثابت اند، و آنانکہ از علم تصوف
 خبر دارند وجود مطلق را اصلاً محل اعیان ثابتہ نہ گویند و یقین دانند
 کہ اعیان ثابتہ و . . . نعنات عین وجود مطلق اند، و درسہ چہار رسالہ
 ہای تصوف این عبارت کہ *ماشاء اللہ الاعیان* را *لحمہ الوجود* دیدہ سد
 لکن کسی این قول را از جناب حسن علیہ السلام روایت نکرده، و
 مولانا عبدالرحمان جامی ہم در رسالہ ”مراتب ستہ“ این قول آورده
 لیکن آن را مستند بہ تجلیات امام علیہ السلام نہ کردہ و در رسالہ ”معرفہ
 الفقر“ کہ نزد این فقیر معتبر تر است قول مذکور در باب ممکنات واقع
 است بے اسناد بجناب امام علیہ السلام، و عبارت آن مقام نوشتہ می سود
 تا آن مشفق ہم ملاحظہ فرمایند و آن عبارت اینست ”وجود مطلق
 عبارت از وجود واجب است چراکہ وجود در واجب باید والا انحصار
 موجود در ممکن لازم آید و بر این تقدیر یافتہ نشود، هیچ ممکن مستقل نیست
 بہ وجود خود فی نفسہ بلکہ در وجود خود محتاج بوجود واجب است
 و ہو ظاہر، او نہ قادر است بر ایجاد غیر، چہ مرتبہ ایجاد بعد مرتبہ
 وجود است۔ ہر گاہ کہ ممکن در اصل وجود نہ داشتہ باشد ایجاد از و
 مجتنع بود، پس ممکن وجود نیست نہ بذاتہ نہ لغیرہ، لأن الاعیان ماسامت
راحمۃ الوجود فاذن *نبت وجود الواجب* لا نہ *اصل الادوات* و *مبدأ*
الموجودات، و بخدمت آن مشفق برائے تحقیق می نویسم کہ من درسہ
 چہار کتب معتبرہ قول هذا، *ماشاء اللہ الاعیان* را *لحمہ الوجود* دیدم لیکن
 سند این قول بجناب امام علیہ السلام کسی نہ نوشتہ بلکہ در رسالہ نصیف
 امام علیہ السلام کہ مسمی ”بمرآت العارفین“ ہے ملتصق زین العابدین

است دیده ام ذکر اعیان ثابته ضمناً واقع نیست - لهذا به آن مشفق تصدیقه می دهم که اگر آن قول مستند است و حواله اس از کسی کتاب معتبره رسیده باشد اطلاع فرمایند که مارا نیز تمسک باشد، و مشفق من انچه که مرا تحقیق بود نوشته شد دیگر آن مشفق اختار دارند، و چون در خط سابق نوشته بودم که آینده نامه های شوقیه ارسال خواهند یافت و سخن در مقدمات تصوف بروقت ملاقات موقوف، ازین جهت اکتفا بر همین قدر تحریر نموده شد، و در خط سابق که نوشته بودم که آن صاحب را با ما نه غرض دینی نه دنیوی بلکه لله محبت دارند - مراد من از غرض دینی و دنیوی آنست که هیچ غرض نه دارند و هر که صاحب بیرنگی است بے غرض است الا از لوازم بیرنگی که محبت ذاتی است می باشد و کسی را بیرنگی فرومی گیرد آزاد از زندگی و از گفتن نیک و بد خلق پروائے نه دارد چرا که خلق را نزد او وجودی نیست پس اگر دوست نیک گوید یا بد - همه بسندیده است، و سوائے ازین بعضی آزادان در ابتدا برائے غلبه محبت و سکر و فنا می کشی کرده اند و بعد رسیدن مقصود انابت آورده اند، و مشفق من مارا این طور آزادانه بسیار پسند است و مردمان که بطور خود حال شما بیان می کنند آن همه ازان طور آزادانه شما انتزاع می کنند و مارا آن طور خوش است و برائے همین ملاقات می خواهم که اگر این چنین شاه باز می به دام ما افتد جز شکر عنقا نه پردازد، و در شاه جهان آباد هزارها مردمان اند که مارا با اوشان چه کار و اوشان را با ما چه کار، چرا که اوشان ریش دراز و لب کوتاه و دانه تسبیح بزرگ و جبه فراخ می خواهند و این جا این چنین چیز ها یافت نیست و من از طریقه شما بسیار راضی ام، الله تعالی شما را در بیرنگی در دهد و اگر از ما ملاقات خواهد شد ما هم در باب بیرنگی تأیید

خواہم کرد و این طریقہ پسندیدہ ماست، از درون آشنا و از
یغروں بیگانہ، جنس ہم چنین زیبا روش کم می بود اندر جہان—
دیوان رباعیات کہ میار می شود انشاء اللہ معالی بوقت ملاقات بہ آن مسفق
داده خواہد شد۔ بعد ملاحظہ اش یقین است کہ عس عس خواہند
فرمود، و مشفق من! شاہ را قدر من بے ملاقات مثل خردل است حرا
کہ فہم شاہ دیگر است و حالات ما دیگر۔

خدا کند کہ شاہ از فرنگستان برآئید و دعویٰ با مدعی یکساں
شود، و آنچه کہ در خاطر شہاست ظہور نماید، مشفقاً مادہ
تاریخ دیگر بے تعمیمہ بخیال آمدہ۔ آمید کہ تاریخ سابق و این تاریخ
را ملاحظہ فرمودہ آنچه بہتر باند بران اطلاع فرماید نا در
دیوان نوشتہ آید۔

قطعہ تاریخ

بنا کرد چون جان صاحب مکان بسد فکر تاریخ برمن آدق
ندا از سر عقل آمد بہ دل مکان قلندر بود عرش حق

دیگر

بنا کرد چون جان صاحب مکان بشد فکر تاریخ شمعین ادق
ندا آمد از غیب جان مقام قلندر بود عرش حق

غالب کا چوتھا خط

[یہ خط مطبوعہ کلیات نثر غالب (ص ۱۸۳-۱۸۴)]

نول کشور پریس ۱۲۸۷ھ میں بھی موجود ہے

۱۔ جان صاحب کا مخلص قلندر تھا، اسی مناسبت سے قلندر قطعہ تاریخ میں
بھی لایا گیا ہے۔

خط مرزا نوشه اسد الله خان غالب

بخدمت حضرت صاحب دام برکاتہم

در دل ز تمنائے قدم بوس نو شوربست

شوقت چه نمک داده مذاق ادبم را

جانب پیائے قبلۂ راستان افشاندن به دل گذرانم - اگر گستاخی نه بود
 کعبۂ راه رواں را گرد سرگردیدن آرزو کنم، اگر ادب دستوری دهد
 رسیدن نامہ های دل آویز و شنیدن نکته های مہر انگیز کہ مرا به
 خجستگی بخت من آمیدواری می دهد بر من خجسته نر باد - چون در آن
 چشم و دلم جا داده اند اگر از آوج گرائی سرم به سپہر شاید بجاست
 و اگر از خود نمائی جز خودم در نظر نیاید رواست، طالع یار خان صاحب
 شہارۂ عنایت های آن محیط کرم و جود از خودم ربوده اند، و ارادت مرا
 چندان کہ بشمار در نہ گنجد بر افزوده، کیستم تا بدین التفات ارزم و مرا در
 نکوئی این چنین گران پایہ باشد کہ کس مرا نواند ستوده و آرزو مند
 دیدن من نواند بود و آنکہ این چنین گران مایہ و والا پایہ کسی کہ
 گوهرش آبروے ہفت دریا ست و گلشن رنگ و بوئے ہشت گلشن، شبلی
 با آن ہمہ قطع نظر از ماسوی اللہ در صومعہ به تمنائے قدومش چشم
 براه، و منصور باینہمہ شور ترانہ انا الحق در ہنگامہ به آرزوئے
 گفتارش گوش بر آواز، سبحان اللہ آنکہ تجلی طور به پروانگی شمع جالشی نازد
 با من ارنی گوشت و آنکہ دیدارش تاب ہر نظر نہ بود از من دیدار جوست،
 چہ کم عمرے است کہ ہمت من به کارے آویختہ و سرگرمی ذوق
 مطلبے شرر به پیراہن ریختہ است و آن خود کارے است نازک و مطلبے
 است دشوار کہ ازین پیش سالے چند به محکمہ رزیدنسی دہلی در کشاکش
 مانده و روز گلرے دراز در انجمن فرماندہان کلکتہ بیچ و تاب خورده،

اکنون دو سال است که آن داوری به کشور لندن رفته، و در آن دادگاه
 سنجیده می شود، ما ناسجی ازان کشور و فرمانی ازان دادگاه
 در نرسد نمی توانم بر خود جنبید و از دهلی بدر رفتم، می خواستم که پاره
 از حصص آن داوری بعرض رسانم - لیکن اگر بدین برداخمی سخن را از
 درازی سر رسه گم سدمی و شونده را گو هر راز تکف نامدے - بالحملة
 حنعم براهی و دلم بجائے اس، و درین کسمکس که درون و برون مرا
 درهم دارد سفر نارم کرد، اما دانم که روزگار اسطار سرآمده و هگام
 کنبود کار درآمده اس بر آم و همه اس می سخم که خون حکم قطع
 حصوم از ولایت رسد را اس جز آن مایه مدد که سر احام ضرورت
 سفر وفا تواند کرد به دهلی نارام و روی به گوالیارهم، و اگر روندگان به
 پای رود من بسر پویم، آمید که به برورس ناسگان و رگه رانان مائده
 قبض حضور فرمان سود که بوقت خاص مرا و کار مرا در حال آورده
 هم بدان گارند که به زودی کار من سره گردد و مراد بر آورده آید -
 نابای راه پهای من به خرامس کشاد بدیرد و حادثه راه گوالیارے سپر من
 گردد - نهضه مساد که اس ار رسدن طالع نارخان صاحب سه روز
 منشورے که سراسر رم بجای رنگ و بیرنگی داس از ذاک بمن رسده
 و هم را بعوذ نازو گردیده اس، و هم چنین آمد وارم که روزے
 چند بس از رسدن این عرصه داس سد امانت علی صاحب رسیده آداب نیاز
 بموف مول و غزل هائے فارسی را بد نظر التماس رسانده ناسند، درین
 نزدیکی مبجر صاحب عنایت فرما مبجر جان جاکوب صاحب بهادر دونا
 نامه بمضمون طلب تاریخ تعمیر دولت کده بر من فرستاده اند، ورقے بجواب
 آن هر دو مکتوب که مشتمل بر دو قطعه تاریخ اس در نورد این نوزش
 فرستاده می شود، بعد مشاهده به مکتوب الیه داده شود، زیاده حد ادب -

از اسد اللہ نگاشته چار دھم ربیع الاول ۱۲۵۵ھ - بخمدت میر حیدر علی صاحب و میر اسانت علی صاحب سلام نیاز رسیده باد، مکرمی حکم رضی الدین حسن خاں صاحب کہ مرا بہ لطف و تفقد می نوازند و درین غم زدگی نادی من بدیدار ایشانست سلام نیاز می رسانند و خون من از دیدار طلبانند -

غالب کا پانچواں خط

خط مرزا نوشہ بجناب حضرت صاحب دام برکاتہم

حضرت رہنما سلامت! ہفدھم ربیع الاول روز جمعہ بعد از شام بیکے از در درآمد و والا نامہ بمن داد، چون برسیدہ سد کہ کیستی و کے می روی گفت از نوکران نواب شاہ جی بودہ ام در دو سہ روز بہ گوالیار می روم، خاکسار فردای آن کہ سنبہ ہر دھم ربیع الاول بود کف بہ عریضہ نگاری کشود و درد دل در آن ورق سرود - تا امروز کہ یک سنبہ بست و ہفتم ماہ ست آن نامہ ہم چنان نزد من موجود و نامہ بر مفقود، تا این وقت کہ پاسے از روز باقی است بریدے از سررسہ ڈاک انگریزی ناگاہ رسید و توقع از حضور و نامہ از جان صاحب ہر دو نگاشته بست و سیوم ماہ بہ پیش نظر جلوہ گر کرد - ہانا این ہر دو ورق از ہر دو جا بہ پاسخ آن نامہ بود کہ قطعہ تاریخ دران نگاستہ بودم، بالجملہ چون رسیدن این ہایون منشور شوق را نازگی داد و دل را از جا بر انگیخت گفتم انتظار آدم چرا - خوشتر آنست کہ عریضہ رقم کنم و بہ ڈاک فرستم، ہر چند این ورق ہم امروز می نگارم لیکن هنگام ڈاک گذشتہ و روز سپری شدہ، فردا این عرضداشت روان خواہد شد، دو ورق نگاشته پیشین نیز باین ورق فرستادہ می آید و عرض کردہ می شود

که به مزد التفات مشاهده فرمایند، و چون فرمان چنانست که زین سپس در نامه جز شوق مضمون نخواهد بود من هم دل بدن شیوه نهاده ام و خوشتر همین دیده ام که در عرائض گفناز هائے وحدت و کثرت در نیاید و این خود حواله بهکام ملازم نماند، و انشاء الله که این مدعا هر چه زود بر بر آید، حاکم در وری محسن عرض رسانیده ام ماده تاریخ مکان جان صاحب فیلدر که حضرت اندیشیده اند چگونگی که چه قدر خوب است و خوی دیگر آن که همان نمک گفتگوی درویشان موحود، و در تاریخ گجائس اس ها دشواری دارد، سخن بدین خواهی گو نه می کنم که در آن دو وری که نوشته سابق بایان تحریر یک مرقه مرقوم است آن را بدل نوان بزدرب زاده ادب - سد صاحبان الطاف نشان میر حیدر علی صاحب و میر امانت علی صاحب را از اسد الله رو سپاه معروض آنکه ما هم در زمره سپاه در آمده و با سپاه خواجه ناشی گزیده ایم و خط غلامی به آسای سپاه داده ایم، امید که بر بناگران نگذرد و معمول ما در سلسله سپاه باغ نمک و عار سپاه نماند، مکرر بمحضر پیر و مرشد معروض آنکه چون فراهم آمدن احباب سپاهگاه معمول است و من همین وقت این نامه را می نویسم و تمام می کنم لا جرم پیام حضور بطالع یار خان صاحب و فتنه خواهم رسانده رباعی بهائی خدمت جناب حکیم رضی الدین حسن خان صاحب نیز همان وقت خواهم خواند با سخنها در عریضه آینده نوسه خواهد شد -

۲۸ ربیع الاول ۱۲۷۷ هـ

غالب کا چھٹا خط

خط مرزا نوشه بجناب حضرت صاحب دام برکاتہم

قبلہ و کعبہ یگانہ ! بر بنائے خبر (؟) حقیق واحدہ هیچ شر را موجود نہ پندارند، روی نیاز هر سو که آرند چشم این طائفہ برہان حقیقت الحقائق

باز است ولا مؤثر فی الوجود الا الله ولا موجود الا الله عبارت از همین سوز و گداز است، لا جرم هرگونه نیازه که می نگارم همان نیایش ایزدی است که درین پرده بیجای آم - کافر باشم اگر هیچ گاه شکرو شکوه من از غیر بوده باشد یا خود این شکرو سپاس و شکوه و سفید و سیاه را در نظر حق نگر وجودی بوده باشد، خوش گفت آنکه گفت:

دریا بوجود خویش موجد دارد خس پندارد که این کشاکش با اوست حق اینست که آنچه ما می نگریم پابند نگرستن ایم، یا خود آن نگرسته را شرح می کنیم، فرجام گفتگو خبر این است که هر شیء را به ضد شناخته ایم روز را شب و گرمی را سردی و پست را به بلند و روشن را به تاریک، بخاطر عطر نگذرد که این سخن خاصه در باب معرفت کبریای الهی می گوئیم، حاسا ثم حاسا دران بارگاه نه ضد را گنجائی و نه مثل را پیدائی بلکه مقصود از نمود این قاعده آنست که در مقام پندار هستی که ماهمه فرو مانده آن ننگنائیم هرچه بتصور آید لامحاله آن را طرف مقابل خواهد بود، هر آئینه مقابل حق نیست الا باطل و مقابل وجود نیست الا عدم، و این تقابل بمقتضای سابق نیوه کلام است ورنه پیداست که باطل را با حق و عدم را با وجود چه شمار است، بالجمله مقابل حق نیست الا باطل و مقابل هست نیست [الا نیست] پس هرچه جز هستی است نیستی است و هرچه غیر موجود است عدم است، كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ که در کلام بے حروف و صوت واقع است اشاره هم بدین مقام، و هالک بدان معنی نیست که کس گمان کند که اینهمه نمودهای بے بود را پایان کار فناست هست، بلکه غرض آنست اینها همه معدوم و در حد ذات مستهلک اندو این حالت آنچنانیست که به اقرار دانا و انکار نادان ثبوت و نفی آن لازم آید چنانکه عارف می فرماید :

"دانی همه اوست ورنه دانی همه اوست" - حضرت سلامت ! صوفیه را
 سخن هست که دفترها ازان پُر است اگر مجموع این کتب یک جا
 کنند بار کاغذ فراهم آید - اما اصل آن همه گفتارها آتیه گفته ام در دل
 نمی گذرد و این خلاصه دل نشین نمی گردد و نا دل از آغاز گذاخته نباسد
 و آن را که این رمز بدل فرو نماید [نه] سنان مرگ ناکامی ماند و هرگز
 به مدعانه رسد و جز از اعمال نسخیر و و کشف نندوخت و
 عرش درین زخارف لاطائف بسر رفت، و آن را که جسم برین پایه
 کشودند و ضمیرس این اندیشه را حنائکه حق برزیرفن اسب در
 برزیرفت دیگر به آلودگی نبامیخت، ورنه نارسا بر آمد، من با اینهمه نارسائی
 و هیچمدانی که نه از علم بهره ورم و نه از عمل کاماب، درد پنهان عالم
 و تنگ دوده بنی آدم، همدین مرحله دایم بسنگ آمده است و شمار قدم
 تادین جاده منتهی گردیده دیگر ندانم که جهانیان چه می گویند و از بحس
 معرفت چهامی جویند، آن که به ترجمه نثر دیباچه دیوان فرمان رفته
 اسب جو من را سرمایۀ اینهمه شناخت کجا که بشرح این چنین نکته های
 سر بسته تواند پرداخت، آری این قدر هست که هر چه خواهم گف اندیشه
 من از دائره من بیرون نخواهد رفت و خاطر وسوسه ناک من جز رجوع
 بعدمیت اصلی تسکین نخواهد یافت، هر چند آنچه من در نظر دارم از مدارج
 کمال نیست، لیکن چگونه گویم که تا این و آن بخاطر جا گرفته است
 چه مایه لذت می یا بم وجه چشمه های نوش از هر سرویم جوش می
 زند، طوبی و سلسبیل خویشم و در هر نفس زدن صد کوثر قدح درمی
 کشم، چون این سخن یایان ندارد ناچار بشهود می گرایم - و آشکارا و مستانه
 افسانه سرمی کنم، کمترین نواز ! درین روزگار دو تا نوازش نامهرسید
 و مراد در نظرم آبرو بخشیده، افسردگی و ماندگی نگذاشت که با سخ گزارده

و عرضداشت نگاشته شود - اکنون که زخمه ریزی مضراب پرشی
تیز آهنگ تر شد نواهای بلب نهفته از پرده سربردار می زند، نخست سپاس
تفقد و عنایت بتقدیم می رسد و آنگاه معروض می گردد که مطاع مکرم و
مخدوم معظم سید بدر الدین علی خان صاحب المشتبه به فقیر صاحب که
اسد الله را دل در بند مهر و وفای ایشانست بیشتر اوقات از راه لطف و
کرم به کلبه احزان من میرسد چون مطابق ارساد والا ایشان را بسخن
گرم کردم و سراپائے خاطر ایشان را بحیال بمودم شخصی دیدم درد مند
سکسته دل نا آسید خونین جگر، هم از غم مرگ برادر دلس از صد جانگوار
و هم از ننگی دل دسب [بدامن] خویشتن دراز، گاه ولوله وداع وطن و الزام
دوام غربت از لب برون ریخته و گاه به گدازش ذوق ترک لباس دود از
مغز سخن بر انگیزخته، آری درمانده زندان غم چکند و مبتلای درد ننهائی
چرا ملول نباشد چون دست من بجائے نمی رسد دمامد بر حال پریشان
تاسف می خورم و سلامت ذاب و درستی حالات ایشان از خدا می خواهم،
بالجمله بعد از هزار گو نه گفتگو فقیر صاحب مددوح را بر طلب مختار نامه
مهری جناب راضی کرده ام و باشد که کاغذ اسامپ مع مسوده هبه
نامه و مختار نامه بوالا خدمت بفرستند، از رسیدن آن کاغذ را بمهر خود
مزمین ساخته عنایت می توان فرمود، و این نکته را نیز به ضمیر باید گرفت
که برای آن قبله از فرزندان خود فقیر صاحب کمتر نیست، هر آئینه
شفقت پدری ازان بے چاره دریغ نباید داشت و خاصه در حق این جزو
آفرینش مظهر آثار ربوبیت توان بود، زیاده جز اینکه هیچم بلکه نیست
جگویم - فقط - نگاشته غره ربیع الثانی روز دوشنبه ۱۲۵۵ هـ

غالب کا ساتواں خط

خط مرزا فوشہ غالب بجناب حضرت صاحب دام برکاتہم

قبلہ دیدہ و دل سلامت ! من دایم و دل کہ فیض ورود والا نامہ بامن
 چہ کردہ۔ بر آتش آب زد و چراغ آگہی برا فروخت، ہا نا آن قدسی صحیفہ
 شمع نمودہ کہ روح بہ پروانگی آرزو کم، چکم فرصت ننگ است و گفتگو
 فراوان، آدینہ رور بست و ہفتم شعبان و ہنگام نامداد است و من ہنوز
 از انہا کہ مبتلای آیم فراغ نیافتہ ام و آدم کمر بہ رھروی بستہ
 رو بروئے من نشستہ است آنجہ در دیوان قض عنوان دیدہ کافر بایم
 اگر در مثنوی مولوی روم و دیگر کتب تصوف این ہا دیدہ بایم، خاصہ
 در رباعیات کہ ہر کوزہ دریائے و ہر ذرہ آفتابے دارد و اگر حیات باقی
 است زین سہس حال رباعیات نگاشتہ خواہد شد، این قدر بخاطر باشد
 کہ مانیز برین جادہ و بدین اندیشہ دل نہادہ ایم نا بایان کار از کدام
 پردہ سر برون آوریم و در کدامین گروہ شمرده شویم، دیوان حال بہ
 مخدومی مکرمی سید بدر الدین علی خان المشتہر بہ فقیر صاحب سپردہ و
 دیوان سابق ازوشان گرفتہ بہ آدم حضور باز دادہ شد، این نامہ بدان
 زودی کہ اندیشہ برنتابد نگاشتہ می شود، در حقیقت پاسخ عنایت نامہ
 ہنوز نہ نوشتہ ام، زیادہ حد ادب، مشفق میر حیدر علی صاحب پس از
 سلام مطالعہ فرمایند کہ پیر علی صاحب درین روز ہا بہ دہلی آمدہ بودند
 بعد عمرے ایشان را دیدم، امروز خود شان بہ اکبر آباد روان شدہ اند،
 می گویند کہ ماہ روزہ در آگرہ بسر بردہ بہ گوالیار می روم، اطلاعا نوشتہ
 شد، عرضداشت اسد اللہ رو سیاہ۔ فقط

غالب کا آٹھواں خط

خط مرزا نوشہ بجناب حضرت صاحب دام اجلا لہم

یزدان را سپاس گذارم و بدین ذوق خود را در بازم کہ مرابہ گوشہ
خاطر کسے جائے دادہ است کہ نا کام و زبان را بہفتاد آب نشویم نامس
نتوانم برد، فروغ کوکب سعادت، بہار باغ افادت، منبع فیوض نامتناہی،
واسطہ حصول رحمت آلہی، روشنی بذیرفتہ نور الانوار و راہ یافتہ
مقام جمع الجمع بہ رہنائی اہدی و بہ راہ یابی ازلی مرشدی و مولائی
و مخدومی حضرت میر سید علی کہ چون منے را نواخت و بخطاب ارزندہ
شناخت اما از انرو براود و کہ سہر بر خاکروبہ ہا تابد و ابر خس و بخار را
در یابد فیض ورود صحیفہ قدسی جانہا بہ کا لبد آگہی دمید و دیوان
معجز بیان دست آویز گران مایگی من گردید، خوشا من کہ نامم ازان
خامہ تراود و زہے من کہ کلام قدسی بمن رسد، غزلہا یک دست و نکتہ
ہا ہموار، مضمون ہا عارفانہ، من و ایمان من کہ این زبان [سرسری یعنی
آردو بازنامہ حقیقت؟] پسنی ازین برنتابد و ہرگونہ نظر این ادای خاص
را در نہابد۔ من نیز دیدہ ور نیستم و تماشائے جلال این بریزادان معنی
اندازہ من نبود، سواد ہماں اوراق سرمہ سلیمانی بچشم اندر کشید کہ نگہ
بدین جلوہ ہائے بیرنگ آشنا شد، و اماندگان صورت چہ دانند کہ این
گوہر گفتار کجائی است و این گرد از کدامین کاروان می خیزد، قبلہ و
کعبہ مرا خاطر نشان باد کہ ہر چند ہم درین بقعہ کہ دہلی نام دارد
شیے شرف ہا بوس دریافتہ ام و آن را ذریعہ رستکاری خویشی می دانم،
لیکن اینک برخود حیف می کنم کہ دران ہنگام گوش ہوش شنو و
چشم ادراک بینا نبود، تا از انجہ اکنون بدل می خلد و اندیشہ بدان
آویختہ است سخنے چند بر سید مے و کار آگہی بیالا بردمے، ہم آتش شوق

زبان‌ور گشتی و هم چراغ شناخت را فروغ گستر آمده - هر چند خرد می‌سگالد و باور کرده ام که هستی جزیکه نیست اما بیشتر این نمود بے بود که نفس های برانگیزه بندگان است به دل جا می‌کند و خاطر از خوش و ناخوش برهم می‌خورد، خدا را بر این نیم سوخته نظری تا پاک بسوزد، و دود و سرار و خاکسیر همه از نظر بر خیزد، دایم که آرزوی های دل به حوصله ارسس من در نه گنجد لکن سنوده ام که من به کما زرمی گردد، زیاده ازین چه گویم که نامه بر با به رکاب است و مکرمی سید بدرالدین علی خان فخر صاحب در اضطراب - انشاءالله العظیم از من بعد نیارنامه ها به والا خدمت خواهد رسید - مسفتی سید جبر علی سلام خوانندو مشتاق دادم - محرر اسدالله - نگلسته روز بست پنجم دی الحجه هنگام سب - پس چراغ (۱۲۵۵ هـ - ۱۸۳۱ ع) -

غالب کا نواں خط

خط مرزا نوشه بجناب حضرت صاحب مدظله العالی

حضرت پر و مرشد برحق مدظله العالی

سا روز ها به سب آمدو شبها روز شد تا صبح دولت من بر آفت اقبال دیدم و منشور لامع النور بعویند بازوی جان گردید، نامه موسومہ طالع بار خان و حکیم قطب الدین خان هر دو به طالع یار خان سپرده شد و فرمان جناب عالی رسانیده آمد، نامه که بنام نامی فقیر صاحب بود بخدمت شان رسید، اغلب که امروز یا فردا نزد من آیند تا پام حضرت بزبان نیز گزارم، می میرم از رشک که دیگران آهنگ راه گویا دارند مرا هنگام آن فرار نیامده است که از دام بدر توانم جست - یارب زود باشد که کام دل برآید و زمان انتظار حکم ولایت و روزگار هجران

بسر آید، و این روز ہا غزلے^۱ در میان احباب طرح شدہ و دران زمین دہ بیت گفتہ شدہ بود بہ چشم داشت اصلاح درین ورق نگارش می پذیرد۔ غزل :-

در وصل دل آزاری اغبار ندانم داند کہ من دیدہ ز دیدار ندانم الخ
زیادہ حد ادب، از اسد اللہ، نگاستہ ہر دہم رجب ۱۲۵۵ھ - ۱۸۳۱ع۔
در ہمین روز ورود والا نامہ سبد حیدر علی صاحب و سید امانت
علی صاحب سلام نیاز خوانند و مشتاق داند۔ بندہ شاہ شائیم و ثنا خوان
نہا۔ مکرمی جناب حکیم رضی الدین حسن خان بوالا خدمت حضرت صاحب
مراسم تسلیم و آداب می رسانند فقط ۔

غالب کا دسواں خط

خط مرزا فوشہ بجناب حضرت صاحب مدظلہ العالی

سخن درباب رباعیات می رود، یارب بیان من مخالف مزاج پیرو
مرشد نبود، سہ رباعی کہ در آغاز رقم یافتہ مضمون آن دارد کہ علی
خلیفہ بود، و این عفیذہ را من نہ دارم۔ من علی را امام دانم و دیگران
را خلیفہ، خلافت مرادف سلطنت و ریاست است، بزبان عرب رئیس و
حاکم را خلیفہ گویند، اگرچہ معانی لغوی نیابت است، بالجملہ علی بلا فصل
بعد از نبی امام است و امامت امریست یزدانی و علی امام است ہم۔ در
عہد خلافت ابوبکر و ہم در عہد خلافت عمر و ہم در عہد خلافت
عثمان، و این کہ مشہور است کہ علی بعد از عثمان خلیفہ شد غلط
است، اصل این ست کہ امام بر حق مرتضیٰ چون بعد از رسول امام
شد ابابکر صدیق را خلیفہ کرد و امر قضا بہ وے سپرد، نا قطع

خصوصیات مسلمین نماید و بر مومنین فرمائروا باشد، پس از و عمر را برگزید و ازان بعد عثمان را خلافت داد، این هر سه نن به داور سپردند و نبی و امام را اطاعت کردند و بعد از عثمان هیچ کس لائی عهده قضا در مسلمین یافته نه تند و آن که آرزو کرد نیز ساینه این کار نه بود، لا جرم امام وقت کار فضایه عهده خود گرفت، بوجه به قطع خصومات اهل اسلام پرداخت، شاه اگر کار فاضی کند او را قاضی نه گویند الجمله علی امام ست در عهد ثلاثه، خلافت بعد از عثمان رضه به بنی امیه منتقل شد و از ان گروه نه آل عباس رسید و این هر دو گروه برعکس خلای ثلاثه ستم ها کردند و خونها ریختند و امامت علی و اولادس را محو کردند و ائمه را کُستند -

(اسدالله)

خط از جناب حضرت صاحب پمرا نوشته

مشفقاً! من در باب بفضل امیر علیه السلام تحقیق سها خواسته بودم نه در امامت و خلافت، شما جناب امیر را از خلافت هم معزول کردند، اول عفو تقصیر می خواهم، بعد ازان چند حروف می نویسم، چند حروف آن مشفق را شاید که معنی خلافت و امامت به تحقیق نه رسیده که امیر علیه السلام را صرف امام می دانند و خلیفه نمی پندارید، این مذهب تراشیده سامی است، هر چند خوب می دایم که آن مشفق از طریقه خود بر نه خواهند گشت لیکن چونکه این فقیر دوست شما است واجب شد که آنچه حق باشد می نویسم، آن مشفق که خلافت را حمل بر سلطنت کرده اند محض بجا است و حقیقت سلطنت و خلافت ازین حدیث نبوی صلی الله علیه وسلم قیاس باید کرد که :- ”الخلافة بعدی ثلاثون سنة [سترون ملکاً] عضوضاً“ پس اگر خلافت مثل سلطنت

می بود ، آنحضرت صلی الله علیه و آله وسلم لفظ ”ملک عضو“ نمی فرمودند و دیگر آن مشفق خلافت را حمل بر فضا بطور اهانت کرده اند و حقیقت قضا این ست که حدیث نبوی در حق علی مرتضیٰ واقع است که ”افضهم علی“ یعنی در جمیع امت افضلی علی است ، پس موافق حدیب سریف در همان سی سال تا شصت سال علی مرتضیٰ خلافت کردند و داخل خلافت نندند ، صرف امام دانستن به چه وجه ؟ و آن صاحب معنی خلافت نا آلان نه فهمیده اند که خلافت چیست ؟ نه قضا است و نه سلطنت بلکه قضا و سلطنت نیز داخل حقیقت خلافت اند ، و صاحب فتوحات یکی از انواع چهارگانه خاتم دارد ، خاتم نوع اول از ولایت محمدی که جامع به آن صوری و معنوی و مبرون خلافت باشد علی ابن ابی طالب علیه السلام را نوشته ، زیرا که امر خلفائے راشدین است و مذهب سامی [در] خلافت این حدیث است که : - الخلفاء بعدی ثلاثون سنة وقد نمت بعلی ، و این خاتم را ”خاتم کبیر“ گویند - و آن مشفق با وصف ”قد نمت بعلی“ به خلاف این حدیث بنی آمیه و آل عباس را خلیفه پنداشتند و این سراسر خلاف است چرا که این همه داخل ”ملک عضو“ هستند داخل خلافت نیستند ، و چون که حق تعالی به ملائکه فرمود که ”انی جاعل فی الارض خلیفة“ پس ملائکه مثل [مذهب] سامی بنی آمیه و آل عباس و امثال ابشان [را خلیفه] تصور نموده گفتند ”اتجعل فیها من یفسد فیها و یسفک الدماء و یحییٰ نسبح بحمدک و نقصد لک“ پس تازیانه ”انی اعلم مالا تعلمون“ دریافت نمایند و اگر عقل کار نه کند از کسی عارف به پرستند ، و این چهار اصحاب در آن خلافت شریک که حق تعالی این فرماید که ”انی اعلم مالا تعلمون“ و در صورتی که ملائک از ادراک معنی خلافت محروم

ماندند گله از آن مشفق عبث است . و من چنان که از دو حدیث نبوی خلافت امیر علیه السلام ثابت نموده ام شما از یک حدیب بطلان خلافت جناب امیر ثابت کنید - و این فقره که نوشته اند که "حضرت امیر از طرف خود اصحاب ثلثه را فضا سپردند و وقتی که کسی قابل فضا نه ماند خود قضا اختیار کردند" این سخن در هیچ کتاب دیده نه شده، شاید که در کتب روافض باشد، و لطف این است که در خلافت عمرؓ فصله قضا یا ئے مسلمین جناب امیر علیه السلام می کردند و عمرؓ فرموده بودند که "ما این مرد دانا در شما است هیچ مسئله از ما نمی پرسد" - منقذ من ! عجب تحقیق سامی است که اعان ثاتہ را به امواج محط و خطوط شعاعی را به آفتاب تشبیه می دهید و خلافت را نه فضا و سلطنت، انجہ آن مشفق فرمایند در هیچ کتب صوفیه و اهل ست و الجباعت دیده نه سده، [نسان] نه دادید که از کجا می فرمائید ! و مذهب ما موافق قرآن سرفو حدیث نبویؐ و اقوال عارفان صوفیه است، خلاف این را مسلم نمی داریم بلکه باطل می دانیم، و این چه طریقه است [. . .] که کسی امر المومنین علی علیه السلام را خلیفه نه داند ؟ و چون سابق را ارقام نموده ام که گفتگوئے ما به ملاقات موقوف است لهذا بر همین قدر اکتفا نموده سده که آن مشفق برین حدیث مرقومه نگاہ فرموده تامل فرمایند و دیگر من در جواب خط سامی جز خاموشی چاره نه دارم - ازین جهت سکوت ورزیدم - و آن مشفق نوشته : "امامت امرے ست یزدانی" انصاف فرمائید که کدام امرے است که یزدانی نیست ؟ و این چه تعریف امامت است که شما کرده اید ؟ و حقیقت امامت و خلافت جز عارفان کامل کم کسی می داند اگر پرسیده آید مشکل آفتد - الله تعالی آن روز به ظهور آرد که ملاقات، ما و شما سود و گفتگوئے این جمیع امور بالمشافہہ کرده آید، المکتوب نصف الملاقات،

ابن خط روبروی علماء و فقراء آن جاگذارید ملاحظہ فرمائید کہ کدام طریق محمود است و کدام مذموم ؟ و ما کہ علی علہ السلام را تفضیل می دہیم موافق کلام اللہ و حدیب شریف است نہ از مذهب ترا شیدہ خود ، مشفق من ! آنچه از سینہ زوری جواب خواهند داد مسلم نہ خواہم داشت اگر از کلام اللہ و حدیب شریف و قول علماء و صوفیہ [...] و تحریر فقیر پسند آفد یا نہ آفتد جواب ابن سوای از کلام اللہ و حدیب شریف نمی خواہم ، و عقل سلیم آن را گویند کہ مطابق کلام اللہ و حدیب شریف باشد نہ خلاف آن ۔ پس اگر آیت و حدیب در بطلان خلافت جناب امیر علیہ السلام بہم نہ رسد مناسب است کہ سوقفہ بنویسند و ابن قصہ را موقوف نمایند ، چرا کہ از چنین سخنان تحریر پریشان هیچ فائدہ نیست و السلام علی من اتبع الهدی (۱۲۵۶ھ) ۔

(نوٹ) ۔ اس کے بعد مرزا غالب کا کوئی خط نہیں گیا شاید خط و کتابت ختم ہو گئی ۔ (مرتب)

تصحیح

صفحہ ۱۶ پر حافظ کے ایک شعر کا مصرعہ ثانی غلط لکھا گیا ہے ۔

صحیح یوں ہے

کافیا ہمیشہ باد بدست است دام را

(مدیر)

نواد ر ادب

(مرزا یگانہ چنگیزی مرحوم، اپنی ہنگامہ آرا شخصیت اور رنگ کلام کی انفرادیت کے اعتبار سے گزشتہ نصف صدی کے غزل گو شعراء میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ قاضی امین الرحمان صدیقی صاحب کے توسط سے ہمیں مرزا صاحب مرحوم کے دو خط دستیاب ہوئے ہیں۔ ہم ان ادبی نوادر کے لیے قاضی صاحب کے بے حد شکر گزار ہیں۔ ذیل میں پہلے قاضی صاحب کا گرامی نامہ اور پھر ان کا وہ قطعہ تاریخی درج کیا جاتا ہے جو مرزا یگانہ کی خدمت میں بغرض اصلاح بھیجا گیا تھا۔ ۱۹۲۱ ع میں ملا بار (جنوبی ہند) کے عربی النسل ”موہلا“ مسلمانوں نے انگریزی حکومت کے مظالم کے خلاف ایک منظم تحریک شروع کی تھی، جسے کچلنے کے لیے برطانوی استبداد نے جبر و تشدد کے تمام حربے استعمال کیے۔ اسی موقع پر جیل کی ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں جس دم سے ستر (۷۰) موہلا جالباز شہید ہوئے تھے۔ قاضی صاحب کا یہ قطعہ اسی حادثہ فاجعہ سے متعلق ہے۔ قطعہ کے نیچے مرزا یگانہ کے دونوں خط تاریخی ترتیب کے لحاظ سے درج کیے جاتے ہیں۔ ادارہ)

لاہور

۱۸ دسمبر ۱۹۶۳ ع

بخدمت گرامی جناب ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب

پرنسپل اور ٹینٹل کالج، لاہور

جناب میں،

تسلیم۔ میرزا یاس یگانہ چنگیزی لکھنوی مرحوم کو اکثر

اہل ذوق جانتے ہیں - غالب کی مخالفت، غزلیں اور رباعیاں، شعر گوئی میں طبیعت کی تیزی - یہ وہ خصوصیات ہیں جو میرزا یگانہ کا نام لیتے ہی ذہن میں کوند جاتی ہیں - جب طبیعت کی تیزی نے لکھنؤ میں رہنا مشکل کر دیا تو حیدرآباد چلے گئے -

پہلی مرتبہ ۱۹۲۱ء میں میں نے موصوف کو ایک قطعہ تاریخ برائے مشورہ بھیجا تھا - دس سال کے بعد پھر ایسی ہی کسی تقریب پر اس خط لکھا تو اُن کا وہ دس برس پہلے کا خط یاد دہانی کے لیے بھجا - میرے دوسرے خط کے جواب میں جو گرامی نامہ اُن کا آیا اس سے مخصوص جذبات کا اظہار ہوتا ہے - یہ خط کم و بیش تاریخی حیثیت رکھتا ہے اس لیے جناب کی خدمت میں ارسال ہے - اگر مناسب خیال فرمائیں تو اورینٹل کالج میگزین میں شائع کر دیں تاکہ میرزا صاحب مرحوم سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب اسے ملاحظہ فرما لیں -

نیاز مند

قاضی امین الرحمان صدیقی

ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ شعبہ برقیات مغربی پاکستان
مکان نمبر ۱۲ گلی نمبر ۱۱۱ کرشن نگر، لاہور

حادثہ غمگین ملیبار

جون ۱۹۲۱ء

جویدم بماندند از حبس دم یک لحظه هقاد اسیران ظلم
بلوح سر مدفن این گروه مایند نبشتن ”شہیدان ظلم“

کرم فرمائے بندہ زاد لطفکم - یاد آوری و قدر افزائی کا شکریہ -
 اگرچہ فن تاریخ کوئی میں مجھے ذرا بھی دخل نہیں، میں اس سے کوسوں
 بھاگتا ہوں مگر اتنا ضرور عرض کروں گا کہ آپ نے مادہ تاریخ بہت
 خوبصورت نکالا ہے - ”شہیدان ظلم“ اگرچہ بجائے خود جامع لفظ ہے
 مگر آپ نے پہلے دو مصرعوں میں واقعات کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے
 میرے خیال میں قطعہ نہایت خوب ہے اسے شائع کر دیجیے تو کوئی
 مضائقہ نہیں ہے - اصلاح کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی - آپ نے
 سرخی سے سنہ عیسوی نکالا ہے یہ بھی برا نہیں ہے - ممکن ہے کہ بعض
 لوگ ”حادثہ غمگین“ کی ترکیب پر شبہ ظاہر کریں مگر یہ شبہ
 قابل توجہ نہ ہوگا -

نیاز مند

مرزا یاس

عشان آباد دکن

۱۱ دسمبر ۱۹۳۱ ع

محبی و غلصی زاد لطفکم

بعد تحفہ سلام شوق واضح ہو کہ آپ کا محبت نامہ مورخہ
 ۲۷ نومبر موصول ہوا - جواب میں تاخیر ہوئی، معاف فرمائیں - کیا معلوم
 تھا کہ مجھ ایسے خود پرست، خود بین، مغرور اور نہ معلوم کیا کیا، شخص
 کے چاہنے والے بھی پیدا ہو جائیں گے اور میری تحریروں کو جگو جگو
 کر رکھیں گے - آج مجھے اپنی دس برس قبل کی تحریر دیکھ کر (جو آپ نے
 جگو کر رکھی ہے اور یاد دہی کے لیے میرے پاس بھیجی ہے) حیرت
 ہوئی کہ اب تک محفوظ ہے - ظاہر میں تو مجھ میں اتنے عیب ہیں کہ

لکھنؤ کے ادنیٰ سے ادنیٰ شخص میں نظر نہ آئیں گے (یعنی لکھنویوں کی نگاہ میں) مگر اس کا کیا جواب ہے کہ میں اپنے عیب ہی پر والہ و شفیق ہوں کیونکہ جو کچھ بھی میرے پاس ہے وہ خلاق ازل کا دیا ہوا ہے، خواہ عیب ہو خواہ ہنر۔ لکھنؤ میرا وطن ہے۔ وہاں کی خاک سے مجھے الفت ہے (اگرچہ میری پیدائش عظیم آباد میں ہوئی) مگر کیا عرض کروں، لکھنویوں کی اخلاقی تباہی کا مجھے کتنا رنج ہے۔ بدنام کنندہ نکو نامے چند کے ہاتھوں لکھنؤ کا وقار جاتا رہا۔ نفسانیت، بغض و حسد انسان کو بہا کر کے چھوڑتے ہیں۔ خیر، خدا رحم کرے شکر ہے کہ میں لکھنؤ کی مسموم فضا سے نکل آیا۔ ویرانے میں پڑا ہوں، جنگل میں مسگل بنا رہا ہوں۔ لکھنؤ سے نکلنے کے بعد معلوم ہوا کہ جہاں میرے ہزاروں دشمن ہیں وہاں بہتیرے دوست بھی ہیں، اور وہ انسان ہی کیا جس کے دوست ہی دوست ہوں، دشمن کوئی نہ ہو۔ زندگی وہ زندگی ہے جس کے دونوں پہلو دشمن و دوست سے آباد ہوں، ورنہ انسان ناقص رہ جاتا ہے۔

(رباعی)

دل ہے بنیاد عالم کون و فساد
دل ہی نہ رہا تو زندگانی برباد
تھے دشمن و دوست سب اسی کے دم تک
دونوں پہلوئے زندگی تھے آباد

★

دشمن و دوست سے آباد ہیں دونوں پہلو
دل سلامت ہے تو گھر عشق کا برباد نہیں
کیا عجب ہے کہ دل دوست ہو مدفن اپنا
کشتہ نواز ہوں میں کشتہ بیداد نہیں

★

وہ بھی دن ہو گا کہ دشمن سہراں ہو جائے گا
 کجروی سے آپ عاجز آسکے ہو جائے گا
 آپ کی امانت واپس ہے ۔

نیاز مند

میرزا یگانہ لکھنوی

سب رجسٹرار، عثمان آباد، دکن

ابو دلامہ اور اس کی ظرافت

*

از
ملک ذوالفقار علی

ابو دلامہ اور اس کی ظرافت

ابو دلامہ عباسی دور اول کا نامور ظریف اور شاعر تھا۔ قدیم عربی ادب کی متعدد کتابوں میں اس کے لطائف موحود ہیں۔ اس کے اصل نام کے بارے میں تین مختلف روایات ہم تک پہنچی ہیں۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے جن میں سے ابو الفرج الاصفہانی، ابن خلکان، عبدالرحیم بن عبدالرحمان صاحب معاهد التنصيص، ابن قتیبہ، الامدی اور یاقوت الحموی خاص طور پر قابل ذکر ہیں نے اس کا نام زَند لکھا ہے۔ ابوالفرج الاصفہانی کتاب الاغانی میں لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس کا نام زَند قرار دیا ہے لیکن آہوں نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ یہ تصحیف ہے اور ابو دلامہ کا اصل نام زَند ہی تھا۔ ابو دلامہ کے نام کے بارے میں تیسری روایت کا ذکر خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ابو دلامہ کا نام زَند بھی روایت کیا گیا ہے لیکن خطیب بغدادی اس روایت کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ میرے خیال میں زَند والی روایت زیادہ صحیح ہے^۱۔ ایک مرتبہ ابو دلامہ سے بھی اُس کے نام کے بارے میں سوال کیا گیا تھا تو اُس نے اپنا نام زَند ہی بتایا تھا^۲۔ مندرجہ بالا بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ابو دلامہ کا اصل نام زَند تھا۔ ابو دلامہ اُس کی کنیت تھی۔ کتاب الاغانی میں روایت ہے کہ اُس نے یہ کنیت مکہ کے نواح میں واقع پہاڑ ”ابو دلامہ“ کے نام پر اختیار کی۔ یہ پہاڑ مکہ کے بالائی حصے میں ہے اور زمانہ جاہلیت میں قریش یہاں اپنی لڑکیوں کو

(۲) ”تاریخ بغداد“ ۸ : ۳۸۸ -

(۱) ”الاغانی“ ۱۰ : ۲۳۷ -

(۳) ”الاغانی“ ۱۰ : ۲۳۸ -

زندہ درگور کیا کرتے تھے^۱۔ وہ حبشی النسل تھا اور بنو اسد کا مولیٰ تھا۔ کوفہ میں مقیم ہونے کی وجہ سے الکوفی مشہور ہوا^۲۔

ابو دلامہ کے والد کا نام بالا تفاق الجون تھا^۳۔ وہ بنو اسد کے ایک فرد کا حس کا نام فضا فضا^۴ یا قضا فضا^۵ تھا آزاد کردہ غلام تھا۔ فضا فضا شاعر تھا اور اسے صحابی ہونے کا بھی شرف حاصل تھا^۶۔

ابو دلامہ کی تاریخ پیدائش کسی کتاب میں مذکور نہیں۔ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے بنو امیہ کے آخری ایام کا مشاہدہ کیا اور ایک مرتبہ سپاہی کی حیثیت سے سروان بن محمد کے لشکر میں بھی شامل ہوا^۷۔ لیکن آئے اس دور میں شہرت حاصل نہ ہو سکی۔ السفاح کے خلیفہ بننے کے بعد اس کی قسمت کا ستارہ چمکا اور تھوڑے ہی عرصے میں وہ خلیفہ کا ہمنشین و مصاحب بن گیا۔ اُس نے السفاح کے علاوہ المنصور اور المہدی کا دور خلافت بھی دیکھا اور اپنی ظرافت بذلہ سنجی اور حاضر جوابی کی بناء پر اُن سے منہ بولے انعامات پائے۔ روایت ہے کہ خلیفہ المنصور سے جس قدر انعام ابو دلامہ نے حاصل کیا کسی دوسرے شاعر کو نصیب نہ ہو سکا^۸۔

تذکرہ نگاروں نے ابو دلامہ کے حالات زندگی پر تفصیل کے ساتھ روشنی نہیں ڈالی۔ چونکہ وہ شاعر کی نسبت ظریف کی حیثیت سے زیادہ مشہور تھا اس لیے اُس کے لطائف کا تذکرہ کرنے پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ وہ

(۱) "الاعانی" ۱۰ : ۲۳۹ -

(۲) "الاعانی" ۱۰ : ۲۳۷ "معاهد التخصیص" ۱ : ۲۱۰ -

(۳) "الاعانی" ۱۰ : ۲۴۳ "وفیات" ۶ : ۱۷ "معاهد" ۱ : ۲۱۰
"معجم الادباء" ۱۱ : ۱۶۷ -

(۴) "الاعانی" ۱۰ : ۲۳۷ - (۵) "تاریخ بغداد" ۸ : ۳۸۹ -

(۶) "الاعانی" ۱۰ : ۲۳۸ - (۷) "الاعانی" ۱۰ : ۲۵۷ -

(۸) "الاعانی" ۱۰ : ۲۳۷ -

مشہور ظریف ہونے کے ساتھ ساتھ مطبوع شاعر بھی تھا۔ ہدیہ گوئی میں آسے کمال حاصل تھا^۱۔ آس نے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو ظرافت اور طنز و مزاح کے لیے وقف کر دیا۔ چنانچہ اس کے کلام میں نوادر اور دلچسپ باتیں کثرت کے ساتھ ہائی جاتی ہیں۔ آس نے جملہ فنون میں شعر کہیے لیکن وصف شراب میں آسے خاص مہارت تھی^۲۔ اپنے دور کے دیگر آزاد خیال شاعروں کی طرح وہ بھی الحاد و زندقہ کی طرف مائل تھا اور دینی اقدار کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ وہ بڑا حریص اور لالچی انسان تھا۔ حصول مالی کے لیے گھٹیا سے گھٹیا طریقے استعمال کرنے سے نہ شرماتا۔ مال و دولت کی خاطر وہ اپنی اور اپنے اہل خاندان کی ہجو سے بھی نہ چوکا۔ اگر کوئی اس کی خواہشات کو پورا نہ کرتا وہ اس بری طرح آس کی ہجو کرتا کہ آسے مال و دولت دے کر آس کی زبان بند کیے بغیر اور کوئی چارہ کار نہ دکھائی دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر بڑے بڑے افراد آس کی فرمائشوں کو فوراً پورا کر دیتے^۳۔ وہ اکثر لوگوں کے جذبات سافلہ کو مخاطب کرتا اور ہر طرح کی بے ہیودگیوں کا بلا خوف لومۃ لاثم تذکرہ کرتا۔ آس نے اپنے اشعار کے ذریعے اپنے خچر کو عربی زبان میں ضرب المثل بنا دیا ہے۔ یہ خچر تمام ممکن عیبوں کا مجموعہ تھا۔ چنانچہ عربی زبان میں مثال ہے ”اعیب من بغلة ابی دلامہ“ آس نے اپنے ایک مزاحیہ قصیدے کا انتساب اپنے خچر کے نام کیا ہے۔

ابو دلامہ کو ایک ظریف کی حیثیت سے جو شہرت حاصل ہوئی ہے آس کی بناء پر اس خدشے کا اظہار کیا گیا ہے کہ اس کے ساتھ جو لطیفے

(۲) ”تاریخ بغداد“ ۸ : ۳۸۸ -

(۱) ”تاریخ بغداد“ ۸ : ۳۸۸ -

(۴) ”مقامات حریری مقامہ“ ۳۰ -

(۳) ”وفیات“ ۶ : ۱۷ -

منسوب ہیں ان میں سے کچھ لطیفے متاخرین نے خود وضع کیے اور
اولامہ کی بحیثیت ظریف شہرت کی بناء پر اس کے ساتھ منسوب کر
دے۔

ابو دلامہ نے ۱۶۱ھ میں وفات پائی^۱۔ بعض روایات میں یہ بھی
آیا ہے کہ وہ ہارون الرشید کے دور خلافت تک زندہ رہا^۲۔ ہارون
۱۷۰ھ میں خلیفہ بنا تھا۔ لیکن پہلی روایت کو زیادہ قریں صحت قرار
دیا گیا ہے^۳۔

ابو دلامہ کا دیوان ابھی تک مرتب نہیں ہوا۔ علی بن المنجم
المتوفی ۲۸۸ھ نے اپنی تالیف ”کتاب البارع فی اختیار شعر المحدثین“
میں اس کے کلام کا انتخاب درج کیا ہے^۴۔ مزید برآں آدب و تذکرہ کی
کتابوں میں بھی اس کے حالات و لطائف کے ضمن میں اس کے اشعار کا
ذکر ہوا ہے۔ ذیل میں ہم اس کے مشہور ترین لطائف اور دلچسپ
اشعار کا تذکرہ کرتے ہیں۔

حب مروان بن محمد اور سنان خارجی کے مابین جنگ ہوئی تو
ابو دلامہ مروان بن محمد کے لشکر میں شامل تھا۔ جنگ کی ابتداء میں
سنان کے لشکر سے ایک خارجی ہادر میدان میں آیا اور اس نے مبارز
طلب کیا۔ اس کے مقابلے کے لیے مروان کے لشکر سے جتنے سپاہی نکلے
خارجی نے ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مروان یہ دیکھ کر
سخت غضبناک ہوا اور اس نے اعلان کیا کہ جو کوئی اس خارجی کو
قتل کرے گا اسے پانچ سو درہم انعام دیا جائے گا۔ متعدد سپاہیوں نے
اس رقم کے لالچ میں خارجی کا مقابلہ کیا لیکن سب کے سب مارے گئے۔

(۱) ”وفیات“ ۶ : ۳، ”معجم الادباء“ ۱۱ : ۱۶۷۔

(۲) ”وفیات“ ۶ : ۳، ”تاریخ بغداد“ ۸ : ۳۸۸۔

(۳) ”تاریخ بغداد“ ۸ : ۳۸۸۔ (۴) ”وفیات“ ۶ : ۲۷۔

مروان نے انعام کی رقم کو بڑھا کر ایک ہزار درہم کر دیا لیکن پھر بھی کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ اب اس نے انعام کی رقم پانچ ہزار کر دی۔ انہی خطیر رقم دیکھ کر ابو دلامہ کے دل میں ہوس و لالچ کے جذبات پیدا ہوئے اور اس نے فوراً میدان جنگ کی طرف ایڑ لگا دی۔ جب وہ خارجی کے قریب پہنچا تو اس کی خوفناک صورت دیکھ کر اس قدر ہیت زدہ ہوا کہ کانپنے لگا۔ خارجی نے اس وقت یہ شعر پڑھے :

و خَارِجٌ أَخْرَجَهُ حُبُّ السَّطَمِ ۚ فَرَمَنِ السَّمُوتِ وَ فِي الْمَوْتِ وَقَعَ
مَنْ كَانَ يَنْتَوِي أَهْلَهُ فَلَا رَجَعَ

ابو دلامہ یہ شعر سنتے ہی میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ جب مروان نے یہ نظارہ دیکھا تو سخت ناراض ہوا اور کہا ”اس شخص نے ہمیں ذلیل و رسوا کر دیا ہے اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ“ ابو دلامہ لوگوں کے از دھام میں گھس گیا اور اس طرح خلیفہ کے عتاب سے اپنی جان بچائی^۱۔

خلیفہ السفاح کی وفات کے بعد ایک مرتبہ ابو دلامہ خلیفہ کی بیوہ ام سلمہ کے ہاں گیا اور خلیفہ کو یاد کر کے آنسو بہانے لگا۔ ام سلمہ بھی رونے لگی اور بولی ”ابو دلامہ السفاح کی موت سے جس قدر صدمہ مجھے اور تمہیں پہنچا ہے اتنا کسی اور کو نہیں پہنچا“۔ ابو دلامہ بولا ”ام سلمہ مجھے تم سے کہیں زیادہ صدمہ ہوا ہے۔ تم نے تو خلیفہ کے ایک بیٹے کو جنم دیا ہے میں تو ایسا بھی نہیں کر سکا“۔ ام سلمہ یہ بات سن کر ہنسنے لگی۔ کہتے ہیں السفاح کے مرنے کے بعد ام سلمہ کے لبوں پر پہلی مرتبہ ہنسی اس وقت آئی^۲۔

(۱) ”الاعانی“ ۱۰ : ۲۵۷۔

(۲) ”معاهد التنصيص“ ۱ : ۲۱۳۔

ایک مرتبہ ابو جعفر المنصور کی چیچیری بن مرگنی جس کا اسم بہت صدمہ ہوا۔ المنصور جنازے میں شریک ہوا۔ جب تدفین کا وقت آیا تو اس نے ابو دلامہ کو چھیڑنے کے لیے قبر کی طرف اشارہ کیا اور کہا ”ابو دلامہ اس قبر میں داخل کیسے جانے کے لیے تم نے کس کو تیار کیا ہے۔“ ابو دلامہ نے فوراً جواب دیا ”امیر المومنین کی چیچیری بن کو۔“ المنصور یہ جواب سن کر ہنس پڑا اور بولا ”ابو دلامہ تم نے مجھے لوگوں کے سامنے رسوا کر دیا۔“

خطیب بغدادی نے بھی اس روایت کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان کے قول کے مطابق جنازہ المنصور کی بیوی حادہ بنت عیسیٰ کا تھا۔

ایک دفعہ ابو دلامہ خلیفہ المنصور کی خدمت میں حاضر ہوا اور

ذیل کے اشعار آئے سنائے :

رأيتك في المنام كسوت جلدی ثيابا جمہ و قضیت دینی
و کان بنفسجی الغز فیہا و ساج ناعم فاتم زینتی
فصدق یا قدتك النفس رؤیا رأتها فی المنام کذاک عینتی

خلیفہ نے یہ اشعار سن کر حکم دیا کہ وہ تمام اشیاء جن کا ذکر ابو دلامہ نے اپنے اشعار میں کیا ہے اسے دے دی جائیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ اگر تمہیں اس قسم کا کوئی خواب پھر آیا تو وہ غلط ثابت ہوگا۔

ابو دلامہ خوشی خوشی خلیفہ کے دربار سے نکلا اور سیدھا شراب خانے کی طرف چل دیا۔ وہاں عرصے تک شراب پیتا رہا۔ جب نشے میں دھت ہو گیا تو گھر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں گشتی دستے

(۱) ”الاعانی“ ۱۰ : ۲۷۳ ، ولیات ۶ : ۱۷۔

(۲) ”تاریخ بغداد“ ۸ : ۳۸۹۔

کے سپاہیوں نے اُس کو پکڑ لیا اور اُس سے نام پوچھا - اُس نے جواباً یہ شعر پڑھے :

دینی علی دین بنی العباس فاختم الطین علی القرباس
اذا اصطبحت اربعا بالکاس فقد اُدار شربها براسی
فهل بما قلت لکم من باس

سپاہیوں نے اُسے گرفتار کر لیا اور سیدھا خلیفہ کے پاس لے گئے - خلیفہ نے حکم دیا کہ اُسے مرغیوں کے ڈربے میں بند کر دیا جائے - جب ابو دلامہ کا نشہ کچھ اُترا تو اُس نے اپنی لونڈی اور غلام کو آوازیں دینی شروع کر دیں - لیکن جواب میں سوائے مرغوں اور مرغیوں کے کڑکڑانے کے اور کچھ نہ سن سکا - جب اُس نے بہت شور مچایا تو مرغی خانے کا محافظ آیا - ابو دلامہ نے اُس سے پوچھا کہ جہاں مجھے کون لایا ہے - اُس نے جواب دیا تم کو سپاہیوں نے نشے کی حالت میں دیکھ کر گرفتار کر لیا تھا اور خلیفہ کے حکم سے تم کو یہاں بھیجا گیا تھا - ابو دلامہ نے قلم اور دوات مسکوائی اور ذیل کے اشعار خلیفہ کو لکھ کر بھیجے :

امیر المومنین فدتک نفسی	علی ماحبستنی و خرقت ساجی
امن صہباء صافیة المزاج	کان شعاعها لهيب السراج
و قد طبخت بنار الله حتی	لقد صارت من النطف التضاج
تهنس لها القلوب و تشتهيها	اذ برزت تفرق فی الزجاج
اقاد الى السجون بغیر جرم	کافی بعض عبال الخراج
ولم معهم جست لکان سهلا	ولکنی حبست مع الدجاج
وقد کانت تخبرنی ذنوبی	بانی من عقابک غیر ناجی
علی اُی وان لاقیت شرا	نصیرک بعد ذاک الشر راجی

خلیفہ نے یہ اشعار پڑھ کر ابو دلامہ کو بلا بھیجا اور پوچھا ”ابو دلامہ تمہیں کہاں قید کیا گیا تھا“۔ اُس نے جواب دیا ”امیر المومنین مرغیوں کے ڈرے میں“ خلیفہ بولا ”تو تم رات بھر کیا کرتے رہے ہو“۔ امیر المومنین میں بھی رات بھر اُن کے ساتھ کڑکڑاتا رہا ہوں۔ خلیفہ یہ سن کر ہنس پڑا اور اُسے نہ صرف آزاد کر دیا بلکہ اُسے انعام بھی دیا۔

ابو دلامہ اور السید الحمیری ایک دفعہ اکٹھے بیٹھے شراب نوشی میں مشغول تھے کہ اچانک ابو دلامہ کی لڑکی ادھر آنکلی۔ وہ انتہائی بد صورت تھی۔ ابو دلامہ نے اُسے دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا :

فما ولدتك مريم أم عيسى ولا ربك لقمان الحكيم

اور پھر السید الحمیری کی طرف متوجہ ہوا اور کہا ”اے ابو ہاشم تم بھی کچھ کہو“۔ اُس نے یہ شعر چست کیا :

ولكن قد تضمك أم موء الى لبيبا تھا و اب ليثم

ابو دلامہ یہ شعر سن کر کھکھلا کر ہنس پڑا۔ بعد ازاں وہ کسی دن المنصور کے ہاں گیا اور اُسے یہ سارا واقعہ سنایا اور دونوں شعر بھی سنائے۔ پھر درج ذیل اشعار اُس کی مدح میں پیش کیے :

لو كان يَفتَعِدُ فوق الشمس من كرم

قوم لة يبل اقمدا وا يا آل عباس

ثم ارتقوا في شماع الشمس كلكم

الى السماء فانتم اظهروا النماز

وَقَدْ سَوَا الشَّائِمَ الْمَنْصُورَ رَأْسَكُم

فَالْعَيْنِ وَالْأَنْفِ وَالْذَّنَانِ فِي الرَّأْسِ

المنصور یہ شعر سن کر بہت خوش ہوا اور بولا ”تمہاری بیٹی کی اس کمی کو پورا کرنے کے لیے تمہیں کیا دوں“ ابو دلامہ گھر سے ایک تھیلی لے کر آیا تھا وہ نکالی اور کہا ”امیر المومنین یہ تھیلی درہموں سے بھر دیجیے۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ ابو دلامہ کی فرمائش پوری کی جائے۔ اس تھیلی میں چار ہزار درہم آئے۔ اس واقعہ سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ کتاب الاعانی میں مذکور ہے اور وہ یوں کہ ایک مرتبہ ابو عطاء السندی ابو دلامہ کے گھر گیا۔ ابو دلامہ نے اسے کھانے پر مدعو کیا۔ دونوں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ ابو دلامہ کی ایک چھوٹی سی بھی اندر سے آئی۔ ابو دلامہ نے اس کو کندھے پر بٹھا لیا۔ بھی نے فوراً پیشاب کر دیا۔ ابو دلامہ نے اس کو نیچے پٹخ دیا اور کہا :

بَدَلْتُ عَلِيًّا - لَا حُيَّةَ - ثَوْبِي فَبَالَ عَلَيْكَ شَيْطَانٌ رَحِيمٌ

فَمَا وَلَدْتُكَ مَرْيَمَ أُمِّ عِيسَى وَلَا رَبَّاكَ لِقُصْمَانَ الْحَكِيمِ

اس کے بعد وہ ابو عطاء کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اب تم کچھ کہو اس نے یہ شعر پڑھے :

صَدَقْتَ أَبَا دَلَامَةَ لَمْ تَلِدْهَا مُطَهَّرَةً وَلَا فَحْلَ كَرِيمٍ

وَلَكِنْ قَدْ حَوَتْهَا أُمُّ سَوْءٍ إِلَى كِبَاثَاتِهَا وَابِ لُسْتِيمِ

ابو دلامہ یہ شعر سن کر سخت ناراض ہوا اور قسم کھائی کہ آئندہ کبھی ابو عطاء کو شعر گوئی کی دعوت نہیں دوں گا۔

(۱) ”الاعانی“ ۱۰ : ۲۵۲ ”معادہ“ ۱ : ۲۱۱ -

(۲) ”الاعانی“ ۱۰ : ۲۵۲ ”معادہ“ ۱ : ۲۱۱ -

ایک مرتبہ ابو دلامہ کئی دنوں تک ابو جعفر المنصور کے دربار میں حاضر نہ ہو سکا۔ جب وہ آیا تو خلیفہ نے اسے سزا دینے کے لئے حکم دیا کہ وہ ہر وقت محل میں موجود رہے اور مسجد میں باجماعت نماز ادا کرے۔ خلیفہ نے ابو دلامہ کی حاضری لینے پر بھی ایک شخص کو متعین کر دیا۔ ابو دلامہ کو سخت دقت پیش آئی۔ کچھ دنوں کے بعد المنصور کا وزیر ابو ایوب الموریانی ابو دلامہ کے پاس سے گزرا تو ابو دلامہ نے اس کو ایک سر بمپر لافافہ دیا اور گزارش کی کہ اسے خلیفہ کے خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ خلیفہ نے لافافہ کھولا تو اس میں ذہل کے شعر درج تھے :

اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّ الْخَلِيْفَةَ لَزَيٍّ

بِمَسْجِدِهِ وَ الْقَصْرِ مَالِي وَ لَلْقَصْرِ

اُصْلٰی بِهٖ الْاَوَّلٰی سَعِ الْعَصْرِ دَائِمًا

فَوَيْلِيْ مِّنَ الْاَوَّلٰی وَ وَيْلِيْ مِّنَ الْعَصْرِ

وَ وَاللّٰهُ سَالِي نِّيَّةً فِیْ صَلَاتِهِمْ

وَ لَا الْبِرُّ وَ لَا الْحَسَنُ وَ الْخَيْرُ مِّنْ اَمْرِیْ

وَ مَا ضَرَّهٖ - وَاللّٰهُ يُصْلِحُ اَمْرَهُ

لَوْ اَنَّ ذُنُوْبَ الْعَالَمِیْنَ عَلٰی ظَهْرِیْ

احنصور یہ شعر پڑھ کر ہنس پڑا اور اس نے ابو دلامہ کو بلا بھیجا اور رقعہ دیکر شعر پڑھنے کے لیے کہا۔ ابو دلامہ بھانپ گیا کہ خلیفہ کا ارادہ ہے کہ شعر اس سے پڑھوا کر اس سے ان کے کہنے کا

اقرار کروائے اور پھر نماز کا مذاق اڑانے کی بنا پر آسے حد لگائے۔ چنانچہ ابو دلامہ نے رقعہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ خلیفہ بولا ”اگر تم ان اشعار کو ایک مرتبہ میرے سامنے پڑھ لیتے تو میں یقیناً تمہیں حد لگاتا۔ ابو دلامہ بولا ”امیر المومنین شعراء کے بارے میں فرمان خداوندی ”یَقُولُونَ مَا لَمْ يَأْمُرُ بِهِ الْعَدُوْنَ كَ باوجود“۔ خلیفہ یہ جواب سن کر بہت محظوظ ہوا اور نہ صرف آس پر عائد کردہ پابندیوں کو اٹھا لیا بلکہ آسے انعام دیا۔

ایک دفعہ خلیفہ المنصور نے اپنے جملہ مصاحبوں کو حکم دیا کہ وہ سیاہ لباس اور لمبی ٹوپیاں پہنا کریں اور ایک پٹی جس پر آیت ”فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ“ لکھی ہو آن کی پشت پر لگی ہو۔ مزید برآں وہ ہمہ وقت اپنی تلوار کو کمر بند میں لٹکائے رکھیں۔ خلیفہ کے اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ جب ابو دلامہ خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آس نے خریت پوچھی۔ ابو دلامہ بولا ”امیر المومنین بہت برا حال ہے“ خلیفہ نے کہا ”کیا بک رہے ہو“۔ ابو دلامہ بولا ”امیر المومنین میں نے سیاہ رنگ کا مائمی لباس پہن رکھا ہے، کتاب اللہ کو پس پشت ڈالے ہوئے ہوں، اور تلوار میری پیٹھ میں گھسی جا رہی ہے اور آپ میرا حال پوچھ رہے ہیں۔ المنصور یہ سن کر ہنس پڑا اور آسے اس نئے حکم سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ اس واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابو دلامہ نے یہ شعر کہے :

وَكُنَّا نُرَجِّي مِنْ أَسَامِ زِيَادَةَ

فَجَادَ بَطُولِ زَادَهُ فِي الْقَلَائِسِ

(۱) ”الاعانی“ ۱۰ : ۲۶۰ ، ”تاریخ بغداد“ ۸ : ۴۹۱ -

(۲) ”الاعانی“ ۱۰ :

نَرَاهَا عَلَى هَامِ الرِّجَالِ كَأَنَّهَا
دَنَانٌ يَهُودٌ جُلُتْ بِالْبَرَانِسِ

ایک مرتبہ ابو دلامہ خلیفہ المہدی نے دربار میں حاضر ہوا۔
اس وقت اس کے پاس اسماعیل بن محمد، عیسیٰ بن موسیٰ، العباس بن
محمد اور محمد بن ابراہیم وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ خلیفہ نے ابو دلامہ کو
مخاطب کر کے کہا ”میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر تم نے اہل مجلس میں
سے کسی ایک کی ہجو نہ کی تو تمہاری زبان کٹوا دوں گا۔ ایک روایت
میں ہے کہ تمہاری گردن کٹوا دوں گا۔ حاضرین مجلس نے اس پر ترس
کھاتے ہوئے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں ہجو کی اجازت دے دی۔
لیکن اس نے اس مصیبت سے نکلنے کا یہ طریقہ نکالا کہ اپنی ہجو شروع
کردی، اور یہ شعر پڑھے :

أَلَا أَبْلَغَ إِلَيْكَ أبا دَلَامَةَ فليس من الكرام ولا كرامة
إذ لبس العمامة كان قرداً وخنزيراً إذا نزع العمامة
جمعت دمامة وجمعت لؤساً كذاك اللؤم تسمع الدمامة
فإن تك قد أبيت نعيم دُنيا فلا تفرح فقد دنت القيامة
ابو دلامہ کی ذہانت حاضر دماغی سے جملہ اہل مجلس بہت خوش
ہوئے اور ان سب نے اس کو انعام دیا۔^۱

خلیفہ المہدی کے چچا عبداللہ بن علی نے ۸۱۳ھ میں اس کے
خلاف علم بغاوت بلد کیا تھا۔ المہدی نے اس کے مقابلے کے لیے روانہ
ہوئے والے لشکر میں ابو دلامہ کو بھی شامل کر دیا۔ ابو دلامہ یہ

(۱) ”الاعانی“ ۱۰ :

(۲) ”الاعانی“ ۱۰ : ۲۷۰ -

معلوم کر کے بہت گھبرایا۔ فوراً خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ”امیرالمومنین مجھے اپنے کسی لشکر کے ساتھ روانہ کرنے کی غلطی نہ کیجیے گا۔ میں اس سے بیشتر و لشکروں میں شریک ہوا ہوں اور وہ سب کے سب خائب و خاسر واپس آئے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کا لشکر دسواں ناکام لشکر ثابت ہو۔ المہدی ابو دلامہ کی یہ بات سن کر ہنس پڑا اور آسے لشکر کی ہمراہی سے مستثنیٰ کر دیا۔^۱

ایک دفعہ ابو دلامہ خلیفہ المہدی کے دربار میں حاضر ہوا۔ خلیفہ نے آسے اپنی حاجات بیان کرنے کے لیے کہا۔ ابو دلامہ بولا ”امیرالمومنین مجھے ایک شکاری کتا دے دیجیے۔“ خلیفہ یہ بات سن کر ناراض ہو گیا اور کہنے لگا ”تم عجب انسان ہو میں تمہیں کوئی ضرورت بیان کرنے کے لیے کہہ رہا ہوں اور تم مجھ سے ایک شکاری کتا طلب کر رہے ہو۔“ ابو دلامہ بولا ”امیرالمومنین مجھے جس چیز کی ضرورت تھی میں نے وہی مانگی ہے۔“ خلیفہ نے حکم دیا کہ ابو دلامہ کو ایک شکاری کتا دے دیا جائے۔“ اب ابو دلامہ کہنے لگا ”امیرالمومنین آپ نے مجھے شکاری کتا تو دے دیا۔ کیا میں شکار کے لیے پیدل جایا کروں گا۔“ خلیفہ نے یہ سن کر۔ اس کے لیے ایک سواری مہیا کرنے کا حکم دیا۔ اب ابو دلامہ نے کہا ”امیرالمومنین ان کی نگہداشت کون کرے گا“ خلیفہ نے کہا ”اسے ایک غلام دے دیا جائے۔“ ابو دلامہ بولا ”امیرالمومنین جب میں شکار کے بعد گھر لوٹوں گا تو گوشت کون پکائے گا۔“ خلیفہ نے حکم دیا کہ ابو دلامہ کو ایک لونڈی بھی دے دی جائے۔ اب ابو دلامہ بولا ”امیرالمومنین کیا یہ سب صحرا میں رات بسر کیا کریں گے۔“ خلیفہ نے کہا

”ابو دلامہ کو ایک مکان بھی دیا جائے۔“ ابو دلامہ بولا ”امیر المومنین آپ نے مجھ پر پورے کنتے کا بوجھ لا دیا ہے۔ یہ سب کھائیں گے کہاں سے۔“ خلیفہ بولا ”میں تمہیں ایک ہزار جریب آباد (عامر) اور ایک ہزار جریب غامر (غیر آباد) زمین دیتا ہوں۔ ابو دلامہ بولا ”امیر المومنین عامر کے معنی تو میں سمجھتا ہوں لیکن غامر سے کیا مراد ہے۔“ خلیفہ بولا ”غامر اُس زمین کو کہتے ہیں جس میں کچھ نہ آگتا ہو۔“ ابو دلامہ بولا ”امیر المومنین میں آپ کو صحرا میں ایک ہزار جریب غیر آباد زمین دیتا ہوں اور اُس کے عوض صرف ایک جریب عامر زمین کا مطالبہ کرتا ہوں۔“ خلیفہ بولا ”کہاں۔“ ابو دلامہ نے کہا ”بیت المال میں۔“ خلیفہ نے اپنے مصاحبین سے کہا ”بیت المال سے خزانے کو اٹھا لو اور اسے ایک جریب زمین دے دو۔“ ابو دلامہ بولا امیر المومنین اگر خزانے کو اٹھا لیا گیا تو وہ زمین عامر نہیں رہے گی بلکہ غامر ہو جائے گی۔ خلیفہ یہ بات سن کر بہت مخطوط ہوا۔^۱

جب المہدی ری سے بغداد آیا تو ابو دلامہ اسے مبارک باد دینے کے لیے اُس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ المہدی نے خیریت پوچھی تو اُس نے یہ شعر پڑھے :

اِنِّیْ حَلَفْتُ لَنْ رَأُیْتُکَ سَالِمًا
بِقُرَى الْعِرَاقِ وَانْتَ ذُو وَدَّعٍ
لِتُصَلِّیَنَّ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ
وَلِتَمْلَأَنَّ دِرَاهِمًا حِجْرَی

المہدی یہ شعر سن کر بولا ”میں“ تمہاری پہلی قسم تو پوری

کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن دوسری قسم کے لیے راضی نہیں۔“ ابو دلامہ بولا ”میں آپ کے قربان جاؤں۔ یہ دو ایسی باتیں ہیں کہ ان کے مابین تفریق جائز نہیں۔“ خلیفہ نے حکم دیا کہ ابو دلامہ کی گود کو دراہم سے بھر دیا جائے۔^۱

خلیفہ المہدی اور علی بن سلیمان ایک مرتبہ شکار کے لیے گئے۔ ابو دلامہ بھی ان کی معیت میں تھا۔ المہدی نے ایک میرن کو نشانہ بنایا اور اسے شکار کر لیا۔ علی بن سلیمان نے بھی ایک میرن کو تیر مارا لیکن نشانہ چوک گیا اور ہرن کی بجائے شکاری کتوں میں سے ایک کتا ہلاک ہو گیا۔ المہدی یہ نظارہ دیکھ کر ہنسنے لگا اور اس نے ابو دلامہ سے کہا ”اس واقعے کے بارے میں کیا کہتے ہو“ ابو دلامہ نے فوراً یہ شعر پڑے :

قَدْ رَمَى الْمَهْدِيُّ ظَبِيًّا شَكَّ بِالسَّهْمِ فُؤَادَهُ
وَعَلَىٰ بْنِ سُلَيْمَانَ رَمَىٰ كَلْبًا فَصَادَهُ
فَهَنِيئًا لَّكُمَا، كُلُّ أَمْرٍ بِأَكْلٍ زَادَهُ
خلیفہ نے یہ شعر سن کر ابو دلامہ کو ۳ ہزار دینار انعام میں دیے۔^۲

ابو دلامہ ایک مرتبہ المہدی کے پاس گیا اور کہا ”امیر المومنین میری بیوی ام دلامہ فوت ہو گئی ہے اور میں دنیا کی ٹھوکریں کھانے کے لیے اکیلا رہ گیا ہوں۔“ خلیفہ نے بہت افسوس کا اظہار کیا اور حکم دیا کہ اسے ایک ہزار درہم دیے جائیں تاکہ وہ ایک لونڈی خرید لے۔ اسی وقت ام دلامہ ملکہ خیزران کے پاس گئی اور کہا

(۱) ”الاعانی“ ۱۰ : ۲۶۵ -

(۲) ”الاعانی“ ۱۰ : ۲۷۰ ”تاریخ بغداد“ ۸ : ۴۹۲ ”وفیات“ ۶ : ۲۸ -

”ملکہ عالیہ ابو دلامہ وفات پا گیا ہے اور میں دنیا کی مصیبتیں برداشت کرنے کے لیے اکیلی رہ گئی ہوں۔“ ملکہ نے بیٹی اس کو ایک ہزار درہم دیے۔ جب خلیفہ ملکہ کے پاس گیا تو اس پر رنج و الم کے نشانات ہویدا تھے۔ خیزران نے خیریت پوچھی تو خلیفہ نے کہا ”ابو دلامہ کی بیوی وفات پا گئی ہے اس لیے غمگین ہوں۔“ خیزران بولی ”امیرالمومنین ام دلامہ تو فوت نہیں ہوئی بلکہ ابو دلامہ فوت ہوا ہے“ یہ سن کر خلیفہ بولا ”اللہ تعالیٰ ابو دلامہ اور ام دلامہ دونوں ہلاک کرے۔ انہوں نے ہمیں دھوکا دیا ہے۔“^۱

ابو دلامہ خلیفہ المہدی کے دربار میں حاضر ہوا۔ سامہ الوصیف^۲ بھی خلیفہ کے پاس موجود تھا۔ ابو دلامہ نے اسے دیکھ کر کہا ”امیرالمومنین یہ سامہ آپ کے پاس کھڑا ہے۔ اس کی عمر ۸۰ برس کی ہے۔ لیکن آپ اسے الوصیف کہہ کر پکارتے ہیں۔ اگر ۸۰ برس کا بوڑھا وصیف ہو سکتا ہے تو میرا بوڑھا گھوڑا کیونکر بچھیرا نہیں ہو سکتا۔ خلیفہ یہ سن کر ہنس پڑا۔ سلمہ نے ابو دلامہ کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ خلیفہ نے سلمہ کو کہا ”اگر ابو دلامہ نے ایسی بات کسی مجلس میں کہہ دی تو تم رسوا ہو جاؤ گے۔ بہتر ہے کہ تم ایک ہزار دینار دے کر اس کی زبان بند کر دو۔ سلمہ نے خلیفہ کی بات مان لی اور ابو دلامہ نے وعدہ کیا کہ آئندہ ایسی بات کبھی نہیں کروں گا۔“^۳

روح بن ہاتم المہلی والی بصرہ خراسانیوں کے ساتھ جنگ کے لیے گیا۔ ابو دلامہ بھی اس کی فوج میں موجود تھا۔ جنگ کی ابتداء

(۱) ”تاریخ بغداد“ ۸: ۴۹۳۔

(۲) وصیف کے نفوی معنی نوجوان لڑکے یا ملازم کے ہیں۔ عباسی خلفاء جملہ ملازموں کو الوصیف کہا کرتے ہیں۔

(۳) ”معاهد“ ۱: ۲۱۵۔

میں دشمن کی صفوں سے ایک بہادر نکلا اور اُس نے مبارز طلب کیا۔
 یکے بعد دیگر کئی سپاہی اُس کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلے لیکن سب
 کے سب مارے گئے۔ اب روح نے ابو دلامہ کو اُس کے مقابلے کے لیے
 جانے کا حکم دیا۔ ابو دلامہ نے معذوری کا اظہار کیا۔ جب وح
 نے اصرار کیا تو اُس نے یہ شعر پڑھے :

اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرُوْحِ اَنْ یُّقَدِّمَنِیْ اِلِی الْقِتَالِ فِیْخِزِیْ بِیْ بِنُوَاسِدِ
 اَنَّ الْمَهْلَبَ حُبُّ الْمَوْتِ اَوْرِ ثَمَمٌ وَلَمْ اَرِثْ اِلَّا حُبَّ الْمَوْتِ مِنْ اَحَدِ
 اَنَّ الدُّنُوْا اِنِّیْ اِلَّا عَدَاۗءُ اَعْلَمُہُ مَا یَفْرِقُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَ الْجَسَدِ

روح نے یہ اشعار سننے کے باوجود اصرار کیا اور کہا کہ اگر
 تم میدان جنگ سے اس قدر خائف ہو تو خلیفہ ہے تنخواہ کیوں لیتے
 ہو۔ ابو دلامہ نے جواب دیا ”اگر میں میدان جنگ میں گیا تو دوسرے
 سپاہیوں کی طرح فوراً قتل ہو جاؤں گا۔ میری شرط ملازمت یہ نہیں ہے
 کہ میدان میں مارا جاؤں بلکہ یہ ہے سلطان کا دفاع کروں۔“ روح
 نے قسم کھا کر کہا کہ تمہیں ضرور میدان میں جانا پڑے گا۔ یا تو
 دشمن کو قتل کر ڈالو یا آسے گرفتار کر کے لے آؤ اور یا خود قتل
 ہو جاؤ۔“ جب ابو دلامہ نے روح کو اپنی بات پر مصر پایا تو کہنے
 لگا ”اے امیر یہ میری زندگی کا آخری دن ہے میں سفر آخرت پر روانہ
 ہونے سے پیشتر کچھ زاد راہ لینا چاہتا ہوں“ امیر روح نے حکم دیا
 کہ اس کے لیے کھانے کا انتظام کر دیا جائے۔ ابو دلامہ نے ایک روٹی،
 کچھ پھل، بھنا ہوا گوشت، مرغ اور شراب کا ایک سٹکا لے لیا اور
 تلوار سونت کر دشمن کی طرف بڑھا۔ جب وہ مد مقابل کے قریب پہنچا
 تو اُس نے تلوار نیام میں ڈال لی اور بولا ”دیکھو جلدی نہ کرو۔“

پہلے میری باتیں غور سے سن لو۔“ کیا تم مجھے جانتے ہو؟ اس نے کہا ”ہیں۔“ ابودلامہ نے اپنا نام بتایا تو وہ بولا ”تم نے یہ دیکھنے کے باوجود کہ میں نے تمہارے کئی ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے میرے مقابلے پر آنے کی جرات کیوں کی۔“ ابو دلامہ بولا میں تمہارے ساتھ لڑنے کے لیے تو نہیں آیا۔ میں تو تمہیں اپنا دوست بنانے آیا ہوں۔ اگر چاہو تو تمہیں ایسی بات بتاؤں جو میری اور تمہاری جنگ سے بہتر ہے۔“ اس نے کہا ”بتاؤ۔“ ابو دلامہ بولا ”ہمیں خراسان اور عراق سے کیا کام آؤ مل کر کھانا کھائیں۔ میرے پاس بھنا ہوا گوشت اور شراب موجود ہے۔ کھانے کے بعد میں تمہیں شعر سناتاؤں گا۔ ابو دلامہ کا مد مقابل بولا ”اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔“ چنانچہ وہ دونوں میدان جنگ سے نکل گئے۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو ابو دلامہ نے اپنے ساتھی سے کہا ”روح بڑا شریف انسان ہے۔ اگر تم اس کی اطاعت قبول کر لو تو تمہیں خوب انعام دے گا۔“ اس نے ابو دلامہ کی بات مان لی۔ ابودلامہ اپنے مبارز کو ساتھ لے کر اچانک اپنے لشکر میں داخل ہوا اور روح کے سامنے پیش ہوا۔ روح نے ہوجھا ”ابودلامہ تم کہاں چلے گئے تھے۔“ جواب دیا ”میں آپ کے فرمان کی تعمیل میں کوشاں تھا۔ اس شخص کو قتل کرنا میرے بس کا روگ نہ تھا۔ میں اپنی جان سے بھی ہاتھ نہیں دھونا چاہتا تھا۔ بے نیل مرام واپس آنے سے بھی آپ کی بنا پر خائف تھا۔ لہذا میں اپنے مقابل کو آپ کے کرم کا اسیر بنا کر لے آیا ہوں۔ آپ کی جانب سے میں نے اس کے ساتھ ان ان چیزوں کا وعدہ کیا ہے۔ روح نے ابودلامہ کے وعدوں کو پورا کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ اس طرح ابودلامہ

اس مشکل سے نکلا اور اس نے اپنی جان بھائی۔^۱

ایک مرتبہ ابودلامہ کا لڑکا بیمار پڑ گیا۔ اس نے طبیب کو علاج کے لیے بلایا اور ایک مخصوص رقم بطور اجرت دینے کا وعدہ کیا۔ جب لڑکا شفا یاب ہو گیا تو اس نے طبیب سے کہا کہ میرے پاس تمہیں دینے کے لیے بھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔ ہاں اگر تم فلاں یہودی کے خلاف نالش کردو کہ اس نے تمہارا قرض دینا ہے تو میں اور میرا لڑکا دونوں تمہارے حق میں گواہی دین گے اور اسی طرح تمہیں مطلوبہ رقم مل جائے گی۔ چنانچہ طبیب قاضی کوفہ کی عدالت میں حاضر ہوا اور یہودی پر رقم کا دعویٰ کر دیا۔ یہودی نے انکار کیا۔ طبیب بولا میرے پاس گواہ موجود ہیں۔“ قاضی نے حکم دیا کہ گواہوں کو پیش کیا جائے۔ ابودلامہ اور اس کا لڑکا طبیب کی جانب سے گواہی دینے کے لیے قاضی کے سامنے آئے۔ ابو دلامہ کو خدشہ تھا کہ کہیں قاضی اس سے خلف نہ اٹھوائے۔ چنانچہ اس نے فوراً یہ شعر پڑھ:

ان الناس غطونی تقطیت عنہم و ان یحشو عنی ففیہم مباحث
و ان یشو بئری نبث بئارہم لیلعم قوم کیف تلک النبائث
ان اشعار کے بعد ابو دلامہ اور اس کے لڑکے دونوں نے شہادت دی۔ قاضی اصل معاملہ بھانپ گیا اور اس نے طبیب کو مطلوبہ رقم اپنی جیب سے ادا کر دی۔^۲

”کتاب الاغانی“ اور دیگر کتابوں میں مندرجہ بالا اشعار کے بارے میں ایک اور روایت بھی مذکور ہے اور وہ یہ کہ ایک مرثیہ ابو دلامہ کی ایک پڑوسن کا ایک گدھے کی ملکیت کے بارے میں کسی شخص سے جھگڑا ہو گیا۔ ابودلامہ اپنی پڑوسن کی جانب سے

شہادت دینے کے لیے قاضی ابن ابی لیلیٰ کی عدالت میں حاضر ہوا۔ شہادت دینے سے پہلے قاضی کو مخاطب کر کے کہا ”قاضی صاحب پہلے وہ شعر سن لیجئے جو میں نے ابھی ابھی کہے ہیں“۔ چنانچہ اس نے یہ شعر سنائے۔ قاضی بھانپ گیا کہ معاملہ ہے۔ اس نے اس مسئلہ کا حل یہ نکالا کہ عورت سے گدھا ایک سو درہم میں خود خرید لیا اور دوسرے دعویدار کو اپنی جانب سے ہبہ کر دیا اور اس طرح ابودلامہ کی زبان سے اپنے آپ کو بچایا۔^۱

ابن خلکان نے ابن شبہ کی کتاب اخبار البصرہ کے حوالے سے درج کیا ہے کہ ابو دلامہ نے سعید بن دعلج والی بصرہ کو اپنے چچہ بھائی کے ہاتھ درج ذیل شعر لکھ کر بھیجے :

اِذَا جِئْتَ الْأَمِيرَ فَقُلْ سَلَامٌ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ الرَّحِيمِ
وَأَمَّا بَعْدُ ذَاكَ فَلِیْ غَرِیمٌ مِنْ الْأَعْرَابِ قَبِیحٌ مِنْ غَرِیمٍ
لَهُ الْفُتُوحُ عَلَى وَنَصَبٌ آخَرُ وَنَصَفُ النِّصْفِ فِیْ صَبْکِ قَدِیمٍ
دَرْهُمٌ مَا التَّفْعَةُ لَهَا ، وَلَكِنْ وَصَلْتُ رَهْمًا شَبِیْخٌ بَنِیْ تَمِیمٍ
ابن دعلج نے یہ شعر پڑھ کر ابودلامہ کی مطلوبہ رقم فوراً اس کو بھیجوا دی اور اس طرح ابو دلامہ کی طلاق لسانی سے اپنے آپ کو محفوظ کیا۔

ایک مرتبہ ابو دلامہ کوفہ کے ایک کھجور فروش کی دوکان کے پاس سے گزرا اور اس سے کہا ”میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تم نے مجھے کئی ٹوکریاں کھجوریں ہدیۃ دی ہیں۔ دوکاندار ابو دلامہ کی زبان سے اس قدر خائف تھا کہ اس نے فوراً دو ٹوکریاں کھجوریں اس کی خدمت میں پیش کر دیں۔^۲

(۱) ”الاعانی“ ۱۰ : ۲۵۱ ، ”معاهد“ ۱ : ۲۱۱ ، ”تاریخ بغداد“ ۸ : ۳۹۰۔

(۲) ”وفیات“ ۶ : ۱۷۔

موسیٰ بن داؤد نے جب حج پر جانے کا ارادہ کیا تو ابو دلامہ سے کہا اگر تم میرے ساتھ حج پر جانے کے لیے تیار ہو جاؤ تو تمہیں دس ہزار درہم دیں گا۔ ابو دلامہ نے کہا ”لاؤ“۔ اس نے رقم دے دی۔ ابو دلامہ یہ مال لے کر بھاگ گیا اور شراب نوشی اور عیاشی پر اندھا دھند خرچ کرنے لگا۔ موسیٰ نے اس کو ڈھونڈنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اس کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔ ادھر حج کا وقت قریب آ گیا۔ چنانچہ حج کے فوت ہو جانے کے ڈر سے وہ مکہ کی طرف چل دیا۔ جب قادسیہ کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ابو دلامہ نشے میں دھت ایک ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے اپنے مصاحبین کو حکم دیا کہ ابو دلامہ کو گرفتار کر لو اور محل میں بٹھا کر اپنے ساتھ لے چلو۔ چنانچہ ابو دلامہ کو گرفتار کر لیا گیا اور قافلے آگے کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابھی تھوڑا ہی آگے بڑھے تھے کہ ابو دلامہ نے موسیٰ کو مخاطب کر کے یہ پڑھے :

یا ایہا الناس قو لوا اجمعین معاً صلی اللہ علی موسیٰ بن داؤد
 کان دیبا جتی خدیہ من ذهب اذا بدالک فی اثوابہ السود
 انی اعوذ بذاؤد واعظمہ من ان اکلف حجا یا ابن داؤد
 انبت ان طریق الحج معطشۃ من السراب وما شرابی بتصرید
 واللہ مافی من اجر فطلبہ ولا الشناء علی دینی محمود
 موسیٰ نے یہ شعر سن کر کہا ”اس پر اللہ کی لعنت ہو اسے

محل سے گرا دو اور جہاں جانا چاہے جانے دو۔^۱

مصادر

- ابو الفرج : الاصفهاني : كتاب الاغانى ١٠ : ٢٣٤٠ بعد بيروت ١٩٥٤
- ابن خلكان : وفيات الاعيان ٦ : ١٤٠٠ بعد -
- ابن قتيبة : الشعر و الشعراء ٢ : ٤٥١٠ قاهره ١٣٦٦ -
- ابن النديم : الفهرست ١٣٣
- ابن المعتز : طبقات الشعراء ٥٣
- عبدالرحيم بن عبدالرحمان : معاهد التضييى ١ : ٢١٠٠ بعد
- الآمدى : المؤلف و المختلف ١٩٢ قاهره ١٣٨١ هـ
- خطيب البغدادي : تاريخ بغداد ٨ : ٣٨٨٠ بعد قاهره ١٣٣٩ هـ
- ابن الحماد : شذرات الذهب ١ : ٢٣٩٠ قاهره ١٣٥٠ هـ
- ياتوت الحموى : معجم الادباء ١١ : ١٦٤٠ قاهره
- الحري : مقامات مقامه ٣

تجھے ہے اپنی عبادت اوپر^۱ نظر لبکت
میں اس کے فضل کے اوپر نگاہ کرتا ہوں
مثال رشتہ تسبیح روز و شب^۲ حاتم
چھپے چھپے میں کئی^۳ دل میں راہ کرتا ہوں

زمین طرحی در ۱۱۶۹ھ

اس کی قدرت کا دند کرنا ہوں روز نوروز و عید کرنا ہوں
میرا احوال فقر مت بوجھو زہد مثل فرید کرنا ہوں
روز بازار ملک ہستی میں جنس عیبان خرید کرنا ہوں
فتح کرنے کو قلب دل کا حصار نبغ ہمت کلبند کرتا ہوں
بس کہ میں شہنہ شہادت ہوں دل کو ہر دم^۴ شہید کرنا ہوں
نہ میں سنی نہ شمعہ نے کافر ایک لعن یزید کرنا ہوں
شیخ نو گو کہ بیر زادہ ہے ہر تجھے میں مرید کرنا ہوں
اپنے احسان خلق سے حاتم آدمی کو عیبند کرنا ہوں

زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

ہم وہ جب ہم شراب ہونے ہیں کئی مرغے کباب ہوتے ہیں
قہر کرتے ہیں مجلسوں میں بتاں جس گھڑی بے حجاب ہوتے ہیں
کون جانے ہے غیر زلف صنم دل میں جو بسح و تاب ہوتے ہیں
گھر بگھر وہ ہے مست عشوہ و ناز در بدر ہم خراب ہوتے ہیں
دل ہی جانے ہے اس کی لذت کو جس مزے کے عتاب ہوتے ہیں
جو گزرتے ہیں مرے دل میں خیال آنکھ کھلتے ہی خواب ہوتے ہیں
اس کے دندان کو دیکھ کر حاتم موتی حسرت سے آب ہوتے ہیں

(۱) عبادات پر - (۲) دیکھ لے - (۳) کسی - (۴) اپنے -

[انتخاب حاتم ' حسرت صفحہ ۳۰-۳۱] -

زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

ابر میں دیکھ کھنارے سے بہار دامن
 برق ہوق ھے ترے آ کے نثار دامن
 ہاتھ سے دشت جنوں میں تیرے عاجز آیا
 خار پاؤں سے نکالوں میں تہ خار دامن
 کم طرح چاک کروں جان^۱ کہ ھے ترک^۲ ادب
 ھے گریباں میں نشانی ترا^۳ تار دامن
 گھیر جامہ کا ہت دیکھ کے دل ڈرتا ھے
 کہ ببادا ہو کمر پر تری بار دامن
 رشتہ عمر دراز اپنا میں کوتاہ کروں
 آوے یہ تار اگر تیرے بکار دامن
 جب سوار ہو کے تو نکلے تو جلو میں دوڑیں
 جامہ زیبان جہاں لے کے کھنار دامن
 سرمہ جسم کسروں اپنی بہ منت حاتم
 ہاتھ آوے جو کبھو اس کا غبار دامن

زمین میر سوز ۱۱۶۹ھ

ملا دئے خاک، میں خدا نے ہلک کے لکے میں شاہ لاکھوں
 جنہوں کے ادنا غلام رکھتے تھے اپنے چاکر سپاہ لاکھوں
 نماز و روزے، زکات و حج پر نہیں ھے موقوف کچھ اے زاہد
 جدھر کو جاوے اودھر کو ہیں گے خدا کے ملنے کے راہ لاکھوں
 سنا ھے میں نے کہ تو نے میرا کیا ھے شکوہ کسی سے ظالم
 تیرے ہم اور مری وفا کے جہاں میں ہیں گے گواہ لاکھوں

عجب تماشا ہے کس سے کہجے اثر نہیں سنگدل کے دل میں
 کروں ہوں یارو میں ایک دم میں ہزاروں نالے و آہ لاکھوں
 کرے ہے فریاد ایک عالم گلی میں اس کی ہے شور محشر
 جو ایک ہووے تو کیجے انصاف اس کے ہیں داد خواہ لاکھوں
 کروڑ باری میں سو طرح سے کہا کہ ”کہا اور کھلا“ نہ مانا
 کوئی تو لیوے گا چھین تجھ سے تو جوڑ حشمت پناہ لاکھوں
 یہ مصرعہ سوز سن کے حاتم کہے ہے ناصح سے اے عزیزو
 ”امید بخشش ہے جب سے ہم کو کیے ہیں ہم نے گناہ لاکھوں“

زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

رسوا و خراب کُو بکُو ہو تب عشق سے جا کے دو بدو ہو
 آئینہ مثال دل کر اپنا اس وجہ سے اس کے رو برو ہو
 جوں شانہ کرے توسینہ صد چاک تب محرم زلف سو بمو ہو
 لیلہی منشاں ملیں تب حاتم جب قیس صفت تو ہو ہو ہو

زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

ہم کو کب انتظار ہے فصل بہار ہو نہ ہو
 داغ جگر شکفتہ ہباد گل بہ کنار ہو نہ ہو
 درد تو میرے پاس سے مرتے تلک نہ جائیو
 طاق صبر ہو نہ ہو تاب قرار ہو نہ ہو
 صبح تو ہوئی ہے دیر کیا تیری بلا سے ساقیا
 جام شراب تو تو دے ہم کو خمار ہو نہ ہو
 تیر نگہ لگا کے تم کہتے ہو پھر لگا نہ خوب
 میرا تو کام ہو گیا سینے کے ہار ہو نہ ہو

طالب یک نظارہ ہوں اتنا بھی مجھ سے ہیر کیا
 مونہہ تو سری طرف کو ہو گو کہ دو چار ہو نہ ہو
 حلقہ در ہے حلقہ زن کوئی بھلا خبر تو لو
 دل مرا شادی سرگ ہے، ہے وہی یار ہو نہ ہو
 حاتم اگر کہہ کرے شکوہ نہ کر خدا سے ڈر
 فدوی جاں نثار ہے تو بھی ہزار ہو نہ ہو

۵۱۱۶۹

درد دل میری آہ سے ہو چھو سبب اس کی نگاہ سے ہو چھو
 معی ے سرقی بتاب اس تفاعل پناہ سے ہو چھو
 باعث تیرہ بختی عالم اس کی زلف سیاہ سے ہو چھو
 س کی تیغ ستم کا شرح و بیان جا کسی بے گناہ سے ہو چھو
 اس کے مکھڑے کی روشنی کی صفت مجھ سے کیا سہر و ماہ سے ہو چھو
 گرہ و نالہ و فغان کیوں ہے یہ سرے دل کی چاہ سے ہو چھو
 حسن سے کیوں ہے عشق کا دعویٰ حق ہے شاہد گواہ سے ہو چھو
 کیا کہیں اس کا گھر ہے کون سے ملک تھک گئے ہم تو راہ سے ہو چھو
 قبلہ، حاتم کدھر ہے راست بتا حاکم کسی کجکلاہ سے ہو چھو

زمین طرحی ۵۱۱۶۹

کس ستم گر کا گنہ گار ہوں اللہ اللہ
 کس کے تیروں سے دل افکار ہوں اللہ اللہ
 اس کے ہانہوں سے نہ جیتا (ہوں) نہ میں مرقاہوں
 کس مصیبت میں گرفتار ہوں اللہ اللہ

خضر اب دور کر آئے سے مرے آب حیات
 کس کے ہوسے (کا) طلب گار ہوں اللہ اللہ
 کیوں نہ آنکھوں میں رکھے مجھ کو زلیخا بھی عزیز
 کیسے یوسف کا خریدار ہوں اللہ اللہ
 ہمک حسن سے اس لب کے مزے لوٹوں ہوں
 کس نمکدان کا نمک خوار ہوں اللہ اللہ
 نرگس اب ہم سے نہ کر دعویٰ ہم چشمی تو
 کس کی لرگس کا میں بیمار ہوں اللہ اللہ
 اتنا کہتا بھی نہیں کون یہ چلاتا ہے
 کب سے نالاب پس دیوار ہوں اللہ اللہ
 خواب میں بار نے آ مجھ کو جکایا حاتم
 کس قدر طالع بیدار ہوں اللہ اللہ

زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

اشک^۱ نکلے ہے کبھو لعل^۲ و کبھو دردانہ
 ہے نہاں^۳ چشم کے پردے میں جواہر خانہ
 قبض اور بسط سے دل غنچہ و گل کی مانند
 دونو صورت ہے کہے شیشہ و کہہ پیاہ
 ترے اے عشق تماچے سے خدا ہی حافظ
 دونو مجبور ہیں کیا عاقل و کیا دیوانہ
 ترے ہاتوں^۴ سے نہ عاشق کو نہ معشوق کو چین
 دونو جلتے ہیں ادھر شمع ادھر پروانہ

(۱) لعل - (۲) اشک -

(۳) یہاں [التغاب حاتم] حسرت صفحہ ۴۰، مجموعہ نغز صفحہ ۱۹۰ ج ۱ -

(۴) ہاتھ تیرے (مجموعہ نغز صفحہ ۱۹۰) -

حسن اور عشق کے ہم فیض قدم کے صدقے
 دونو آباد ہیں ہم گلشن و ہم ویرانہ
 کعبہ و دیر میں اے شیخ تفاوت کیا ہے
 دونو ان گھر کا وہی ایک ہے صاحب خانہ
 قیس و فرہاد ابھی خواب عدم سے چونکیں
 دولو اے حاتم اگر میرا سنیں افسانہ

زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

کیہو جو گھر سے وہ حشمت بہا نکلتے ہے
 تو جیسے عیسٰی کے دن بادشاہ نکلتے ہے
 میں ناتوان ہوا اس قدر کہ مدت سے
 لہ لہ سے نالہ نہ سینے سے آہ نکلتے ہے
 گلی میں اس کی نہ دیکھا کیہو کسی کو مگر
 اجل گرفتہ کوئی گاہ گاہ نکلتے ہے
 کسی کی زلف کے سودا میں آج چشموں سے^۱
 جگہ سر شک کے خون سیاہ نکلتے ہے
 طلب میں حق کی جو کعبے کو جانے ہے اے شیخ
 تو اپنے گھر سے عبث خواستواہ نکلتے ہے
 جو جی میں آوے تو ٹک جہانک اپنے دل کی طرف
 کہ اس طرف کو ادھر سے بھی راہ نکلتے ہے
 زبان خلق سے حاتم عجب تماشا ہے
 جدھر وہ نکلتے ادھر واہ واہ نکلتے ہے

(۱) بول [انتخاب حاتم 'حسرت صفحہ ۴۱]۔

(۲) کسو کے زلف کے سودے میں آج آنکھوں سے (مجموعہ نثر 'صفحہ ۱۹۱)۔

زمین طرحی ۵۱۱۶۹

نہ تن میں استخوان نے رگ رہی ہے لبوں پر کیونکہ جان اب لگ رہی ہے
 ہمیں ہو چھو تو ہستی سے عدم تک مسافت کیا ہے، ہاں اک رگ رہی ہے
 تمہاری یاد میں اے شعلہ خویاں زبان شمع پر لو لگ رہی ہے
 ہمیں یک عمر سے کوچے میں اس کے تلاش ہائے بوس سگ رہی ہے
 نہ جا اس کی طرف تو آج حاتم
 وہاں شمشیر ابرو لگ رہی ہے

زمین طرحی ۵۱۱۶۹

مجھے کیا دیکھ کر تو بک رہا ہے
 ترے ہاتھوں کلیجہا پک رہا ہے
 جہاں کیونکر نہ ہو نظروں میں تاریک
 ترا منہ زلف نیچے دھک رہا ہے
 تمہاری ناقدر دانی کا افسوس
 ہمارے جی میں مرنے تک رہا ہے
 خدا کے واسطے اس سے نہ بولو
 نشے کی لہر میں کچھ بک رہا ہے
 پھرا اب تک نہیں حاتم کا قاصد
 خدایا راہ میں کیا تھک رہا ہے

۵۱۱۶۹

غم و اندوہ میں دل گھر رہا ہے فلک کچھ ہم سے شاید پھر رہا ہے
 دل و جاں لے گئے تم کچھ نہ چھوڑا ہمارے پاس کیا اب سر رہا ہے
 ہماری جان کے دشمن مر گئے سب یہ جی لینے کو اک کافر رہا ہے
 فیروں کی طرح مدت سے حاتم تمہارے در کے اوپر گر رہا ہے

زمین طرحی ۵۱۱۶۹

پیری میں آج بار سرے ہم کنار ہے
 ساق پیسا پیسا کہ خزاں میں بہار ہے
 اے فصل گل ہرے ہو نہیں اب ہمیں دماغ
 آنکھوں میں آج ہر رگ گل نوک خار ہے
 مدت سے خواب میں بھی نہیں نیند کا خیال
 حیرت میں ہوں یہ کس کا مجھے انتظار ہے
 حاتم چلی بہار و تیرے دل میں اب تلک
 نے حسرت جنوں نہ تمنائے بار ہے
 حیرت کی نے ہوس نہ ہوائے برہنگی
 نے رنگ زرد ہے نہ تو زار و نزار ہے
 نے سوختہ جگر نہ ترا سینہ داغ دار
 نے خشک لب نہ دیدہ ترا اشکبار ہے
 نے پیرہن پھٹا نہ گریباں ترا ہے چاک
 زنجیر کی صدا سے نہ تو بے قرار ہے
 لڑکوں کے سنگ سے نہ ترا سر ہے آشنا
 دیوانوں کی طرح نہ تو کوچوں میں خوار ہے
 نے شوق دشت گردی و نے عزم سیر باغ
 نے گل ہے دست میں لہ کف ہا میں خار ہے
 نے صبح آہ سرد ہے، نے شام آہ گرم
 نے دن کو نالہ، رات نہ تو سوگوار ہے
 نے درد کی نہ ہجر کی لذت سے قہجہ کو کام
 نے وصل کے مزے کا تو امیدوار ہے

پھر عاشقی کے نام کو مرتا ہے بے شعور
 اس کام میں غرض کہ تو ناکردہ کار ہے
 جو تھے فنون عشق سو سب تجھ کو کہہ دئے
 خاطر میں لا نہ لا یہ ترا اختیار ہے
 سن کر کہا نہیں تو حقیقت سے آشا
 تیری نصیحتوں سے مجھے لنگ و عار ہے
 سب منزلیں مجاز کی میں کر چکا ہوں طے
 میرے مقام کا تو یہ لیل و نہار ہے
 نے مرگ کا تلاش نہ جینے کی آرزو
 نے فکر عاقبت نہ غم روزگار ہے
 کیا جبر ہے کہ مجھ کو کہے تیرا اختیار
 گو اختیار بندہ تو بے اختیار ہے

زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

خون عاشق ^۱ شراب جانے ہے	لخت دل کو کیاب جانے ہے
وہ ستم پیشہ اپنے مذہب میں	قتل عاشق ^۲ ثواب جانے ہے
گل رخاں گر نہ ہوں تو سیر بہشت	دل ہارا عذاب جانے ہے
گریہ و نالہ، بے قراری ^۳ دل	رعد و برق و سحاب جانے ہے
جب پکارے ہے وہ اے اوہوت	عاشق اپنا خطاب جانے ہے
جو ہے کشتی سوار بحر فدا	ہر نفس موج آب جانے ہے
مرد بیدار بخت تادم مرگ	زندگانی کو خواب جانے ہے
کھل گئی جیسی آنکھ مثل حباب	کھر کو اپنے خراب جانے ہے

بک نفس زندگی ہے باقی ہیچ اس کے معنی حباب جانے ہے
شاہ بادل کا ہر سخن حاتم اپنے حق میں کتاب جانے ہے

۵۱۱۶۹

طریقت میں اگر زاہد مجھے گمراہ جانے ہے
مرے دل کی حقیقت کو مرا اللہ جانے ہے
وہ بے پروا مرا کب استیاز چاہ جانے ہے
مری حالت کو دل اور دل کی حالت آہ جانے ہے
آئیے جو دیکھتا ہے دن کو سو خورشید کہتا ہے
جو گھر سے رات کو نکلے تو عالم ماہ جانے ہے
ہماری بات کو وہ عاقبت نا فہم کیا مانے
جو بدخواہوں کو اپنے، اپنا دولت خواہ جانے ہے
کہیں ہم بحر بے پایان غم کی ماہیت کس سے
نہ لہروں سے کوئی واقف نہ کوئی تہاہ جانے ہے
مرا دل بار عشق ایسا آٹھائے میں دلاور ہے
جو اس کے کوہِ دوں سر پر تو اس کو کاہ جانے ہے
ہمیں دیر و حرم، شیخ و برہمن سے نہیں مطلب
ہمارا دل تو اپنے دل کو بیت اللہ جانے ہے
وہ وحشی اس قدر بھڑکا ہے صورت سے مری بارو
کہ اپنے دیکھ سائے کو مجھے ہمراہ جانے ہے
اگر وہ فتنہ جو قہجہ سے ملے حاتم تو کہہ دیو
کہ منصوبے ترے سب بندہ درگاہ جانے ہے

زمین طرحی ۵۱۱۶۹

خط کے سبزے سے عجب چہرے کا آب و رنگ ہے
 جو مصوّر دیکھتا ہے تبھ کو سوچتا بھگ ہے
 مظہر حق کب نظر آتا ہے ان شیخوں کے تئیں
 بس کہ آئینے پر ان آہن دلوں کے زنگ ہے
 جامہ عربانی کا قنات پر مری آیا ہے راست
 اب مجھے نام لباس عاریت سے ننگ ہے
 ہو گئے ہیں اس قدر دوری سے تیری ناتواں
 یک قدم رکھنا زمیں پر ہم کو سو فرسنگ ہے
 دوستوں سے دشمنی اور دشمنوں سے دوستی
 بے مروت، بے وفا، بے رحم، یہ کیا ڈھنگ ہے
 مسکراتا، گالیاں دیتا، اکڑتا، مست ساز
 ایسے عالم سے تو آتا ہے کہ عالم دنگ ہے
 فیض سے ہمت کے حاتم دل تونکر چاہیے
 مفلسی سے ان دنوں کو دست تیرا تنگ ہے

۵۱۱۶۹

ٹک کھول زلف اپنی زنجیر ہے تو بہ ہے
 دیوانہ بن کی میرے تدبیر ہے تو بہ ہے
 میں راستی کہوں ہوں تم بخشو یا نہ بخشو
 دل چاہتا ہے تم کو تقصیر ہے تو بہ ہے
 یک تار زاب تیرا ہے لاکھ دام مجھ کو
 منصب کی عاشقوں کے جاگیر ہے تو بہ ہے

کچھ غم نہیں جو مجھ پر ترکش نہی کرے تو
 ڈر ہے مجھے نکہہ کا گر تیر ہے تو یہ ہے
 کس کام کی ہمارے یہ کیمیائے ہستی
 محتاج یک نظر ہوں اکسیر ہے تو یہ ہے
 سب قتل کا ہمارے اسباب ہے مہیا
 باقی ہے یک اشارت تاخیر ہے تو یہ ہے
 عالم کا ہم مرقع سب سیر کر کے دیکھا
 اس صفحہ زمیں پر تصویر ہے تو یہ ہے
 حاتم بنائے مسجد ہے کام عابدوں کا
 کر راست کعبہ دل تعمیر ہے تو یہ ہے

زمین مرزا سودا ۱۱۶۹ھ

تو اس گلی سے جو ہوتا دو چار گزرے ہے
 تری خدنگ نکہہ دل کے ہمار گزرے ہے
 چپ ہی بھلی ہے مرے حال کی خبر مت پوچھ
 میں کیا کہوں تجھے جو کچھ کہہ بار گزرے ہے
 کسی کے وصل کے وعدوں میں اس کہ آٹھ پہر
 گھڑی گھڑی ہمیں کرتے شہار گزرے ہے
 نہ شب کو خواب نہ آرام دن کو یا قسمت
 عجب طرح سے یہ لیل و نہار گزرے ہے
 تو رنگ گل کے اوپر بھول مت کہ اے بلبل
 ہلک کے سارنے فصل چار گزرے ہے

کبھو جو جاؤں ہوں وحشت سے دشت گردی کو
تو ہر قدم میں مرے سر سے خار گزرے ہے
خرابی عمر کی کیا ہوچھتے ہو حاتم سے
نہ اختیار سے بے اختیار گزرے ہے

تضمین مصرع بادشاہ عالم گیر ثانی بموجب حکم ۱۱۶۹ھ

حق کے ہوتے غیر سے کیا آشنائی کیجئے
چھوڑ وہ در کس کے در پر جیسہ سائی کیجئے
مسند سالوس سے زاہد نہیں ہے شان فقر
بورے پر بیٹھیے اور بے ریسائی کیجئے
کوہکن نے کیا ہوا بھوڑا اگر پتھر سے سر
کام یہ ہے کوہ غفلت رائی کائی کیجئے
چشم بینا دے خدا تو چاہیے مانند چشم
اپنے کھر بیٹھے ہوئے سیر خدائی کیجئے
گر نظر آوے ہمیں خمخانہ وحدت کی راہ
تو وہیں ترک لباس ہادشاہی کیجئے
بندگی میں شرط ہے بندے کو تسلیم و رضا
سلطنت بخشے خدا تو کیوں گدائی کیجئے
'ہر کسے را بہر کارے ساختند' مشہور ہے
کام اپنا چھوڑ کر کیوں جک ہنسائی کیجئے
چاہیے لیجے اگر شجر سخاوت سے ثمر
اپنی تاملقدور سب مطلب روائی کیجئے

اصل کو دیکھا تو ہے یک قطرۂ آب منی
آئینہ کیا دیکھیے کیا خود نمائی کیجئے
ہے من اللہ خبر وشر ہم مفت میں بدنام ہیں
اب برائی کم سے اور کس سے بھلائی کیجئے
جو ہے قسمت میں مقدر جان ہوتا ہے وہی
پھر عبث کیا سعی و طالع آزمائی کیجئے
شاہ عالم گیر کا مصرع ہے حاتم رمر عشق
'دل میں آتا ہے کہ شاہی میں گدائی کیجئے'

زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

ہاؤں جس گلشن میں اپنا وہ بت رعنا رکھے
خار اس کا خوش قدی میں سرو سے دعوا رکھے
اشک کے پانی سے سوز دل مرا بجھتا نہیں
سحر ہے جو آب و آتش کو کوئی یک جا رکھے
صبح سے تا شام یک دم کی نہیں ہم کو امید
غافل ہے جو کوئی 'نظر جینے کی تا فردا رکھے
کب ڈرے ہے نوح کے طوفان سے وہ یعقوب وار
جو کوئی یک اشک کے قطرے میں سو دریا رکھے
دل کو لیتے ہی وہیں آنکھیں بدل جائے لگیں
ان سیہ چشموں سے کوئی حاتم توقع کیا رکھے

زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

کسے دماغ کرے سیر سبزہ و چمنے
کہ ہے بغل میں مرے نورسیدہ گل بدنے

کسی کا اس کو مہا با نہیں ہے ذرہ کہ ہے
 سیاہ چشم بُتے پاس آشنا شکنے
 اگر ہزار تلاشوں سے اس تلک پہنچوں
 تو ڈر یہ ہے کہ بنے صحبت اس سے یا نہ بنے
 اے جامہ زیب، ہوس میں ترے گریباں کی
 عدم سے نکلے ہے ہر گل دریدہ پیرہنے
 پڑا ہے دل ترے کوچے میں اس طرح سے خراب
 کہ جوں سرا میں مسافر غریب بے وطنے
 تو جل مر عشق کی آتش میں مثل پروانہ
 رہے نہ حسرت گور و نہ خواہش کفنے
 تری بلا سے جو حاتم ہے فاسق اے زاہد
 بقول حضرت حافظ تو گوش کر سخنے
 ”یا کہ رونق این کارخانہ کم نشود
 ز زہد ہمچو توئی یا ز فسق ہمچو منے“

زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

تمہیں تو دیکھتے ہی آپ بیچ ہم نہ رہے
 تم ایک دم بھی دم آئے تک، ہے سنم نہ رہے
 کبھو جوشیخ دکھاؤں میں اپنے بت کے تئیں
 بہر کعبہ تجھے حسرت حرم نہ رہے
 اے حیلہ ساز قسم ہے تجھے تغافل کی
 تب ہے تو آنا کہ جس وقت ہم میں دم نہ رہے
 اگر تو آنکھ دکھا دے چمن میں نرگس کو
 تو ایک آن میں یک دست یک قلم نہ رہے

تری جو شہرہ پرستش کا ان تلک پہنچے
تو ایک رشک سے بت خانہ میں صنم نہ رہے
اب ایسا آپ ہیں ہو جی فنا کہ تا بہ بقا
پھر اس وجود کے تئیں حاجت عدم نہ رہے
اُسی کو ہوگا مزا زندگی کا اے حاتم
کہ جس کو نیک و بد و بیش و کم کا غم نہ رہے

۵۱۱۶۹

مضمون خط کو دیکھ ترے ہم بہت ڈرے
جتے مسودے تھے رہے طاق پر دھرے
جیتا ہے یا کہ مر گیا، دل کی خبر نہیں
یادش بخیر ہو یا خدا مغفرت کرے
آرام زندگی میں اس دل کے ہاتھ سے
عمر دوبارہ ہو جو یہ دشمن کہیں مرے
میرے حواس خمسہ آئے دیکھ اڑ گئے
کیوں کر ٹھہر سکیں یہ کبوتر تھے پر گرے
ایسا گرا ہوں اُس کی نگاہوں سے بزم میں
جب دیکھتا ہے مجھ کو کہے ہے ہرے ہرے
اے صید دل نہ تڑپھو ایسا تو وقت ذبح
جو دامن اُس کا مرے لہو سے کہیں بھرے
ناصرح ہٹ بکے ہے جو ہونا تھا ہو چکا
تقدیر کے لکھے کو بھلا کہہ تو کیا کرے
پیری میں حاتم اب نہ جوانی کو یاد کر
سو کہے درخت پھر کے ہوئے ہیں کہیں ہرے

زمین طُرحی ۸۱۱۶۹

تیغِ ستم سے اس کی کبھو منہ نہ موڑئیے
 سو زخمِ گر لگیں تو نہ ابرو مروڑئیے
 خمِ خانہ مے کشوں نے کیا اس قدر تہی
 قطرہ نہیں رہا ہے جو شیشے نچوڑئیے
 مدت سے صیدِ دل ہے ترے دامِ زلف میں
 سرِ صدقے اپنے کر کے اسے اب تو چھوڑئیے
 چلتا نہیں ہے ہنجرِ مزگاں سے تیرے زور
 عفریت ہو تو اس سے بھی دو ہاتھ جوڑئیے
 آنا ہے یوں نشے کی ترنگوں میں دل کے بیچ
 ناصح کے سر سے شیشہ تہی جا کے بھوڑئیے
 بے زار ہو رہا ہوں خدائی سے آج میں
 جا واسطے خدا کے الجھ مت کھجورئیے (؟)
 شیشہ شکستہ پھر کے تو ہوتا نہیں درست
 جو دل شکستہ ہو تو اسے کیوں کہ جوڑئیے
 گر توڑے آشنائی کوئی اس کا اختیار
 حاتم یہ رشتہ آپ سے ہرگز نہ توڑئیے

۸۱۱۶۹

رولا وہی جو خوفِ الہی سے روئیے
 سونا وہی جو اس کے تصور میں سوئیے
 کپڑے سفید دھو کے جو پہنے تو کیا ہوا
 دھونا وہی جو دل کی سیاہی کو دھوئیے

دھقان کی طرح دانہ زمیں میں نہ بوعث
 ہونا وہی جو تخم عمل دل میں ہوئے
 کھونا گیا ہے شیخ قیامت کے وہم میں
 کھونا وہی کہ آپ کو آپ ہی میں کیوئے
 حاتم تو گو کہ خاک ہوا کسمیا کہاں
 ہونا وہی جو خاک سے اکسیر ہوئے

زمین طرحی ۱۱۶۹ھ

کیونکہ دیوانہ بیڑیاں توڑے اس کو حانے ہے پاؤں کے توڑے
 سب نے موڑا سے منہ خدا نہ کرے تیری نروار ہم سے منہ موڑے
 تیرے کوچے میں سر شہسودوں کے ہیں بڑے حسے ناٹ کے روڑے
 ایک پرواز میں دکھاؤں ہر حو وہ صاد میرے تئیں چھوڑے
 کوہ کن جاں کنی ہے مشکل مقام ورنہ تیرے ہیں پتھر بھوڑے
 جاؤ حاتم سے چوچلے نہ کرو چاہیے والے اور ہیں تھوڑے

زمین طرحی ۱۱۷۰ھ

شہر میں چرچا ہے اب تیری نگہ بیز کا
 دو کرے ہے دل کے تئیں یہ لیمچا انگریز کا
 نبلی پتلی دیکھ کر ظالم تری چشم سیاہ
 دل پڑا ہے وہم میں نقاش رنگ آمیز کا
 آس کے دل میں جا نہیں پاتا وگرنہ سنگ میں
 نالہ کرتا ہے اثر مجھ عاشق شب خیز کا
 بیستوں دیکھا بن آبا کوہکن کے ہاتھ سے
 تلخ ہوا ہے خواب شیریں خسرو پرویز کا

ریختے میں ہند کے طوطی^۱ کا حاتم ہے غلام
فارسی میں خوشہ چیں ہے بلبل تبریز^۲ کا

زمین طرحی ۱۱۷۰ھ

تو اذیت ہشہ دشمن ہے بغل میں دل نہیں
دور ہو پہلو سے صحبت کے مری قابل نہیں
مردماں چشم توقع اس سے رکھتے ہیں عبث
جس کی آنکھوں میں مروّت کا نشاں یک تل نہیں
راہ رو سن لے بلند آواز کہتا ہے جرس^۳
ایک دم^۴ اس راہ میں آرام کی منزل نہیں
اپنی نامقدور اے زاہد زیارت دل کی کر
ہم ترے کعبے کو دیکھا غیر سنگ و گل نہیں
عکس سے عاشق کے خون کے ہے^۵ فلک اوپر شفیق
یہ تماشا ہے کہ رنگیں دامن قاتل نہیں
کس کے ٹانگے دیہنے اور کس کی مرہم کیجئے
کون ہے جو تیغ سے تیری میاں گھائل نہیں
چشم عبرت سے نظر کر ٹک تو گورستان میں
تو ہے غافل، موت تیری فکر سے غافل نہیں
اس خراب آباد میں آباد رہنا کب تلک
جس کے یہ خطرہ نہیں ہے دل میں وہ عاقل نہیں

(۱) حاشیہ پر : "کنایہ بہ امیر خسرو علیہ الرحمۃ۔"

(۲) حاشیہ پر : "کنایہ بہ مرزا صائب علیہ الرحمۃ۔"

(۳) "اب جرس کہتا ہے عالم میں باوار بلند" [انتخاب حاتم، حسرت صفحہ ۲۹]۔

(۴) یک قدم۔ ایضاً

(۵) عکس سے ہے خون عاشق کے۔۔۔ الخ (مجموعہ نغز، صفحہ ۱۸۷)۔

غم نہ کہا حاتم خدا کر دے گا حل مشکلات
فضل آگے اُس کے سب آسان ہے کچھ مشکل نہیں

زمین طرحی ۱۱۷۰ھ

مے ہو ابر و ہوا نہیں تو نہ ہو درد ہو گو دوا نہیں تو نہ ہو
ہم تو ہیں آشنا تیرے ظالم تو اگر آشنا نہیں تو نہ ہو
دل ہے وابستہ تیرے دامن سے دست میرا رسا نہیں تو نہ ہو
ہم تو تیری جفا کے بدلے ہیں تجھ میں رسم وفا نہیں تو نہ ہو
آستان ہر تو گر رہیں ہیں اگر تری مجلس میں حا ہیں تو نہ ہو
ہم تو ہیں صاف، بدگیاں میرے؟ ترے دل میں صفا نہیں تو نہ ہو
دل کو اکسیر ہے گی تیری نگاہ ہوس کیمیا نہیں تو نہ ہو
ہم تو حاشا نہیں کسی سے برے کوئی ہم سے بھلا ہیں تو نہ ہو
طالب وصل کب تک رہے ہو تو ہو جائے یا ہیں تو نہ ہو
حاتم اب کس کی مجھ کو پروا ہے کوئی مرا جر خدا نہیں تو نہ ہو

زمین طرحی ۱۱۷۰ھ

دل عشق کے سودا میں ترے پیر ہوا ہے
تب شہر میں جا قابل تشہیر ہوا ہے
جس راہ سے گزرا ہوں مرے فیض جنوں سے
ہر نقش قدم حلقہ زنجیر ہوا ہے
جلتا ہے مرا زخم دل اب شمع کی مانند
شاید ہر پروانہ ہر تیر ہوا ہے
آتی ہیں ہسینے میں مرے عطر کی لہریں
جب سے وہ گل اندام بغل گیر ہوا ہے

(۱) "مے سب ہے" (انتخاب حاتم، حسرت صفحہ ۲۹)۔

(۲) "تجھ سے اب دل میں" [انتخاب حاتم، حسرت ص ۳۶]۔

(جواشک) تصور میں ترے چشم سے ٹپکا
سو صورت حیرت زدہ تصویر ہوا ہے
ہوتا ہے وہی، ہوگا وہی، روز ازل سے
حاتم تری قسمت میں جو تقدیر ہوا ہے

زمین طرحی ۱۱۷۰ھ

صبح تیری، جبین کے صدقے شام کا کل کی چین کے صدقے
جس جگہ ناز سے قدم تو رکھے آسماں اس زمین کے صدقے
دل کے ہے پاس دور نظروں سے تیرے بعد و قرین کے صدقے
دبدم میرے آنسو پونچھے ہے اپنی ہم آستین کے صدقے
جن نے دل میں کیا ہے گھر حاتم اس بت دل نشین کے صدقے

زمین میر در ۱۱۷۱ھ

مگر گلشن اوپر سایا ہوا آس لے صروت کا
کہ چہرے پر کسی گل کے نہ دیکھا رنگ آلفٹ کا
نیا ز و ناز میں جب سے نہیں کچھ گرمی، صحبت
جہاں میں سرد ہے بازار اخلاص و محبت کا
تنزل اور ترقی ہم یہاں دیکھا تو توام ہے
مساوی ہو گیا اب شکر و شکوہ رنج و راحت کا
نہ پہنچا ہاتھ ذلت کا کبھو میرے گریباں تک
لگا ہے جبہ سے دل کے دست میں دامن قناعت کا
توقع آشنائی کی نہیں ان آشناؤں سے
کسو سے دل نہیں مشتاق اب صاحب سلامت کا

ہمارے حوصلے سے دور ہے معشوق^۱ کا شکوا
جو کچھ گزرے سو گزرے کیا بیاں کیجے مصیبت کا
کہاں ہیں مصیبت نامے تمہارے اے گنہگارو
کہ بھر شست و شو ہے منتظر بارانِ رحمت کا
میں جو ہم نے آنکھیں اس کے تلووں سے وہیں چونکا
ادا کس طرح کیجے عذر ابی اس حاق کا
مزا دونو جہاں کا صرف یک نظارہ کرتا ہے
میں دیوانا ہوں حاتم تیری اس بے صرفہ ہمت کا

زمین طرحی در ۱۱۱۱ھ

ہے یہ دل مدت سے قیدی زلفِ عنبرِ قام کا
ایسے وحشی کو عبث ہے فکر کرنا دام کا
تو کبھو سانچا نہیں ہوگا مرے جھوٹے میاں
عمر تک وعدہ کیے جاوے گا صبح و شام کا
چٹکیاں لے لے جگاتا ہے مجھے کیوں تا سحر
تو غرض راضی نہیں یک دم مرے آرام کا
ذکر میرا آوے مجلس میں تو ہووے بے دماغ
اس قدر دشمن ہوا ہے شوخ میرے نام کا
ان دنوں سب کو ہوا ہے صاف گوئی کا تلاش
نام کو چرچا نہیں حاتم کہیں ایہام کا

زمین طرحی در ۱۱۱۱ھ

لیا ہر ایک سے مل مل کے دل کا بھید ہم سب کا
کیا معلوم عالم میں جو ہے سو اپنے مطلب کا

لگائی ہے ترے در پر ملنگوں کی طرح دھونی
 نکل پردے سے نک باہر، کھڑا ہوں منتظر کب کا
 مبارک باد کو ہم عید کی آئے ہیں گھر بیٹھے
 بغل گیری سے شک جو (؟) ہو کے یہ ملنا ہے کس ڈھب کا
 خار آلودہ ہوں ساق تک ظرفی نہ کر ظالم
 میں ترے ہاتھ سے مشتاق ہوں جام لبالب کا
 جہاں کو جان کر فانی اٹھایا دل کو حاتم نے
 فقیری کی ہوس میں شوق سب جاگیر و منصب کا

زمین طرحی در ۱۱۷۱ھ

جائے ہوئے ادھر بھی وہ جانانہ ہو گیا
 آئینہ خانہ دل کا پری خانہ ہو گیا
 لکھتا تھا سوز دل کا میں اس شمع رو کے تئیں
 کاغذ بھی تاؤ کھا پر پروانہ ہو گیا
 زنجیر زلف کی تیرے حلقوں میں یک بیک
 دل سا سیانہ دیکھتے دیوانہ ہو گیا
 ایسا گرا میں اس کی نظر سے کہ بعد مرگ
 میرے کبھو مزار تلک آ نہ ہو گیا
 اس ناقدر شناس کی خدمت میں دوستان
 بدلا مری وفا کا جریمانہ ہو گیا
 مسجد میں آج وعظ کا ہنگامہ گرم تھا
 میرے قدم سے بزم حریفانہ ہو گیا
 حاتم کا دل تھا شیشہ کے مانند بزم میں
 ساقی کے فیض دست سے پیانہ ہو گیا

طرحی ۱۱۷۱ھ

لطف اس کا مہم سمجھتے ہیں ایسی باتوں کو ہم سمجھتے ہیں
 جس کو ہستی کہے ہے اہل حہاں ہم تو اس کو عدم سمجھتے ہیں
 سب کے دل کی ہمیں خبر دے ہے دل کو ہم جام جم سمجھتے ہیں
 درد دل کیا کموں کسی سے کہ یار درد کی بات کم سمجھتے ہیں
 اُس کے مضمون خط کا ہم حاتم بن پڑے یک قلم سمجھتے ہیں

زمین طرحی ۱۱۷۱ھ

کیا ہے محفل دل ہم نے جائے درویشاں
 فقیر خانہ بنایا برائے درویشاں
 نظر کسی کی یہ نعمت اوپر نہیں رکھتے
 ہمیشہ خون جگر ہے غذائے درویشاں
 جو چاہتا ہے بھلا ہو تو ان کی خدمت کر
 بلا کو دور کرے ہے دعائے درویشاں
 شرف رکھے ہے لباس حریر و دیبا ہر
 یہ ہارہ ہارہ گلیم و ردائے درویشاں
 غرور و نخوت و ہندار و کبر اے حاتم
 نکال سر سے ہو اب خاکپائے درویشاں

زمین طرحی در ۱۱۷۱ھ

عندلیبو کوئی ہے تم میں خریدار چمن
 آوے! اس وقت کہ ہے گرمی بازار چمن
 آرزو ہے مجھے صیاد اگر دے رخصت
 ایک پرواز کروں تا سر دیوار چمن

اس کی مڑکاں کے تصور میں مشبک ہے جگر
 گل سے بہتر نظر آتے ہیں ہمیں خار چمن
 بلبلو سیر چمن تم کو؟ مبارک ہووے
 ہم سے اب دشت نوردوں کو کہاں بار چمن
 آج کلکشت کو آتے ہیں یہاں حاتم شاہ
 اے نسیم سحری جلد ہو درکار چمن

زمین طرحی در ۱۱۱۵

جہاں میں عشق کے برعکس دیکھا رسم و آئیں کو
 کرے ہے صید اُس کے دشت کی کنجشک شاہیں کو
 نہ لو فرہاد کی تربت کے اوپر نام خسرو کا
 کرو مت تلخ اُس مقتول اوپر خواب شیریں کو
 شگفتن وار بھی فرصت نہ دی غنچے کو، ہے ظالم
 کبھو احوال بلبل پر نہ آیا رحم گل چیں کو
 بستی یک تہی گلنار پر پھینٹہ شال عباسی
 نہ چاہے کون موزوں طبع اس مضمون رنگیں کو
 فلک کے ہاتھ سے عاجز ہیں حاتم صاحب جوہر
 خدا ناخن نہ دے اس سفلہ پرور ناتواں ہیں کو
 (مذکورہ بالا غزل کے بعد ”دیوان زادہ“ میں ذیل کے دو شعر
 ہیں جن پر کوئی سن اور عنوان درج نہیں) -

ممسکان جہاں خزانے کو جمع کرتے ہیں چھوڑ جانے کو
 زور قسمت نہیں تو سر پیشو نام رکھتے ہو کیوں زمانے کو

(۱) مجھے - (انتخاب حاتم، حسرت : ص ۳۳)

(۲) عندلیبو سمیں کلکشت ... الخ (انتخاب حاتم، حسرت ص ۳۳) -

زمین طرحی در ۱۱۷۱ھ

زور چلنا نہیں آس شوخ ستم گار کے ساتھ
 ماریے سرکو کہیں جا کسی دیوار کے ساتھ
 دشت میں جان کے رکھتا ہوں قدم کانٹوں پر
 آشنائی ہے کف پا کو مرے خار کے ساتھ
 نقش پا اس کا مری سیر کو ہے رشک چمن
 بچہ کو اب کام نہیں ہے کسی گزار کے ساتھ

زمین مرزا سودا ۱۱۷۱ھ

صبح تری ہے کہاں اے شب غم واہ واہ
 رحم بھی کچھ ہے تجھے اتنا ستم واہ واہ
 آنکھ نہ کھولی کبھو ابر کی مانند تم
 خوب برسنے لگے دیدہ نم واہ واہ
 سب کو تو بھلا دیا وعدہ خلائی سے جان
 ہم سے بھی کھانے لگے جھوٹی قسم واہ واہ
 ساری ولایت کے بیچ (ایسی) نہ ہووے گی تیغ
 دیکھ کے کہتے ہیں سب ابرو کا خم واہ واہ
 عمر چلی جائے دم کا بھروسا نہیں
 صحبت یاروں کے بیچ گزرے جو دم واہ واہ
 جائے بھی دیکھا کہیں راہ میں حاتم آئے
 جس کے تئیں دیکھ کر کہتے ہیں ہم واہ واہ

طرحی ۱۱۷۱ھ

فکر میں مفت عمر کھونا ہے ہو چکا ہے جو کچھ کہ ہونا ہے
 کھیل سب چھوڑ کھیل اپنا کھیل آپ قدرت کا تو کھلونا ہے

آنکھ ٹک کھول دید قدرت کر پھر تو پاؤں ہمار سونا ہے
 جینے مرنے میں مرگ ہے پردا گور ایک عافیت کا کونا ہے
 میرا معشوق ہے مڑوں میں بھرا کبھو میٹھا کبھو سلونا ہے
 چھل بل اس کی نگاہ کا مت ہوچھ سحر ہے ، ٹوٹکا ہے ، ٹونا ہے
 رو تو حاتم حسین کے غم میں اور رونا تو رائڈ رونا ہے

زمین طرحی خواجہ میر درد ۱۱۷۱ھ

گو کہ شمیم گل سے آج عطر فروش باغ ہے
 دل ہی نہ ہو تو اے نسیم کس کو یہاں دماغ ہے
 دل کی شگفتگی یہاں رشک ہزار باغ ہے
 سیر چمن کا عندلیب ہم کو کہاں دماغ ہے
 عارض و چشم و زلف و خط تیرا ہی چار باغ ہے
 گل کی طرف جو رو کریں کب یہ دل و دماغ ہے
 نشہ فزائے میکشان طرفہ ہوائے باغ ہے
 ماغر گل سے عندلیب سرخوش و تر دماغ ہے
 کب یہ دل و دماغ ہے مست شمع کیجیے
 خاندہ دل جلوں کے بیچ داغ جگر چراغ ہے
 حسن کی آب و تاب کا تیرے ہے شہرہ تا فلک
 سہر جلے ہے رشک سے ماہ کے دل میں داغ ہے
 دل تھا بغل میں مدعی خوب ہوا جو کم ہوا
 جانے سے آس کے ان دنوں ہم کو بڑا فراغ ہے
 جام شراب سے ہمیں کام نہیں ہے حاتم اب
 چشم پر آب ہی یہاں غم سے بھرا اباغ ہے

زمین طرحی ۱۱۱۱ھ

جیہیں پر چیں تبسم زیر لب ہے طلب گار دل آوت طلب ہے
دعا دیتا ہوں اور سنتا ہوں دشنام کہوں کیا اب تجھے ترک ادب ہے
غرض جو کچھ ہے تو سو خوب کچھ ہے قیامت ہے، بلا ہے یا غضب ہے
جفا، جور و ستم، خشم و تغافل میاں جو چاہیے سو تجھ میں سب ہے
گرد آبنہ رو حاتم کے دل میں مکان حیرت و سیر حلس ہے

زمین میر تقی میر (۱۱۱۱ھ)

یاد ہیں وہ دن کہ ہم تم سیر گلزاروں میں تھے
بلبل و کل لوٹتے حسرت سے انگاروں میں تھے
جہانکنے تھے ہم تمہیں، تم ہم کو کس کس گھات سے
ہاتھ سے طرفین کے صد رخنے دیواروں میں تھے
چھوڑ ہم کو غیر کے گھر میں جو رکھتے ہو قدم
جان من ہم بھی کبھو تو کفش برداروں میں تھے
کیا مزے لیتے تھے اس توبہ کا ہو خادہ خراب
ہم پیالے ہم نوالے جب کہ میخواروں میں تھے
سب سے جاں بخشی کا وعدہ اور ہم کو حکم قتل
اک ہم (ہی) کیا ایسے عالم میں گنہگاروں میں تھے
مصر دل میں تھا ترے جب حسن کا بازار گرم
نقد دل سے شہر کے یوسف خریداروں میں تھے
سیمبر اٹھتے نہ تھے حاتم ہمارے پاس سے
جن دنوں ہم بھی کبھو دنیا میں زر داروں میں تھے

(۱) من کا پہلا ہندسہ کرم خوردہ ہے۔ غالباً صفر یا ایک ہے۔

(۲) مخطوطے میں ”ہیں“۔

زمین مرزا رفیع ۱۱۷۱ھ

گردن کٹے سے سر کو سرہانے دھرے ہوئے
 اس کی گلی میں ڈھیر پڑے ہیں مرے ہوئے
 رسی کو دیکھتے ہیں تو ہم جانتے ہیں سانپ
 ہیں اس گزند زلف سے از بس ڈرے ہوئے
 بہکا نشے میں ہاتھ میں شمشیر خون چکان
 ہم دیکھتے (ہی) 'دور سے اس کو پرے ہوئے
 اس کے تو بوالہوس بھی لگے ہوئے سامنے
 مردی پکڑ کے خیر یہی (؟) اب منگرے ہوئے
 سودا کہے ھے چشم کو حاتم کے دیکھ تو
 ساون کے بادلوں کی طرح سے بہرے ہوئے

۱۱۷۱ھ

ہستی کی قید سے اے دل آزاد ہوئے
 صحرا میں جا کے خوب سا ہنس ہنس کے روئے
 دونوں جہاں کا شادی و غم دل سے بھول کر
 پاؤں دراز کر کے فراغت سے سوئے
 اے چشم از برائے خدا گر مدد کرے
 اعمال نامہ اپنا تو رو رو کے دھوئے
 حاتم کسی سے اپنی مصیبت کو تو نہ (کہہ) '؟
 کیا فائدہ جو اپنا بہرم مفت کھوئے

(۱) مخطوطے میں "ہیں" 'ہی (انتخاب حاتم ' حسرت ص ۵۲) -

(۲) مخطوطے میں "کہو" -

تضمین بیت مرزا صائب ۱۱۷۱ھ

دل میں آ از سر نو عشق لے جاگہ ہائی
 آگ ٹک سرد ہوئی تھی سو پھر اب بھڑکائی
 سب مہیا ہے مجھے دولت صیاد سے آج
 بے ہر و ہالی و کینج قفس و تنہائی
 رات حاتم میں بہت شام سے روروتا صبح
 رائگاں کھونے پر اوقات کے حسرت کھائی
 تھا اس افسوس میں جو اپنے مناسب احوال
 بیت یہ حضرت صائب کی مجھے یاد آئی
 ”نہ بزیست بر گشتنت اے عمر چو رفتی رفتی
 نہ بزور و نہ ہزاری نہ بزر می آئی“
 زمین طرحی در ۱۱۷۲ھ

خیال دل میں کسی سے نہ رکھ بھلائی کا
 جہاں سے فوت ہوا رسم آشنائی کا
 کوئی زمیں نہ رہی تم؟ پر ہم قدم نہ رکھا
 کہ خار خار ہے شاہد برہنہ ہائی کا
 جدا کبھو نہ کیا تو نے؟ کف سے آئینہ
 رواج تجھ سے ہے عالم میں خود نمائی کا
 طمع وفا کی جو تجھ سے رکھے سو ناداں ہے
 کہ تیرا شہر میں شہرہ ہے بے وفائی کا

(۱) کلیات صائب قلمی (مخطوطہ ۱۰۸۵ھ پنجاب یونیورسٹی لائبریری) میں یہ شعر ہوں ہے :

مجھ تدبیر کسیے از تو برو من شود نہ ہزاری نہ بزور و نہ بزر می آئی
 (۲) جس پہ - (۳) ہوا تیرے - [انتخاب حاتم 'حسرت']

اگرچہ فیض قناعت سے دل ہوا ہے غنی
ولے ہے شوق تیرے در اوپر گدائی کا
مزا پڑا مجھے کنج قفس کا اے صیاد
نہیں ہے ذوق میرے دل میں اب رہائی کا
تو زاہدوں کی طرح گھر میں بیٹھ مت حاتم
نکل کے قید سے ٹک دید کر خدائی کا

زمین طرحی در ۱۱۷۲ھ

موسم سنا (۱) ہم نے کہ آیا بہار کا
ہوتا ہے حال کیا دل ہر اضطراب کا
پہلے ہی کی ہے طفل مزاجوں سے دوستی
دشمن ہوں اپنے میں دل ناکردہ کار کا
اے باؤ مت آڑاؤے^۲ گریباں کی دھجیاں
لے ہے جنوں حساب یہاں تار تار کا
جیتا کوئی مجھے گا نہ عالم میں اب کے^۳ صید
آس تیغ زن کو شوق ہوا ہے شکار کا
مائے سے بھاگتا ہے میرے وہ ہزار کوس
تس پر آمید ہے مجھے بوس و کنار کا
مشہد سے سوختوں کے میاں شمع دور کر
ہے داغ دل چراغ ہارے مزار کا
حاتم سے جان وعدہ خلاقی ہے اب تلک^۴
کیا اعتبار ہے تیرے قول و قرار کا

(۱) بیٹھ گھر میں [انتخاب حاتم ' حسرت ص ۳]۔

(۲) کرم خوردہ - (۳) اوڑا تو - (۴) ایک - (۵) آج تک -

[انتخاب حاتم ' حسرت ص ۳]۔

زمین طرحی در ۱۱۷۲ھ

دیکھو شعور اس دل خانہ شراب کا
عاشق ہوا ہے کمس بت مست شراب کا
عارض سے آس کی زلف میں کیونکر ہے روشنی
ظلمات میں تو نام نہیں آفتاب کا
ایسا ہے خال گوشہ ابرو کا خوشنما
جیسے ہو نقط بیت اوپر انتخاب کا
ہے انتظار چشم کہ دیکھے کسی طرح
شاید سنا ہے اس نے کہیں نام خواب کا
سب دوزخ و بہشت برابر ہے اس کے تئیں
عاشق کو غم نہیں ہے عذاب و ثواب کا
حاتم تعینات کا گر وہم دور ہو
اوٹھ جائے درمیاں سے پردا حجاب کا

زمین رفیع سودا در ۱۱۷۲ھ

اس واسطے نکلوں ہوں ترے کوچے سے بچ بچ
ہر ایک بچاتا ہے مجھے دیکھ کے کچ کچ
نیرنگی قدرت کا وہی دید کرے ہے
ہانی کی صفت ہو جو ہر اک رنگ میں رج رج
سر ہر سے تو منہیل کو اب دور کراے شیخ
کردن تری اس بوجہ سے اب کرتی ہے لچ لچ
نادان ہے ایسا کہ جو دشمن مرے حق میں
جھوٹی آسے کہتے ہیں تو وہ جائے ہے سچ سچ

بھولا کوئی اناری مورکھ چورن بیٹھا گانٹھ کٹانے
 کسو کی پونجی ہٹارن^(۱) نے لوٹت پیرا لئے چھٹانے
 کوئی بدلاوے نیا پرانا کوئی لاوت ہے کوئی لہجات
 چتر چتر سودا کر لیتی مورکھ ٹھاڑے ہیں پھتات
 سانجے موتی کوئی چھانٹے اور ڈبہ میں رکھے سمہار
 کوئی پوت^(۲) کو بوجھے موتی اور راکھے کیسہ میں ڈار
 کھوٹے کھرے کو کوئی نہ برکھے کوئی نہ اس کا کرے بچار
 کھوٹا کھرا چلت ہیں دؤو ہوئے سیانا پرکھن ہار
 سمجھ بوجھ کے کہی ہے میں نے ہوئے چترسو سمجھے بات
 کھوٹا کھرا جو ایک سا سمجھے تس^(۳) مورکھ کی کون سات
 لے پاتی^(۴) حضرت خالد کی عامر ساندنی کے اسوار
 پہونجے پاس حضرت عامر کے اور پاتی^(۵) دی نظر گزار
 پاتی^(۶) بانجیں حضرت عامر آنکو آنک نظر کر جائیں
 بڑھ کے حقیقت تب پاتی^(۷) کی مسکانے اپنے من مائیں
 بولے ہنس کر ہونمیں تابع حکم خدا اور حکم رسول
 حکم خلیفہ گدی بت کا سر آنکھیں سے موٹے^(۸) قبول
 کہی پکار پھر اپنے دل میں سن لیو سب پیدل اسوار
 میری جگہ اب تم لوگن^(۹) پر حضرت خالد ہیں سردار
 کچھ دن پہلے اس پاتی^(۱۰) سے سنو تم سنو یو بھائے
 لشکر اک حضرت عامر نے سو بصرہ پر دیا چڑھائے

-
- (۱) کوئی بے وقوف چوروں سے گانٹھ کٹوا رہا ہے۔ ہٹارن، رھزن۔
 (۲) جھوٹے موتی۔
 (۳) چٹھی۔
 (۴) بھیت۔
 (۵) آس۔
 (۶) بھیت۔
 (۷) بھیت۔
 (۸) بھیت۔
 (۹) لوگوں۔
 (۱۰) لوگوں۔

جوان بہادر غازی لڑیا اس لشکر میں چار ہزار
وحی لکھیا ہمرے نبی کے شرحایل سو بھی سردار
سج گئے رنکو وحی لکھیا اور لشکر کو لیا سجائے
ساج گئے سب ہتیارن سے بھیٹن پٹکے لئے سجائے
بہاند سوار بھیئے گھوڑنپر حل بھیئے نرق کوچ کرائے
گھمرن چلا محمدی جھنڈا نمرہ ہون گول میں جائے
چل کر وہ اسلام کا لشکر پہنچا جب بصرہ کی دوار
باگن روکیں تب گھوڑنکی اللہ اکبر کہی پکار
حونک آئیے سب بصرہ والے دیکھین لاگے موڑ اٹھائے
کہاں لاسکر جد آئے پنچا بصرہ دھورہ دبایا آئے
لاگے بھیڑ بڑی رومنی وا دن بصرہ کے میدان
عد کا دن وہ آن لوگن کا مبلا لاگ رہا گھمسان
اونچے تخت پر کرسی بچھائے بٹھا حاکم بصرہ کبار
اکلی کبابیں باغن ہارا ناؤں روماس بڑا سردار
ڈیل ڈول اور روپ میں وا دن اس جسا کوئی رومی نائے
درسں اس کی سگڑائی کا رومن عید لئے ٹھہرائے
دور دور سے وہاں کے رومی وا دن سال پچھاور آئے
دیکھ رہے سب جاؤ سے اس کو درسں میلہ رہے لگائے
ٹھارے گھیرے بھیئے انگنتی اس پاس سے گول بنائے
لاگین بھلی اور باتیں اس کی سو سن رہے سب کان لگائے

- | | |
|-----------------------------|--------------------------------------|
| (۱) لڑنے والے - | (۲) لکھنے والے - |
| (۳) کمر سے پٹکے ہاندہ لیے - | (۴) گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے - |
| (۵) قریب آگیا - | (۶) روماس نام - |
| (۷) خوبصورتی - | (۸) ہر سال - |
| (۹) دہدار - | |

واہی دن اسلام کا لشکر سو بصرہ پر پہونچا جائے
 کھل بل بڑگئی تب رومن میں کہاں کا لشکر پہونچا آئے
 آترا تب روماس تخت سے اور گھوڑے پر ہوا سوار
 چلا خبر کو بصرہ والا اور رومن سے کہی پکار
 لاؤں خبر میں اس لشکر کی تب لو ہیاں^۱ سے ہلو نائے
 ٹھاڑے^۲ رہیو جا ہی جاگہ لائے خبر میں دیوں سنائے
 اتنی کہہ مارا گھوڑے کو اور لشکر تر^۳ پہونچا آئے
 کھڑا بکڑے لشکر والو سنو بات مری منلائے
 ہوں میں حاکم گڑھ بصرہ کا اور ھے نانوں مرا روماس
 بانیں کرن سو میں آیا ہوں اس لشکر کے افسر ناس
 اتنی سن کے وحی لکھیا دل اسلامی کے سردار
 نکسے اپنے لشکر میں سے پہونچے ترقی گھوڑا مار
 ”کوئی“ بات کو تو آیا ھے کہہ جوتیرے من میں آن“

تب بولا حاکم بصرہ کا حال اپنا تم دیو بتائے
 کون لوگ ہو کہاں سے آئے کیوں میرا دھورہ^۴ دبایا آئے
 بولے حضرت وحی لکھیا سن لے تجھے کہوں سجھائے
 ہیں ہم لوگ محمد والے جو مکہ میں اوپچے^۵ آئے
 نبی قریشی ہاشمی امی اگلی کتابین جن کا نانوں
 ہم آن کے اصحاب کہاویں سمریں نسدن آن کا نانوں
 کا احوال ہوا پھر ان کا سو تو عربی دیو بتائے
 بولے آٹھ گئے وے دنیا سے لیا خدا نے انہیں بلائے

(۱) یہاں سے نہ جانا - (۲) اسی جگہ ٹھہرے رہنا -
 (۳) نزدیکی - (۴) کس -
 (۵) کیوں چڑھائی کی - (۶) پیدا ہوئے - (۷) ان کا کیا ہوا -

بیٹھا کون آن کی گڈی پر سو تو حال کرو ہستار
 بولے بیٹھے اب گڈی پر سانجے ابو بکرؓ سردار
 بولا روماس اتنی سن کے قسم دھرم کی موئے سردار
 جانے ہوں میں تم سانجے اور سانجا ہے دین تمہار
 مالک ہوئے ہو تم ملکن کے اس میں کچھ دھوکا ہے ناٹے
 راج تمہارا سام ملک میں اور فارس ہوئیں ہو بجائے
 تھوڑا دنکھ کے تم لوگن کو پر موئے آوت سوہ تمہار
 بہاری دل ہے ہم لوگن کا جن کا ناہیں پڑب شمار
 کاہے^۱ بران گنویہو لڑکر ناسے لوٹ ہیان سے جاؤ
 پاچھانکر ہے کوؤ ہم میں اس سے من میں من سکجاؤ^۲
 فوج چڑھیا ہمرے حاکم سو میرے ہتی^۳ اور میت
 چلی آوت ہے بہت دن سے میری آن کی گاڑھی ریت
 جو وہ ہوتے اس لشکر میں مجھ سے کبھونکرتے رار
 اگلی ریت کی^۴ سدھ وہ رکھے کاڑھتے نا مو پرہ تلوار
 نب اٹھ بولے وحی لکھنا سن روماس مری اب بان
 فوج چڑھیا ہمرے حاکم خدا نبی کا حکم بجاب^۵
 ہوئے الگ جو خدا نبی سے چاہو بیٹا ہو کے بھائے
 تسو کووے کبھو نہ چھوڑیں جیلو دین^۶ میں آوے ناٹے
 دین کی ماتن میں کا ہو کا وے مہاسوہ^۷ کرن ہین ناٹے
 حکم دیا رب نے آن کو تم لوگن سے لڑیں اکھائے

(۱) کیوں جان گنوائے ہو لوٹ جاؤ۔

(۲) کوئی بیچھا نہیں کرے گا اس کا اندیشہ نہ کرو۔

(۳) دوست۔

(۴) اگلی محبت کا خیال رکھتے۔

(۵) مجھ پر تلوار نہ سونتتے۔

(۶) حکم بجا لاتے ہیں۔

(۷) جب تک۔

(۸) محبت۔

باتیں تین کہت ہم تم سے جیلو آن کو منہو نائے
لوٹ ہیاں سے ہم نا جیہیں چاھے پران' رہے کے جائے
کے تو مانو دین ہمارا کے جزیہ کا کرو قرار
جو نا مانواں دؤو کو ہم سے آن کرو تلوار
بولا روما اتنی سن کے جو ہونا میرا اختیار
قسم دھرم کی اپنے موکو تمسے میں نہ کرتا تلوار'
جانت ہوں میں اپنے من میں ہر حق سانچا دین تمہار
میں کبھوں تمسے نا لڑتا ہر ناہیں میرا اختیار
رومی لوگ بہت اور افسر اکھٹے ہیاں بھٹے ہیں آئے
پوچھوں جائے میں آہیں آنسے کون سی بات آنکے من' بھائے
بولے حضرت وحی لکھیآ پوچھ لیو تم سب سے جائے
سمجھے' رھیو ہر وے باتیں جو میں تم سے کہیں جتائے
"چھٹے آن باتیں ہم نا لوٹیں مل اک ہوئے دھرق آسان"
چلا لوٹ تب بصرہ والا دی گھوڑے کی باگ پھرائے
ایڑھ لگائے ترت گھوڑے کو اپنے لوگن پہونچا آئے
اکھٹا کر کے سب لوگن کو لاگا کہن' انہیں سمجھائے
کان لگائے اب باتیں میری سن لیو بارو چلبھارائے
پڑھا کتابیں میں جو تم نے سو ھے دن اب پہونچا آئے
کٹھن گھڑی سر ہر آ پہونچی پہونچا مرن' تمہارا آئے

-
- (۱) چاھے جان رہے یا جائے۔ (۲) نہ لڑتا۔
(۳) پسند ھے۔ (۴) ان باتوں کا دھیان رکھنا۔
(۵) سوائے۔ (۶) کہنے لگا۔
(۷) موت۔

آج آئے پہونچا یارو وہ دن گھر سے دئیں تمہیں نکرائے
 مارے پھرو جنگل پر بت میں تھل؟ بیڑا کہوں پاؤ نالے
 آج آئے پہونچا یارو وہ دن لوٹے جائیں گھر بار تمہار
 مال نال سب تمہرا چھین ننگا بھوکا دئیں نکرا
 آج آئے پہونچا یارو وہ دن الٹ دھرق ہو جائے
 هلحل بڑ جائے شام ملک میں بھاجت بھرہں چلسارائے
 آج آئے پہونچا یارو وہ دن راج بھنگ؟ اس دیس میں ہوئے
 تخت الٹ جائے روم شام کا جائیں کرم هرقل کے سوئے
 آج آئے پہونچا یارو وہ دن رومی بھرہں بران جھان؟
 ہانی دویا باس نہ آوے بلکت؟ بڑے رہیں چلات
 آج آئے پہونچا یارو وہ دن رومن رکے؟ بھئے لہرائے
 دھرق رومن کے لوہو سے رنگ کر لال برن ہوئے جائے
 آج آئے پہونچا یارو وہ دن رومن لاس زمیں بھر جائے
 ملے نہ کوئی گاڑن والا کوئے چلس سکیں نہ کھائے
 آج آئے پہونچا یارو وہ دن جتنے ملک میں ہاھا کار
 نکر نکر میں مجھے دھائی گھر گھر رووین ڈھاڑین مار
 تریان؟ روت بھرہں ہرکھن کو بالک بنا باپ چلائیں
 بلکین مات پتا بارن کو عربی بکڑ آنہیں لے جائیں
 چڑھے ہین عربی لوگ اب تمہر جنکا حال کتاہن مائیں
 پوری؟ کرے بنا پچ اپنی لوٹ کے جبہا جانت نائیں

(۱) نکال دیں - (۲) بناہ -

(۳) خرابی ہو - (۴) جان چھپاتے -

(۵) ہلکتے چلاتے رہیں - (۶) خون بہے -

(۷) عورتیں روتی بھرہں اور مالہ باپ بھون کو روئیں -

(۸) بغیر ضد پوری کئے نہیں لوٹیں گے -

جج کٹھن ھے ان لوگن کی جس سے دانت پسینا آئے
جانو آگ لڑائی ان کی جو کوئی جائے بڑے جر جائے
ہاچھے مٹنا جانت نائیں اور مرے کو^۱ نائیں ڈوائیں
مکھ لڑے سے پھیرت نائیں گھاؤ چھاتی کے اوپر کھائیں
سمجھت نہیں ہیں کجھ رومن کو گھاس^۲ بوس سا ڈارین کاٹ
حملہ ان کا گرت ھے ایسا جیسے گر بڑے بجلی بھاٹ
اک افسر عربی لوگن کا سن لیو یارو میری بات
چلا ھے فارس سے لے لشکر هوت^۳ ساوہ ادھر کو آت
کبتے نگر اور قلعه شام کے لئے رستہ میں فتح کرائے
آج ہی کل میں وہ بھی بارو مانو تم ہر پہونچا آئے
بڑا لڑیا ھے وہ افسر دے بچائے رنیں گھمسان
پوب ولبد کا خالد نامی سورمان اور زور آوار جوان
نانون سنہ آس رندولہ کا سنگھا^۴ ٹھور کھڑے تھرائیں
رنکھیں^۵ آس کے مہرہ در کوئی سور نہ آڑے پائیں
جگر پہاڑن کا بھاٹ^۶ ھے جب وہ اپنا گرز اٹھائے
پتہ پانی ہوئے شبرن کا جو نلوار دے چمکائے
دیکھے جب وہ کڑی نظر سے ہاتھی پانی ہو بہ جائے
چلے جب وہ شیر سا رن مین جیتے بن مانے نائے
نسدن^۷ زین رکھے گھوڑے پر نت اٹھ آسے لڑنکی چاہ
پاسا رومن کے لوہو کا بھت نہیں ھے آس کے ڈاہ^۸

(۱) مرنے سے نہیں ڈرتے۔ (۲) گھاس بھونس کی طرح کل ڈالیں۔

(۳) ساوہ سے ہوئے ہوئے ادھر کو آتا ھے۔

(۴) شیر کھڑے تھرائیں۔ (۵) میدان جنگ۔

(۶) پہاڑ کا ھے۔ (۷) نسدن، رات دن، نت، ہمیشہ۔ (۸) خواہش۔

ساتھ رکھت ہے فوج کٹلی کٹھن لڑائی سمجھین کھیل
 بڑی لڑیا فوج ہے اس کی جس کو سکے نہ کوئی جھیل
 سورمان مردنکو لوہو سے رھت رنگی آن کی تلوار
 کاجرا ہے آنکھن کا آن کی رنکھین کا گردوغبار
 سانجی بات کہوں میں تم سے سن لیو یارو چلبھارائے
 جیت کا ڈنکھ ان لوگن کا سگرے شام ملک بچ جائے
 لڑے نہ ان سے جیتا جیہے نا سے صلح لبو کروائے
 کر کے صلح مسلمانن سے گھر بار ابنے لیو بجائے
 گھمنڈ نہ کرو بھاری دل پر اس کے بھروسے رھبو نائے
 چاہے کتنو بھاری دل ہوئے ان سے جج بھلی ہے نائے
 حال سنا رویس کا تم نے ایک لاکھ دل ساتھ لوائے
 بڑے گھمنڈ سے فلسطین میں ان سے ہوا مقابل آئے
 ان کے تھوڑے سے لشکر نے لڑ بھر اس کو دیا بھجائے
 بچا نہ ان کی نلوارن سے روبس سٹھا موڑ کٹائے
 کٹا بھٹی جسی رومن کی تسکا حال کہا ناجائے
 بجے بجائے بھاجکے جھوٹے لے گئے اپنی جان بجائے
 تا سے مین تم سے کہت ہوں لڑنہ ان سے جتا جائے
 راضی کر لوٹارو ان کو اور محصول دیو ٹھہرائے
 باتین جہ روماس کی سن کے سن لیو اب سنو بھائے
 جر گئے سگرے رومی کافر من میں ان گئے رسائے

(۲) عیسائیو -

(۳) سر کٹا دیا -

(۶) لوٹا دو -

(۱) کاجل -

(۳) کٹنا -

(۵) قتل -

(۷) ہیت -

دوڑ پڑے لے کے تلواریں اور جھکے روماس پہ آئے
 ہمیں کرے تابع عربن کے سیمس^۱ ترا ہم لٹین کٹائے
 تب بولا حاکم بصرہ کا مان گئے یارو تم ساہج
 کہاں لو ہو تم اپنے دھرم میں سومیں کرے تھی تیری^۲ جاہج
 جانچن کو جہ بات کہی تھی لبو اب جلدی ہوؤ تیار
 کرو لڑائی ان عربن سے میں تم سب کے چلون اگر
 ایسے کر کے جان بچائی بھئے لڑائی ہر تیار
 ساج گئے سب رومی کافر ہوئے گئے گھوڑن ہر اسوار
 ٹھاٹ^۳ لڑائی کا سب لے کر آئے لڑائی کے میدان

حال سنو اب اصحابن کا سنو^۴ آئے بیٹھو اگر
 وحی لکھیا نے جب دیکھا آئے لڑائی کو کفار
 کڑک آئے تب اپنے دل میں اور لشکر سے کہی پکار
 سمہرو^۵ او اسلام کے شیرو ہوو لڑائی کو تیار
 آگے بڑھ کھینچو نلواریں راہ خدا میں لڑو آگھائے
 تلوارنکی چھائیں نبجے نبی نے جنت دئی بتائے
 رب کو پیاری بوند لہو کی گرے جو آس کے راہ میں آئے
 اور پیاری ہے بوند انسوا^۶ کی ڈھلک جو ربکے کارن جائے
 کھلا ہے بصرہ کی منڈی میں آج ہزار^۷ لڑائی کیار
 مول چکائے لیو جنت کا یارو ساں نہ بارم بار^۸
 اتنی سن اپنے افسر سے عربی گھوڑن کے اسوار
 آئے پکار اللہ اکبر مانو شیر آئے لکار

-
- | | |
|---------------------|----------------------------|
| (۱) سر کاٹ لیں گے - | (۲) بمباری - |
| (۳) سامان - | (۴) آگے آ بیٹھو - |
| (۵) منبھلو - | (۶) آنسو - |
| (۷) بازار - | (۸) وقت بار بار نہیں آتا - |

کھڑ کھڑ کھڑ کھڑ چل بیٹے ترقی باگ اٹھائے بڑھے آگے
 بھٹے مقابل جائے رومن سے کھینچی مہائن سے نلوار
 کر ھلے اس اور سے تبہین^۱ وادن گڈھ بصرہ کی دوار
 ٹوٹے آئے مسلمان ہر رومی کافر بارہ ہزار
 ہوئے گئے بیچ میں غازی سپاہی بھاری گول گئے^۲ سبائے
 جسے کارے اونٹ میں یارو آجرا^۳ داغ بڑت دکھرائے
 گھوڑے نو بھڑ گئے گھوڑن سے اور اسوارن سے اسوار
 برجھے آجھ گئے برجھن سے اور نلوارن سے نلوار
 ڈھالیں نو اڑ گئیں ڈھالیں سے بکتر رگڑ رگڑ رہجائے
 مونڈھا رگڑن ھے مونڈھے سے موڑ موڑ سے ٹکڑ کھائے
 گھنسا^۴ گھنسن بڑی دوؤ دل میں جس کا حال کہا نا جائے
 رسے ہوئنگئے بند ہوا کے جوئی سے نکرا^۵ نا جائے
 دوؤن گھوڑے الٹ ہلٹ کے مانوگرہ کبوتر کھائے
 کانپ کانپ کے دھرتی^۶ اڑ گئی اور ہر رہی سرگ پہ چھائے
 چھائے رہی اندھیرا رنیں چوندس^۷ سوجھ بڑے اندھار
 ڈوب گئے کفار کے دل میں عربی گھوڑن کے اسوار
 ڈھالیں دیکھ بڑیں سب ایسی جیسے چھائی بدیریا ہوئے
 چمکیں ڈھالیں ہر تلواریں مانو بدیرین کوندا ہوئے
 برسن لاگے بھائے خنجر لاگے چلت بکھم تلوار
 ہوا گرم بصرہ منڈی میں لڑے مرے کا ہزار

-
- | | |
|---------------------------|-----------------------------|
| (۱) تب ہی آس دن - | (۲) صفوں میں دھس گئے - |
| (۳) مفید - | (۴) گہما گہمی - |
| (۵) چوٹی بھی نہ گزر سکے - | (۶) زمین آسمان پر چھا گئی - |
| (۷) چاروں طرف اندھیر - | |

جوہر کھلن لگے مردن کے کسے کسوٹی لاگے جان
 تلن لگے اور گن کے ہیرا اور آن بصرہ کے میدان
 ہٹیاں آٹھ گئیں میاموہ کی ہٹیاں بیرکی لگ گئیں آئے
 لہو بہیا موڑ کٹیا سوئی ہاٹون ہاٹ بکٹے
 جنت والن نے جنت کا دیا تلوارن مول چکٹے
 دوزخ والن نے دوزخ ایندھن لیا خرید کراٹے
 ہار اور جت اور گھٹی بڑھی کاسودا ہوٹرا ہاٹون ہاٹ
 سودا کھرا مسلمانن کا اور کفار کا بارہا باٹ؟
 غازی شیرن کے لوہو کی گرے جو بوند زمیں ہر آئے
 لال امول؟ سمجھ کے اسکو نرق حورین لٹیں آٹھائے
 کٹکر لاش گری کافر کی سووہ نظرن سے گر جائے
 گٹ؟ برابر کوئی نہ پوچھے کوڑی مول لگاوے نائے
 کھوئی پوچی زندگانی کی ناحق دیے ہران گنوائے
 غازی شیرن کے پلہ پاسنگہ کون کرے آٹائے
 جوہر کھلے مسلمانن کے سانجی رہی آن کی تلوار
 وارن ہر جن تلوارن کے موڑ دیے کفار نے وار؟
 گرم ہوا وان بصرہ میں ایسی لڑائی کا ریزار
 سودا جس میں بلہ بازو کا اور ہرانن کا بازار
 بکھم چلی تلوار اور نیزہ رن میں بیت رہا گھمسان
 دھند گرد آٹھ اوپر چھائی دھرق سا سوجھے اسان

-
- (۱) محبت کی دکانیں - (۲) خراب - (۳) امول -
 (۴) ذرہ برابر - (۵) کون برابری کر سکتا ہے -
 (۶) جن کے واروں ہر کافروں نے سر قربان کئے -
 (۷) طاقت اور جانوں کا -

غازی سیر بہادر عری رن میں کٹھن کریں تلوار
 جھپٹ کے پہونچیں جس کافر پر مار دئیں دھرتی پر ڈار
 لڑیں لڑائی شیرن کی سی رنکھبتن میں پائیں اڑائے
 مارا مار سب دل میں مار مار کی پڑی پکار
 کڑکیں غازی الا اللہ کر دندہ^۱ اٹھائے رہے کفار
 ہلہ شور سو پڑ رہا رن میں دھمک اکاس لو پہونچی جائے
 کان آواز پڑی سورج کی تب دیکھیں کا جاؤ^۲ منائے
 نرت لگائے اسبان کی سیڑھی چڑھکر اوپر پہونغا جائے
 لڑت لڑت آدھا دن بیتا سو میں نم کو دیون بتائے
 ٹھانی^۳ مٹے من میں جیت ابنی دل کفار چلبارے
 پیچ من دے عربی جوانن کو ہلہ چوندس رہے مچائے
 وحی لکھتا نے تب واکھن ہانہ اٹھائے اسبان کی اور
 عرض لگائی رب ابنے سے اے رب ہم بندے ہیں نورہ
 ہے تو جگ سنسار کا مالک دھرتی اکاسکا سرجن ہار
 زندہ اسرا^۴ سدا رہنا دیا وان بدھنا کر نار
 اپنی ذات کا نو ایک ہے بیرا دوسراہا کوئی نائے
 بیری دل کفار کے اوپر مدد ہماری دئے کروائے
 اتنی کہہ پائی نب لو ایک ایکی نظر پڑ جائے
 گرد آٹھی حوران کی دس^۵ اور بڑھتی آوت ثرت دکھائے
 دوئے اسوار ہیں آگے آگے دوو بازو سے جھپٹ آت
 دھاوا مارے سرپٹ آویں اپنے گھوڑنکو دوڑات

-
- | | |
|-------------------------------|-----------------------------------|
| (۱) مار ڈالیں - | (۷) شور مچا رہے - |
| (۲) خواہش ہوئی - | (۸) عیسائی جیت کی ٹھان رہے - |
| (۵) تیرے - | (۹) نہ مرنے والا، سدا رہنے والا - |
| (۷) اتنا کہنے والے کہ پکایک - | (۸) گرد بڑھتی آتی دکھائی دی - |

سجے بھٹے ہیں ہتیارن سے عربی گھوڑن پر اسوار
 چلے آت ہیں سنائے سے گرجت^۱ اور مارت للکار
 ایک کہت ہے کڑک کڑک کر جیوں بادل گرچے للکار
 وحی لکھیا مت گھبریو تمہرا کا^۲ کریں کفار
 شہر اسلام کا مبن آئے پہونچا عربی شہرن کا سردار
 ہوت ولید کا میں خالد ہوں رب کی آک ننگی نلوار
 دوجا کہت^۳ ہے میں آئے پہونچا رن کا شیر بہادر جوان
 لال لاڈلا ابوبکر کا نانوں میرا عبدالرحمن
 آئے پہونچی بھر فوج کٹیلی^۴ سب گڈہ بصرہ کے میدان
 حضرت رافع کے ہانہن میں رندولہ کا فتح نشان
 سنی ہے جس کھن کافر دل نے حضرت خالد کی للکار
 کمریں ٹوٹ گئیں واہی کھن جات رہی سب ہول پکار
 ہردے^۵ کانپ گئے رومن کے من میں گئے سناکا کھائے
 دھڑک دھڑک کے جھاتی رہ گئیں رہ گئے ہاتھ پاؤں نہرائے
 ہٹ گئے سگرے آس پاس سے شہد سے جیوں^۶ ماکھی ہٹجائے
 مسلمان تب دوو لشکر کے ململ خوشی بھٹے منمائیں
 وحی لکھیا سو آگے بڑھ رندولہ سے بھٹے^۷ آئے
 کرا سلام اور خوشی منائی پوجھا کجھی کرے منلائے
 حکم سے پھر حضرت خالد کے جج سووا دن رکھے ہٹائے^۸
 لوٹے رن سے غازی لڑیا پہونچی پڑاؤ کی جاگہ آئے

-
- | | |
|-----------------------|-------------------------------|
| (۱) گرجنے اور للکارے۔ | (۲) تمہارا کیا کریں گے۔ |
| (۳) دوسرا کہتا ہے۔ | (۴) کاٹ ڈالنے والی۔ |
| (۵) دل۔ | (۶) جیسے شہد سے مکھی ہٹ جائے۔ |
| (۷) ملاقات۔ | (۸) لڑائی ختم کر دی۔ |

کمریں کھولیں تب جوانن نے گھوڑن زین دیئے آترائے
 اور کھولے ہتیار بدن سے پڑھیں نمازیں وضو بنائے
 انٹی لڑائی بھٹی پہلے دن یارو بصرہ کے میدان
 بھٹی لڑائی جو دُسرے دن تسکا آگے ہوت بکھان
 ”کان لگائے سنو اب یارو رن کے دولہ کا گھمسان“
 رین؟ نے جب کارا شمیانہ دھرتی پر سے لیا اٹھائے
 اور دن نے اوجرا^۱ اشمیانہ سگرے جگ پر دیا تنائے
 سورج سیس^۲ اٹھائے پورب سے جھانکن لاگا جاؤ منائے
 کل کی لڑائی ہٹی بھٹی کا دیکھوں آج نماشا جائے
 بھور ہوت کہن سنیو یارو بصرہ والا دل کفار
 کر ہلے آئے پہونجا رن میں ہوٹیکے لڑائی پر نیار
 دیکھی جب جہ پھرتی آن کی رندولہ نب اٹھے پکار
 ہارا تھکا ہمیں جانا ہے تا سے چڑھ دوڑے کفار
 سمہرہ جاؤ اسلام کے سیرو ہوٹجاؤ گھوڑن پر اسوار
 ڈھال اور نیزہ لیو ہاتھن میں باندھ لو ابی نلسوار
 اتنی سنت اسلام کا لشکر ترقی ساج ہوا تیار
 پھینٹیں باندھ لئیں جوانن نے لئے سجائے نن پر ہتھیار
 زین رکھے گھوڑن پر اپنے تن پر بھاند بھئے اسوار
 ناچن لاگے گھوڑے عربی ہنین^۳ لاگیں ٹاپیں مار
 ساج“ ساج ٹھارے ہوٹگئے اللہ اکبر کہے پکار
 کانپ اٹھی تب دھرتی رن کی ہل گئے جنگل اور پہاڑ

-
- | | |
|--------------------------|--------------------------|
| (۱) جس کا آگے بیان ہوگا۔ | (۲) رات نے کالا شامیانہ۔ |
| (۳) آجیلا۔ | (۴) سر۔ |
| (۵) سنہل جاؤ۔ | (۶) ہتھنٹانے لکے۔ |
| (۷) تیار ہو گئے۔ | |

حضرت خالد رندولہ نے صف بندی تب لٹی کرائے
 جیسے پکھرو کی مورت کو نرم موم سے لٹیں بنائے
 دیا بنائے حضرت رافع کو دائیں بازو کا سردار
 بائیں بازو پر لشکر کے سوا زور کے لال ضرار
 میر ضرار سو لال لہروا باری عمر کے عربی جوان
 رات دنار نکے متوارے^۱ من نا بھاوے چھٹ میدان
 بھرے نہ من آن کا لڑے سے نت^۲ آٹھ آنہیں لڑن کا چاؤ
 کٹھن لڑائی کافر دل کی سمجھیں کھیل اور من بہلاؤ
 سر کفار کے گیندیں آن کی اور بلا نیزہ تلوار
 کھیل تھا آن کی لڑکائی^۳ کا سنو تو تم کرو بچار
 افسر آگے والے دل کے سو حضرت عبدالرحمن
 کھڑے بھٹے تب حضرت خالد سگرے دل کی بیچ میں آن
 فوج سچی رن کے دولہ کی جسے برکھا^۴ سے پھلوار
 نور کے موتی بھر بھر تھاری^۵ کرے فرشتن نے نیو چھار
 حکم دیا نب رندولہ نے سردارن سے کہی سنائے
 جس کھن^۶ حملہ کروں میں یارو تبھی حملہ کروا گھائے
 نکسا تب لو رومی دل سے بڑا سچلا ایک سوار
 ڈیل ڈول اور روپ میں سندس سچے^۷ بھٹے تن پر ہتھیار
 بانا^۸ سنہرا رتن جڑاؤ جسپر نظر نہیں ٹھہرائے
 نکس کے سو کفار کے دل سے ٹھارا بہامیدان میں آئے

(۱) متوالے -

(۲) لڑنے کے شوقین -

(۳) لڑکپن -

(۴) تھالی - بچھاور -

(۵) وقت -

(۶) چنے ہوئے -

(۷) سنہرہ ساز جواہرات سے مزین -

ہوں میں رانا گڈھ بصرہ کا عربی لوگو سنو چٹلائے
 مجھ سے جھٹ تھرے افسر کے لڑن کو دوحا نکرے ناے
 اتنی سن حضرت رندولہ جن کو چلت نہ لاگے دیر
 چلے نکرا اپنے لشکر سے چلے نکرے جیون مستاشیر
 گھوڑا آٹھانے نرقی پہونجی لے میں آیا ہوسیار
 بولا تب وہ بصرہ والا تمہیں ہو کا دل کے سردار
 بولے ہاں جہ لشکر وائے کہت ہیں موہی^۱ کو سردار
 چلوں حکم ہر خدا نبی کے نبھی لو میرے تابعدار
 حکم عدولی خدا نبی کی جو میں کبھو کروں منلائے
 ہو ان مسلمانن لوگن ہر میری کوئی حکومت ناے
 بولا تب رانا بصرہ کا عربی سنو اب میری بات
 روم کے میں چتر^۲ لوگن میں ناؤں مرا روماس کہات
 ہوت ہے جو کوئی چتر^۳ سیانا سانجی بات ہر کہ چھٹ جات
 اگلی کتابیں جو میں بانجیں^۴ تنسے موئے کھلی جہ بات
 سرجن ہاراک نبی قریشی مکہ میں دیے سر جائے
 نانوں محمد آسکا ہوئے ہے عبداللہ کا پوت کھائے
 بولے خالد قسم خدا کی بھٹے ہیں سوئی نبی ہار
 نبی قریشی ہمرے نبی ہیں سگرے نبین^۵ کے سردار
 پوچھا کا آن پر آدری ہے رب کی اور^۶ سے کوئی کتاب
 بولے قرآن آترا ہے آن پر جسکا جگ میں نہیں جواب

-
- | | |
|------------------------------|-----------------------------|
| (۱) قلعہ کا راجہ - | (۲) جیسے مست شیر نکلتا ہے - |
| (۳) مجھی کو سردار کہتے ہیں - | (۴) ہوشیار لوگوں - |
| (۵) ہوشیار - | (۶) پڑھیں - |
| (۷) نبیوں - | (۸) طرف - |

منزلت شعر کی ترے سودا یوں بھی وہم و گمان پڑتی ہے
نہیں عیسیٰ تو پر - سخن سے تیرے تن بے جاں میں جان پڑتی ہے
(مرزا رفیع سودا)

ہر چند اب ندیم کا شاگرد ہے فغان
دو دن کے بعد دیکھیو استاد ہووے گا
(اشرف علی خاں فغان)

اس قسم کی خود ستائشی بعض دفعہ دوسرے شاعر گوارا نہ کرتے
تھے اور وہ طنز سے کام لیتے تھے - شاعرانہ چوٹیں کرتے تھے اور ہجو
تک کہنے سے نہیں چوکتے تھے - مثال کے طور پر میر تقی میر، شاہ
ظہور الدین حاتم کا ذکر کرتے ہوئے تذکرہ نکات الشعرا میں کہتے
ہیں کہ^۱ -

”مردیست جاہل و متمکن و مقطع وضع، دیر آشنا، غنا ندارد
در یافتہ نمی شود کہ این رگ کیں بسبب شاعری است کہ ہم چون
من دیگرے نیست یا وضع او ہمیں است“ -

غلام ہمدانی مصحفی، مرزا عظیم بیگ عظیم کے حال میں لکھتے
ہیں کہ^۲ -

”دعویٰ شاعری خیلے در دماغش جا داشت ہیچ کس را بہ خاطر
نمی آورد و خود را از همه ممتازی دانست با آنکہ ہیچ علم و فن
ندارد“ -

انعام اللہ خان یقین کے متعلق میر نے یہ رائے دی ہے^۳ -

۱- ”نکات الشعرا“ (ذکر حاتم) -

۲- ”تذکرہ ہندی گوہار“ (ذکر عظیم) -

۳- ”نکات الشعرا“ صفحہ ۸۲ -

ایک کہتا ہے یہ توارد ہے دوسرا بولے اوف ری تمکیں
 درد سر کس طرح ہلاتے ہیں کر کے آواز منحنی و حزین
 اور جو احمق ان کے سامع ہیں دمبدم ان کو یوں کریں تمہیں
 جیسے سبحان من یرانی پر لڑکے مکتب کے کہتے ہیں آمیں
 ظاہر ہے اس طرز کی تہیص اور ہجو انتقامی جذبات بھڑکانے کے لیے
 کافی ہو سکتی ہے۔ ایک دن مرزا عظیم بیگ سید انشا کے والد میر
 ماشا اللہ خان کے پاس آئے اور ”غزل سنائی کہ بھر رجز میں تھی مگر
 ناواقفیت سے کچھ شعر رمل میں جا پڑے تھے۔ سید انشا بھی موجود تھے
 تاڑ گئے حد سے زیادہ تعریف کی اور اصرار سے کہا کہ میرزا صاحب اسے
 آپ مشاعرہ میں ضرور پڑھیں مدعی کمال کہ مغز سخن سے بے خبر تھا اس
 نے مشاعرہ عام میں غزل پڑھ دی۔ سید انشا نے وہیں تقطیع کی
 فرمائش کی۔ اس وقت اس غریب پر جو کچھ گزری سو گزری مگر سید انشا
 نے اس کے ساتھ سب کولے ڈالا اور کوئی دم نہ مار سکا بلکہ ایک
 غمخس بھی پڑھا جس کا پہلا بند یہ ہے :

گرتو مشاعرہ میں صبا آج کل چلے

کہیو عظیم سے کہ ذرہ وہ سنبھل چلے

اتنا بھی حد سے اپنی نہ باہر نکل چلے

پڑھنے کو شب جو یار غزل در غزل چلے

بھر رجز میں ڈال کے بھر رمل چلے

اگرچہ مرزا عظیم بیگ نے بھی گھر جا کر اسی غمخس کی طرح میں

اپنی بساط کے بموجب دل کا بخار نکالا مگر وہ مشت بعد از جنگ تھی۔“

ایک دو بند دیکھیے۔

وہ فاضل زمانہ ہو تم جامع علوم
تخصیل صرف ونحو سے جن کی محی ہے دھوم

رمل و ریاضی حکمت و ہیئت جفر نجوم
منطق ہاں معانی کہیں سب زمیں کو پیوم

تیری زباں کے آگے نہ دھقان کا ہل چلے

اک دو غزل کے کہنے سے بن بٹھے ایسے طاق
دیوان شاعروں کی نظر سے رہے بہ طاق

ناصر علی نظیری کی طاقت ہوئی ہے طاق
ہر چند ابھی نہ آئی ہے فہمد جفت و طاق

ٹنگری تلے سے عرفی و قدسی سے نکل چلے

”اب سید انشا کے طاہر فخر کی بلند پروازی اور زیادہ ہوئی۔ ہر
غزل میں مضامین فخریہ کا حوش ہونے لگا۔ یہاں تک کہا کہ میرا
اور ان لوگوں کا کلام ہی ایسا ہے جیسے کلام الہی اور مسیلمہ کذاب
کا الفیل ما لفیل۔ شاعرہ میں بادشاہ بھی اپنی غزل بھیجا کرتے تھے
اور بادشاہوں کا کلام جیسا ہوتا ہے وہ ظاہر ہے سید انشا نے
حضور میں عرض کی کہ فلاں فلاں اشخاص حضور کی غزل پر تمسخر
اور مضحکہ کرتے تھے۔ بادشاہ اگرچہ ان خانہ زادان قدیم پر ہر طرح کی
قدرت رکھتے تھے مگر اتنا کیا کہ شاعرہ میں غزل بھیجی موقوف کر
دی۔ یاروں کو بھی خبر لگ گئی نہایت رنج ہوا چنانچہ بعد اس کے جو
شاعرہ ہوا تو اس میں کمربن باندہ باندہ کر آئے اور ولی اللہ محب
نے یہ قطعہ پڑھا :

مجلس میں چکے چاہیے جھگڑا شعرا کا
ایسے ہی کسی صاحب توقیر کے آگے

یہ بھی کوئی دانش ہے کہ پہنچے یہ قضایا
اکبر تئیں یا شاہ جہانگیر کے آگے

مرزا عظیم بیگ نے کہا بابا میں نے اپنی عرض حال میں اپنے
استاد کے ایک شعر پر قناعت کی ہے کہ ابھی تضمین ہو گیا :

عظیم اب گو ہمیشہ سے ہے یہ شعر کہہا شعرا اپنا
طرف ہر اک سے ہو بحث کرنا نہیں ہے کچھ افتخار اپنا
کئی سکھن باز کھنڈ گویوں میں ہو نہ ہو اعتبار اپنا
جنہوں کی نظروں میں ہم سبک ہیں دیا انہیں کو وقار اپنا
عجب طرح کی ہوئی فراغت گدھوں پہ ڈالا جو بار اپنا

دریائے مواج کے آگے گھاس پھوس کی کیا حقیقت تھی - سید انشا
غزل فغزیہ کہہ کر لائے تھے وہ پڑھی جس کا ہر شعر دلوں پر
توپ گولہ کا کام کرتا تھا :

اک طفل دبستان ہے فلاطون مرے آگے
کیا منہ ہے ارسطو جو کرے چوں مرے آگے
کیا مال بھلا قصر فریدوں مرے آگے
کانپے ہے پڑا گنبد گردوں مرے آگے
سرغیان اولیٰ اجنحہ سائنسد کبوتر
کرتے ہیں سوا عجز سے غوں غوں مرے آگے
منہ دیکھو تو نقارچی ہیل فلک بھی
نقارے بجا کر کہے دوں دوں مرے آگے

ہوں وہ جبروتی کہ گروہ حکماء سب
 چڑیوں کی طرح کرتے ہیں حوں چوں مرے آگے
 بولے ہے بھی خامہ کہ کس کس کو میں باندھوں
 بادل سے چلے آنے ہیں مضمون مرے آگے
 مجھے کو مرے حسرو پرویز ہو حاضر
 شہرین بھی کہے آگے بلاوں مرے آگے
 کیا آگے ڈراوے مجھے رلف شب یلدا
 ہے دیو سفید سحری جوں مرے آگے
 وہ مار فلک کاہکشاں نام ہے جس کا
 کیا دخل جو بل کھا کے کرے فوں مرے آگے

بعد ان کے حکیم قدرت اللہ قاسم کے سامنے شمع آئی۔ انہوں نے اتنا
 کہا کہ سید صاحب ذرا اس ”القیل مالفیل“ کو بھی ملاحظہ فرمائے۔
 میر مشاعرہ کو خیال ہوا کہ مسد انشا کی ہجو کہی ہوگی مبادا
 شرفا میں بے لطفی حد سے بڑھ جائے اسی وقت اٹھے کہ دونوں میں صلح
 کروا دیں۔ سید انشا نے بھی شرافت خاندانی اور علو حوصلہ کو
 کام کیا اٹھ کر حکیم صاحب کے گلے لپٹ گئے اور کہا کہ
 حضرت حکیم صاحب آپ میرے فی عم۔ اس پر صاحب عالم،
 صاحب فضل، خاک بدھنم بھلا میں آپ پر طنز کروں گا البتہ
 مرزا عظیم بیگ سے شکایت ہے کہ وہ خواہ مخواہ بد دماغی کرتے ہیں
 اور داد دینی تو درکنار شعر پر سر تک نہیں ہلاتے آخر کس برتے پر۔
 غرض کہ سب کی صلح پر خاتمہ ہو گیا۔“

یہ مشاعرہ جس کی تفصیل ”آب حیات“ کے صفحات سے نقل کی گئی
 ہے۔ آزاد ہی کی رائے میں ”ایک خطرناک معرکہ تھا۔“ ”حریفوں نے

تیغ و تفتنگ اور اسلحہ جنگ سنبھالے تھے بھائی بند اور دوستوں کو ساتھ لیا تھا بعض کو ادھر ادھر لگا رکھا تھا اور بزرگان دین کی نیازیں مان مان کر مشاعرہ میں گئے تھے۔ ”اگر بیچ بچاؤ نہ ہوتا۔ تو خدا جانے کیا ہوتا۔ مصحفی نے مناظرہ سے مقاتلہ کی نوت کی ایک مثال اپنے تذکرے میں لکھی ہے۔ مرزا علی مہلت نے جو جرأت کے ایک شاگرد تھے علی نقی محشر کو قتل کر دیا تھا۔ پھر دلی بھاگ آئے تھے۔ پہلے دونوں میں مناظرہ ہوا۔ پھر دونوں نے یہ طے کیا کہ دریائے گومتی پار کر کے دوسرے کنارے پر تلواروں سے آمنہ سامنا کریں۔ مقابلے میں علی نقی محشر زخمی ہوئے۔ اسی حالت میں گھر پہنچے۔ گھر والوں نے بہتیرا ہوجھا لیکن انہوں نے ضارب کا نام نہ بتایا اور تھوڑے عرصہ میں زخموں کی تاب نہ لا کر چل بسے۔ یہ دو شعر ان کے ہیں۔^۱

گریاد گلر خاں کی تہہ خاک کیجیے
تو قبر میں بھی تن پہ کفن چاک کیجیے
مرنے کے بعد بھی نہ گئی دل کی وہ تپش
آرام زیر خاک بھی اب خاک کیجیے

ہجو و طنز کے علاوہ بعض دفعہ ادبی قسم کا اعتراض اور تنقید بھی وجہ نزاع بن جاتی تھی۔ مرزا عبدالقادر بیگ فائق نے ضرورت شعری سے ایک مصرع میں لفظ ید کو تشدید کے ساتھ باندھ دیا۔ سید انشا نے اس غلطی کو پکڑ کر ایک ایسا قطعہ لکھا جس میں دانستہ طور پر کئی ساکن اور متحرک حرفوں کو مشدد ہونا دیا جو اصل میں فائق پر چوٹ تھی^۲۔ مثلاً۔

۱- ”تذکرہ ہندی گویاں“ صفحہ ۲۲۹، ۲۳۰۔

۲- ”انشاء از فرحت“ صفحہ ۱۳۔

خط نستعلیق لکھوائے پر مامور تھے^۱۔

دبیر کے پردادا مرزا محمد رفیع^۲ شاہان مغلیہ کے دربار میں میر منشی کے عہدے پر سرفراز تھے ان کے بعد یہ عہدہ ان کے لڑکے مرزا غلام محمد کو منتقل ہوا، مرزا غلام محمد (دبیر کے دادا) نے یاد الہی کے لیے گوشہ نشینی اختیار کی اور اس موروثی عہدہ کو چھوڑ دیا۔ شاہ عالم ثانی نے از رہ قدردانی چار ہزار سات سو اکتیس روپے بموجب فرمان محرمہ ۳ رجب المرجب ۱۱۷۵ھ مقرر فرما دی۔ فرمان کی عبارت حسب ذیل ہے :

”چوں بعرض مقدس و معلیٰ رسید کہ فضیلت و شریعت مآب تقویٰ و صلاح دستگاہ غلام محمد ابن ملا محمد رفیع ولد ملا محمد ہاشم شیرازی بمناصب جلیلہ سرکار از خیال مال آخری رضیہ برضائے جناب باری عز اسمہ و ما بدولت و اقبال بالتھائے تدین و کمال رسانیدہ باکراء فانی از ترکب مناصب متعلقہ و تعلقات حادث از مزید شوق طاعت واجب الوجود اعتکاف ساختہ، لہذا بصواب دید قدامت عنایت اللہ خان ابن ابو ظفر خان ناظم صوبہ کشمیر جد مادری معزالیہ و شہامت علی خان حال آستاد شہزادہ ہائے ہاپوں و ملا محمد ہاشم جد پدری شان برضا جوئی خلاق عالم و کسب ثواب آخری کہ خاصۃ سلاطین و فرمان روایان پیش بودہ است۔ بنظر مراتب صدر چہار لک و ہشتاد و ہشت ہزار یک صد و بست دہام بتعداد چہار ہزار ہفت صد و سی و یک روپیہ از پرگنہ حویلی دارالخلافت شاہجہان آباد در وجہ مدد معاش متعلقان مشار الیہ با فرزندان بطریق التثام

(۱) شمس الضحیٰ تنقید آب حیات (ظہیر) و حیات دبیر۔

(۲) مرزا رفیع کا ایک قصیدہ روضۂ رضوان میں طبع ہوا ہے، مطلع یہ ہے :

اے شہنشاہ ولیٰ ملک و تدقّ کشور والضحیٰ روئے و قبر طلعت و النجم الممر

از نصف خریف پارس نیل حسب الضمن مقرر باشد۔ باید کہ
 فرزندان کاسکار والاتباء و آمرائے عالی مقدار و متصدیان مہمات و
 جاگیرداران و کروڑیوں حال و استقبال وجہ مذکوراً نسل بعد
 نسل و بطاً بعد بطن بتصرف فرزندان و متعلقان مشار الیہ
 باز گذارند و از جمع وجوہ عوارض مرفوع القلم شمارندہ دریں باب
 ہر سال مجدد نہ طلبند۔“

سیوم شہر رجب المرجب ۱۱۲۵ھ

مطابق ۳ سنہ جلوس والا تحریر یافت

جب مرزا غلام حسین (والد مرزا دبیر) پیدا ہوئے تو اسی بادشاہ
 (شاہ عالم ثانی) نے مندرجہ ذیل فرمان کی رو سے ایک سو روپیہ ماہوار
 مرضعہ کے مصارف کے لیے شاہی خزانے سے مقرر فرمائے :

”دریں وقت میمنت اقتران از وقائع مولود فرزند ملا غلام محمد
 نواہ ملا ہاشم شیرازی و نام نہاد بمسمیٰ غلام حسین سسج ہایوں رسیدہ
 حکم جہاں مطاع عالم مطیح بنام خازن خزائنہ عامرہ سلطانی بارشاد
 ماموری یکصد روپیہ مکہ کہن ماہانہ مصارف مرضعہ وغیر ہم شرف

(۱) شمش الضحلی میں میر صفدر حسین نے یہ فرمان پہلی دفعہ چھاپا ’ تنقید
 آب حیات اور حیات دبیر کے مؤلفین نے اسے وہیں سے نقل کیا ہے۔ راقم الحروف
 نے خاندان دبیر سے شاہی فرائین کے وجود کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا
 کہ محفوظ نہیں۔ باعث تعجب یہ امر ہے کہ ۹ ربیع الاول ۱۱۲۵ھ کو بادشاہ
 (شاہ عالم ثانی) کالی کی طرف روانہ ہوئے ’ پھر کالی سے جہانسی کو فتح کرنے کے
 لیے کوچ کیا۔ ہجریوں رجب ۱۱۲۵ھ کو قلعہ جہانسی فتح ہوا ’ گویا سوئم شہر
 رجب الاول ۱۱۲۵ھ کو بادشاہ جہانسی کی لڑائی میں ہنسن نہیں موجود تھے۔
 (دیکھیے تاریخ اودہ ’ جیم الفنی ج ۲ صفحہ ۶۳) ان حالات میں فرمان مندرجہ بالا
 کا جاری ہونا مشتبہ ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شاہ عالم کے مزید حالات کے لیے دیکھیے : مقدمہ نادرات شاہی (ہنجاب
 نویورسٹی لائبریری) ’ تاریخ ہندوستان (ذکاء اللہ) ’ مطبوعہ ۱۸۹۸ع ’ صفحہ ۲۹۸

صدور فرمودہ حاسبان دفتر دیوانی سرکار معلیٰ سوائے ماہانہ ملا غلام محمد محسوبہ سنین پیشین ماہانہ ہذا مصارف مرضعہا وغیر ہم غلام حسین مولود حال بھارن خزانہ خاقانی بمجرائے مجدد محرا دادہ قبض مہری غلام حسین بہ دفتر داشتہ باشند۔ دریں باب ہر سال سند مجدد لہ طلبند۔^۱

ہفتم شہر رمضان المبارک ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۸ سنہ جلوس
تحریر یافتہ

۱۲۱۵ھ میں مرزا غلام حسین (والد مرزا دبیر) لکھنؤ میں تھے۔ غالباً یہاں وہ شادی کرنا چاہتے تھے۔ وقت کے رواج کے مطابق شادی سے پہلے ان کی خاندانی وجاہت کی چھان بین ضروری تھی۔ لہذا لیک استشہاد مرتب کیا گیا۔ جسے شمس الضحیٰ کے حوالے سے یہاں نقل

۱۔ ملاحظہ ہو شمس الضحیٰ 'تنقید آجیات' حیات دبیر 'ومضمون س' 'ٹ' 'ص' از وحی بالکرامی رسالہ 'ندیم' گیا بہار نومبر ۱۹۳۵ع نسخہ مملو کہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری۔

نوٹ: شاہ عالم ثانی (شہزادہ عالی گہر) کا سال جلوس نومبر ۱۷۵۹ع سے شروع ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ فرمان ۱۷۷۷ع یا ۱۷۷۸ع میں لکھا گیا۔ یہ ایام بادشاہ کے لیے نسبتاً ہر سکون تھے۔ ممکن ہے کہ ان ایام میں یہ فرمان جاری کیا گیا ہو۔ مگر اس کے چند سال بعد جو حالت شاہ عالم ثانی کی ہوئی اس سے یہ یقین نہیں آتا کہ اس فرمان پر کبھی عمل درآمد بھی ہو سکا ہو۔ اپنے آخری ایام میں تو اس کے مزاج میں خست بھی آ گئی تھی اور چند لاکھ روپے خزانے میں جمع بھی کر لیے تھے۔ ابتداء میں تو اس کے پاس اس قدر بھی نہ ہوگا۔ غلام قادر روہیلہ نے بادشاہ کی آنکھیں نکالنے سے پیشتر یہ سوال کیا تھا کہ خزانہ کہاں ہے؟ تو بادشاہ نے جواب دیا کہ "اگر خزانہ مجھے معلوم ہوتا تو میں کیوں اپنے ظروف فقر و طلائی بیچ کر اپنے نوکروں کی تنخواہ تقسیم کرتا"۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ ستم زدہ بادشاہ اپنے کسی ملازم کے لیے اس طرح وظائف مقرر کر سکتا تھا۔ کسی کو بطور ترک کچھ مل گیا تو فیہا ورنہ لوگ دربار سے رسماً منسلک رہے۔

شاہ عالم کے حالات کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں تاریخ ہندوستان جلد نہم و دہم (واوی ذکاء اللہ) ص ۳۰۹ تا ۳۱۱ (مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۱۹)

کیا جاتا ہے :

”گواہی می طلبد بصدق و شہادت می خواہد بحق از رؤسائے لکھنؤ و شاہجہان آباد و اکبرآباد ننگ و عار دارین مسمی بہ غلام حسین ابن مرزا غلام محمد خلف مرزا رفیع ولد ملا ہاشم شیرازی برادر عینی ملا اہلی شیرازی حشر ہا اللہ مع الائمۃ المعصومین علیہم السلام بدین مضامین صداقت آئین از قدیم الایام بزرگان ابا عن جدا حق العباد در شیراز کہ موطن و مولد آہا بودہ ہموارہ بمناصب جلیلہ و مدارج رفیعہ ممتاز بودلد۔ چون بسبب نا مساعدت ایام جلالت وطن ساختہ وارد اکبرآباد شدند مرزا عماد اللہ خان ابن مرزا ابو ظفر خان جد مادری آثم ناظم صوبہ کشمیر و سامون صاحب مرزا شہاست علی خان بنویسانیدن خط نستعلیق بآستادٹی شہزادگان متصوب و جدا بعد بعدہ منشی گیری سرفراز و ممتاز گردیدند و تامدت مدید عرصہ بعید ہمیں مناصب جلیلہ خوش گذران ماندند و والد مغفور نیز صاحب اقتدار بودند۔ لاکن چون والدہ ماجدہ مستشہد از دار فانی بعالم بقا انتقال نمودہ و والد مرحوم عقد دیگر ساختند، حقیر کہ درآن ایام نہ سالہ بود در مکتب خانہ تحصیل علم می نمود و والد مرحوم حسب ارشاد شاہی اکثر بسفر می ماندند، مادر نا سہربان بوجہ مغائرت بطن بانواع و اقسام ایذا می رسانید۔ چنانچہ روزی زہرہم در طعام دادہ۔ معلم حقیر ازین دشمنی آگلہ گشتہ حقیر را از اکبر آباد بہ شاہجہان آباد بخانہ مرزا فتح علی خان ابن مرزا افضل علی خان کہ پدر حقیر صیغہ اخوت و روابط قدیم می داشتند آورد و حال سہربانی مادر نا سہربان حالی ساختہ۔ جناب خانصاحب موصوف

متاسف گشته مثل بزرگان که فرزند آشنا را فرزند خود دانستند، حقیر را بخانه خود به هزار شفقت و محبت نگاه داشتند. چون والد مرحوم از کار سرکار انقراغ یافته مراجعت نمودند، جوبائے حقیر گشتند. مادر نا مهربان نسبت آوارگی و بد افعالی باین بیقصور نموده. لاکن باین همه والد مغفور بسبب مهر پدری بیتاب گشته برائے تلاش حقیر بشاهجهان آباد آمدند و بخانه خانصاحب ممدوح سراغ یافته حقیر را در بر کشیدند و چند روز مهان خانصاحب مانده حقیر را همراه خود بروند، هر چند که خانصاحب ممدوح نام بنده گرفته بوالد ماجدم تفهیم نمودند که ایشان را در خانه بنده بگذارید که خانه خانه شاست و در خانه شما یقین هلاکت ایشان است که مادر جدید نامهربان است. والد بنده با قضاائے حمیت عذر نمودند و مفارقت این جانب گوارا نداشتند. چند سال باز بنامهربانی هائے مادر نامهربان بسر بردم. چون والد ماجدم بسن سیزده سالگی حقیر از دنیا رخت سفر آخرت بستند و اقربائے مادر نا مهربان مال و اسباب جمیع اشیائے والد از حقیر پوشیده بقبض و تصرف آوردند. حقیر که محض بے دست و پا بود. چار و ناچار بخانه فتح علی خان باز آمده بسکونت ورزید در آن ایام خان صاحب ممدوح هم مبتلائے عسرت بودند. لاکن مہانداری حقیر از اول زیاده تر نمودند. از آنجا که شهر مذکور بسبب تاراج و غارت متواتر قابل ماندن نمانده غریمت لکھنؤ فرمودند. بنده نیز همراه معظم الیه وارد لکھنؤ گردید. حقیقت حال این است که بقید رقم آورده. هر کس که درین شهر از آباؤ اجداد بنده آگاهی کماهی داشته باشد حسبہ اللہ مہر و گواہی زیب تحریر نماید و چون استشهاد نامہ هذا

در اکبر آباد و شاہجہان آباد بنظر رؤسائے شہرین مذکورین
ہگذرد مترقب کہ قرۃ الی اللہ از روئے یقین کالشمس فی النہار
طالعاً مواہیر شہادت خود ثبت نمائند کہ عنداللہ ماجور و
عندالناس مشکور خواہد بود۔

تحریر فی التاریخ ہفتم رجب المرجب ۱۲۱۰ھ نبوی
اس استشہاد کی پیشانی پر مندرجہ ذیل عبارت اور شاہ عالم ثانی کی
مہر ثبت ہے۔

فی الحقیقت بزرگان مستشہد از شرفائے شیراز و بسرکار ما بمعہدہائے
جلیلہ ممتاز بودہ اند۔

بادشاہ کے علاوہ استشہاد مذکور کی تصدیق دیگر پندرہ اکابرین
نے بھی کی ہے۔ جن کے اسمائے گرامی و آرا حسب ذیل ہیں :

- ۱۔ آفتاب جنگ نواب محمد نور اللہ خاں بہادر
- ”حقاً کہ جناب صداقت مآب اعنی مرزا غلام حسین صاحب خلف
الصدق مرزا غلام محمد صاحب طاب ثراہ از شرفائے ذوی الاقتدار
و یجناب عالی تبار خطہ پاک شیراز ہستند۔ وجہ، مادر مفتخ
الہ وجہہ اینجانب ہر دو خواہر عیی بودہ اند۔“
- ۲۔ سید دلدار علی صاحب (مجتہد اول)^۲

(۱) شمس الضحی و حیات دبیر ج - ۱
(۲) ”مجتہدین شیعہ کا آغاز بھی فرنگی محل ہی سے ہوا۔ لکھنؤ کے پہلے مجتہد
مولوی دلدار علی صاحب نے بھی ابتداء کتب درسیہ فرنگی محل ہی میں پڑھی
تھیں۔ پھر عراق میں جا کے علمائے کربلا و نجف کے سامنے زانوئے شاگردی تہ
کبیا اور واپس آ کے خود فرنگی محل والوں کی تصدیق و تقریب سے مجتہد و شیعہ
فرمانروایان وقت کے مقتدا قرار پائے۔ انہوں نے چونکہ عراق میں تعلیم پائی تھی۔
لہذا عربی کا نیا ادبی ذوق اپنے ساتھ لائے۔ اور ادبیت میں خاندان اجتہاد اور
لکھنؤ کے شیعہ علما کو فرنگی محل والوں پر ہمیشہ فوقیت رہی اور آج تک
حاصل ہے۔“

بحوالہ ”گذشتہ لکھنؤ“ عبدالعلیم شرر، ص ۱۲۴ مطبوعہ نسیم بکدھو لکھنؤ

”بگواهی ثبات سیما بشهادت مرزا کاظم علی صاحب متحقق گشته و یقین پیوسته که لاریب جناب مستشهد صداقت مآب اعنی نجیب الطرفین عالمنام مرزا غلام حسین صاحب خلف مهین جناب مرزا غلام محمد صاحب ولد مرزا رفیع ابن ملا هاشم شیرازی از شرقا و غربائے جلیل القدر شیراز و رؤسائے ممتاز اکبر آباد هستند - کتبه احقرالعباد سید دلدار علی“ -

۳- حسن رضا خان ”لاریب فیه“

۴- کاظم علی ”شهدی فیه -“

۵- سید فرزند علی ساکن مغل پوره - ”وائی علی ذلک من الشاهدین“

۶- مرزا رحمت علی خان - ”آفیه در متن است حق است“

۷- نواب محمد مسیح الله خان، صاحب اعجاز خسروی، متخلص به مسیح

”گواه محضر هذا مسیح است

صحیح است و صحیح است و صحیح است“

۸- امجد علی خان بهادر -

”بخدا که عالی نسبی و والی حسبی مستشهد اظهر من الشمس

و امین من اللمس“ -

۹- نواب مختار خان، برادر زاده نعمت خان عالی که با والد

مستشهد ضیغه اخوت دارند -

”لاریب فیه که قره باصره شرافت و غیره ناصیه شرافت

جناب مستشهد مدوح نجیب الطرفین است“ -

۱۰- خان بهادر الله ساکن اکبرآباد -

”والله بالله که آفیه در متن است حرفاً حرفاً و لفظاً لفظاً از

والد مرحوم بارها شنیده ایم -“

۱۱۔ فضل علی عرف آقا جان ابن فتح علی خان -
 ”واللہ ثم باللہ کہ جناب مستشہد بعوض احسان مہانداری
 چند روزہ کہ والد مغفور ہر معظم اللہ نمودہ اند احسانات فراوان
 ہر من فرمودہ و میفرمائند۔ چنانچہ دریں ایام در مکان مکرم
 الیہ سکونت میدارم۔“

۱۲۔ امین الدین علی داروغہ دیوان خانہ حضرت شاہ عالم و عالمیان
 خلد اللہ ملکہ۔

”در این دارالخلافت خاندان مستشہد جلیل الشرافت از آفتاب
 روشن ترست“

۱۳۔ علی مردان خان بہادر - ”الا مرکز الک“ -
 ۱۴۔ مرزا محمد باقر -

”فی الواقع کہ جناب مستشہد ممدوح از خاندان جلیل و
 از دودمان نجیب و اصیل است“

۱۵۔ سید احسن اللہ -

”حقیر مستند عزیز را درس دادہ است“

مرزا غلام حسین کے چاروں بچے (دو لڑکیاں، مرزا نظیر اور
 سلامت علی دبیر علی الترتیب) دلی میں پیدا ہوئے^۱۔ مرزا صاحب نے
 غالباً دلی کی سب جائداد فروخت کر دی اور اُس کی جگہ لکھنؤ میں
 آ کر مکانات وغیرہ خرید لیے جو آج تک موجود ہیں اور وہ گلی کوچہ

(۱) حیات دبیر صفحہ ۱۸ (مرزا غلام حسین دبیر کے والد) تباہی دہلی کے
 بعد لکھنؤ آئے اور یہیں شادی کر کے وہ پڑے اُس کے بعد جب دلی میں تسلط ہو گیا
 تو پھر دہلی واپس چلے گئے۔ (رام بابو سکسینہ تاریخ ادب اردو، صفحہ ۳۶۵
 مطبوعہ لاہور)۔

دبیر (محلہ غناس) کہلاتی ہے^۱ - ۱۸۲۲۵ء میں وہ واپس لکھنؤ آئے اور یہیں مستقل طور پر بس گئے -

مرزا غلام حسین نے واپس لکھنؤ آ کر بھی کوئی ملازمت نہ کی - یہ سعادت علی خاں کا عہد تھا جب کہ متعدد اسامیاں تحفیف میں آ چکی تھیں^۲ اور ملازمت کا دائرہ تنگ ہو چکا تھا - مؤلف حیات دبیر کا یہ خیال غلط ہے کہ یہ ”نواب آصف الدولہ کا عہد تھا اور اس وقت ملازمت سہل الحصول تھی“، نواب آصف الدولہ ۱۸۱۲ء میں وفات پا چکے تھے اور مرزا غلام حسین مستقل طور پر ۱۸۲۵ء میں منتقل ہوئے - آصف الدولہ کی وفات اور مرزا غلام حسین کے دوبارہ لکھنؤ آنے اور مستقل رہائش اختیار کرنے کے درمیان تیرہ سال کا زمانہ ہے - جو انہوں نے بیشتر دلی میں گزارا^۳ - لہذا ملازمت اختیار نہ کرنے کی وجہ ان کی بے نیازی کی بجائے ملازمت کا نہ ملنا معلوم ہوتی ہے -

لکھنؤ میں مرزا غلام حسین کی مالی حالت اور وجہ معاش لکھنؤ میں مرزا غلام حسین کی وجہ معاش کیا تھی اور ان کی مالی حالت کیسی تھی ؟ ان کوائف کے متعلق عجیب متضاد آراء سے سابقہ پڑتا

(۱) حیات دبیر -

(۲) دیباچہ سبع مثنوی (صفحہ ۱۱) میں مذکور ہے کہ جب مرزا غلام حسین مستقل طور پر لکھنؤ منتقل ہوئے تو اس وقت دبیر کی عمر سات سال تھی - چونکہ دبیر کی ولادت ۱۸۲۱ء کی ہے اس لیے یہ واقعہ ۱۸۲۵ء کا ہوا اور چونکہ مرزا غلام حسین کی پیدائش ۱۸۱۰ء کی ہے لہذا اس موقع پر ان کی عمر پتیس سال ہوئی -

(۳) تفصیل کے لیے دیکھیے تاریخ اودہ، جلد ۴ (لحم النفی) -

(۴) حیات دبیر (ثابت) صفحہ ۱۲ نیز حاشیہ ۳ صفحہ مذکور -

(۵) کم از کم ۱۸۱۳ء تا ۱۸۲۵ء وہ دلی میں رہے جہاں چاروں بچے پیدا ہوئے اور سب سے چھوٹا سات سال کا ہو گیا -

ہے۔ ایک تو وہی صاحب تذکرہ سراپا سخن کی کاغذ فروشی والی روایت ہے۔ مگر وہ انہیں ایک جگہ از متعلقان آغا جان کاغذ فروش کہتا ہے۔ لیکن دیبر کے خاندان میں کسی آغا جان نام کے آدمی کا ذکر نہیں۔ ہاں اس استشہاد پر جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے ایک شخص فضل علی خاں عرف آغا جان ابن فتح علی خاں کی سہر ثب ہے اور ساتھ یہ عبارت منقول ہے :

”والله ثم بالله کہ جناب مستشہد بعض احسان سپہانداری چمد روزہ کہ والد مغفور ہر معظم الیہ نمودہ اند احسانات فراوان ہرمن فرمودہ می فرمائند چنانچہ دریں ایام در مکان مکرم الیہ سکونت می دارم“۔

سپہانداری کے ذکر سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہ آغا جان آپس فتح علی خاں کے لڑکے ہیں جن کے پاس مرزا غلام حسین نے اہمے بچپن کا زمانہ بسر کیا جس کی تفصیل استشہاد مذکور میں درج ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ہررگ کاغذ کی تجارت کرتے ہوں۔ مگر استشہاد کے متن میں فتح علی خاں کے متعلق یہ بھی ذکر ہے کہ وہ آخر عمر میں ”مبتلائے عسرت“ تھے۔ جس کی تصدیق سہر کے ساتھ والی عبارت سے بھی ہوتی ہے۔ آغا جان اور دیبر کے خاندانوں میں رشتہ صرف دوستانہ تعلقات کا ہے۔ خاندانی قرابت کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس سلسلے میں ثابت لکھنؤی کی یہ رائے بھی قابل غور ہے :

”میں نے لکھنؤ کے بعض معمر آدمیوں سے سنا ہے کہ وہ آغا جان اور مرزا غلام حسین یہ دونوں صاحب بزرگوں کا سامان خانہ داری، دوشالہ، ہتھیار، ظروف، نقرہ و طلا وغیرہ وغیرہ جو بہت کچھ تھا، بیچ بیچ کر کھایا کیے۔ اس زمانے میں کاغذ بھی بہت

قیمتی ہوتا تھا۔ خصوصاً ایرانی و کشمیری کاغذ بہت ہی قیمت ہاتا تھا۔ ممکن ہے کہ ان صاحبوں کے ساتھ کچھ کاغذ بھی ہو اور وہ بیکار سمجھ کر بیچ دیا ہو۔

لیکن مرزا غلام حسین تو استشہاد مذکور میں یہ لکھ چکے ہیں :

”چوں والد ماجد بمن سیزده سالگی حقیر از دنیا رخت سفر آخرت بستند و اقبائے مادر نامہربان مال و اسباب و جمیع اشیائے والدہ از حقیر پوشیدہ و تصرف آوردند، حقیر کہ محض بے دست و پا بود، چار و لاچار بخانۂ فتح علی خان باز آمدہ بسکونت و رزید“۔

جب مال و اسباب سو تیلی ماں کے رشتہ داروں نے ہتھیا لیا تھا تو ظروف نقرہ و طلا، ہتھیار اور کاغذ کے ذخائر کہاں سے آ گئے ؟ لہذا مؤلف حیات دبیر کا یہ خیال کہ وہ بزرگوں کا مال و اسباب بیچ بیچ کر گزارہ کرتے تھے درست معلوم نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ہی جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مرزا مذکور کی مالی حالت بڑی حد تک اطمینان بخش تھی اور وہ سینکڑوں روپے بطور خمس و زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔ جیسا کہ حجتہ الاسلام مولانا سید دلدار علی صاحب کے مندرجہ ذیل خط سے ظاہر ہے :

”جناب مرزا صاحب کرمفرمائے دوستان مستجمع الطاف و احسان عالی مراتب والا مناقب مرزا غلام حسین صاحب دام مجتہدہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام واضح رائے شریف باد، کہ مبلغ پانصد روپیہ منجملہ زکوٰۃ و خمس کہ بدست مسمی غلام حیدر فرستادند، رسید انشاء اللہ تعالیٰ بمستحقین مؤمنین تقسیم کردہ بخواہد شد، زیادہ والسلام۔

مرقومہ چہارم شہر رمضان ۱۲۱۶ ہجری،

سید دلدار علی^۱ ۱۲۱۰ھ

(۱) حیات دبیر صفحہ ۱۱۔

(۲) شمس الضحیٰ (میر صفدر حسین) نسخہ مملوکہ برٹش میوزیم۔

یہ بھی مسلمہ ہے کہ لکھنؤ آکر مرزا موصوف نے کوئی ملازمت نہیں کی لہذا ہمیں ان کی مرفع العالی کے بیش نظر صاحب تذکرہ سراپا سخن کی یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے کہ مرزا غلام حسین کاغذ کی تجارت کرتے تھے۔ جو بذات خود نہایت معزز پیشہ ہے البتہ کاغذ فروش کی ترکیب میں فقیر کا پہلو نکلتا ہے۔ جس کے لیے میر محسن علی (صاحب تذکرہ سراپا سخن) مورد الزام ہیں۔ بجائے اس کے تاجر یا سوداگر کا لفظ استعمال ہو سکتا تھا۔

بہر حال یہ ضرور ہوا کہ مخالفین اور موافقین دونوں کی طرف سے مبالغہ آرائی کی گئی۔ جہاں مخالفین نے فقیر کا پہلو پیدا کرنے کی کوشش کی وہاں موافقین نے بھی مرزا کے آباؤ اجداد کے اثر و رسوخ کو ہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور بقول سکسینہ ”کوشش کی گئی ہے کہ ان کو عالی خاندان اور ان کے بزرگوں کو نہایت معزز ثابت کیا جائے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ مرزا دبیر ایک شریف اور معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے“ اور ان کے بزرگ قدیم زمانے میں کچھ اثر ضرور رکھتے تھے“ شاد عظیم آبادی کی یہ رائے نقل کر کے اس بحث کو ختم کیا جاتا ہے :

”میرزا صاحب کو جن بزرگوں نے دیکھنے کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور ان فرشتہ خصال کی صحبت میں کسب سعادت کی ہے“ انہیں کے دلوں سے ہو چھٹے کہ وہ کیسے تھے۔ حق یوں ہے کہ کوئی ناواقف بھی ان کی رفتار گنتار دیکھتا تو چھوٹے حکم لگا دیتا کہ شرافت و عالی نسبی میں اس باکمال کی کسی طرح کا شک نہیں“۔

(۱) رام بابو سکسینہ، تاریخ ادب اردو صفحہ ۳۶۵ مطبوعہ لاہور۔

(۲) شاد عظیم آبادی، جام جم سکھر شمارہ ۲، جلد ۱۔



پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد سفیع مرحوم
(۱۸۸۳ع — ۱۹۶۳ع)

اورینٹل کالج میگزین

مئی - اگست ۱۹۶۴ء

(مرحوم ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کی یاد میں خاص اشاعت)

عدد مسلسل ۱۵۷-۱۵۸

جلد ۴۰ عدد ۳ و ۴

ایڈیٹر :

ڈاکٹر سید عبداللہ

☆

باہتمام مسٹر احسان الحق ' ہیڈ کلرک ' یونیورسٹی اورینٹل کالج ' لاہور
پرئمر و پبلشر اورینٹل کالج میگزین ' جدید آردو ٹائپ پریس ' لاہور
میں طبع ہو کر اورینٹل کالج ' لاہور سے شائع ہوا

سالانہ چندہ : چھ روپے

خاص نمبر کی قیمت بے قاعدہ خریداروں کے لیے : آٹھ روپے

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحات
۱۔	مختلف المبائل	ڈاکٹر رانا احسان الہی	۶۸-۱
۲۔	یک مجموعہ ناساختہ شعر فارسی	ڈاکٹر مہدی بانی	۷۶-۶۹
۳۔	عہد نوی کے واقعات کے لیے	ڈاکٹر محمد حمد اللہ	۸۶-۷۷
	نوعی محمد گمان -		
۴۔	مسعود سعد اور امیر خسرو	سید ہاسمی فرید آبادی	۹۷-۸۷
۵۔	ابو الفحل کا مذہب	ڈاکٹر طہم پور الدس احمد	۱۱۲-۹۹
۶۔	فارسی کا ایک اور بدکرہ	ڈاکٹر سید عبداللہ	۱۲۲-۱۱۳
۷۔	فعل ماضی کے اسام	مولانا عبدالقدوس	۱۳۳-۱۲۳
۸۔	لفظ "سرو" کی معنی	امین اللہ ویر	۱۶۶-۱۳۷
۹۔	فسطاط اور ماہرہ	ملک دو الفقار علی	۱۸۸-۱۶۷
۱۰۔	خاران حاتم جلیل و حواجہ	پروفیسر زکی ولیدی	۱۹۹-۱۸۹
	بہاء الدس نفسند	طوغان	

یاد داشتیں

۱۔	استاذ الاساذہ	حسین ڈاکٹر	۲۰۷-۲۰۲
		اس۔ اے رحمان	
۲۔	چند نفوش پارسیہ	ڈاکٹر وحید مرزا	۲۱۷-۲۰۶
۳۔	شفیع صاحب	ڈاکٹر موہن سنگھ	۲۱۸-۲۱۶
		دیوانہ	
۴۔	چند نادیں	ڈاکٹر غلام حسین	۲۲۸-۲۱۹
		دو الفقار	
۵۔	مولوی محمد شفیع مرحوم	سریف ہلال صاحب	۲۲۹-۲۲۷
۶۔	رباعہ الہ کتور محمد شفیع	مولانا عبدالصمد صارم	۲۳۱-۲۳۰
۷۔	فہرست نالیفات و مقالات	احمد ربانی صاحب	۲۳۳-۲۳۳
	مولوی محمد شفیع		
۸۔	شرح مختصرے در بارہ حالات و خدمات جناب مرحوم		
		(فارسی)	۲۳۶-۲۳۵
		(انگریزی)	۱۷-۱۶
	[انگریزی مضامین کے لیے دوسری طرف دیکھیے]		

کتاب
مختلف القبائل و مؤتلفها

تأليف

ابی جعفر محمد بن حبیب
ابن امیة بن عمرو الهاشمی البغدادی المتوفی ۸۲۳ھ



منی بنشره و تحقیقه والتعلیق علیه
الدكتور م. ن. احسان الہی رانا

[شائع شدہ : اورینٹل کالج میگزین ، مئی ، اگست ۱۹۶۳ء]



قال أبو الحسن : قرأ علينا أبو القاسم الحَجَّيُّ قال : أبو جعفر
محمَّد بن حَبِيبَ رحمه الله :

في الأزد (حُدَّان^(١)) بضم الحاء ابن شمس بن عمرو بن غنم بن
[غالب]^(٢) بن عسان بن نصر بن زهران بن كعب بن الحارث بن كعب بن
عبد الله بن مالك بن نصر بن الأزد ؛ وفي تميم (حَدَّان) بفتح الحاء
ابن قُرَيْع بن عوف بن كعب بن سعد بن زيد مناة بن تميم ؛ وفي زبيدة
(جَدَّان^(٣)) بفتح الجيم ودال مشددة ابن جَدِيلَة بن أسد بن ربيعة بن
نزار ؛ وفي أسد بن خُزَيْمَة (خُدَّان) بضم الخاء معجمة من فوق ودال
مشددة ابن عامر بن هريرة^(٤) بن مالك بن الحارث بن سعد بن ثعلبة بن

(١) وقيل هو "الحُدَّان" (الاشتقاق ٢٩٩ : المقتضب ٢٣٥ ج) - حُدَّان بالضم
حي من العرب من بني سعد . . . و بنو أَحَدَاد (وفي اللسان بنو حُدَاد) بطن من طيء
(الجوهري ٣٦٠) ؛ و بنو حُدَاد من بني كنانة (الاشتقاق ٢٤٤) ؛ و من بني ثعلبة
ابن عُكابه حدان بن ذهل بن شَيْبَان بن ثعلبة بن عُكابه (المقتضب ٥٢٢ ج) -

(٢) الاصل : خالد ؛ (والتصحیح من الاشتقاق ٢٩٩ و المقتضب ٢٣٥ ج) -

(٣) قال ياقوت : فولد جديلة بن اسد . . . حدان دخلوا في بني جُشَم (المقتضب

٥١ ب) ؛ وقال ابن دريد : بنو حِلَّان من بني ربيعة بن نزار (الاشتقاق ١٩٦) ؛ وقال
القلقشندي : بنو جدان بطن من لخم من القحطانية ذكرهم الجحداني (نهاية ١٩١) -

(٤) قال السمعاني : و هو خُدَّان بن عامر بن مالك بن هريرة بن مالك بن الحارث
ابن سعد بن ثعلبة بن دودان بن اسد [بن خزيمة] - هكذا قاله ابن الكلبي (الانساب

١٩٠ ب) ؛ وقال الجوهري : و هو اسم امرأة (ص ٨٥٣) -

ذُو دَانِ بْنِ أَسَدٍ ، وَ فِي هَمْدَانٍ (ذُو حَدَّانِ) ^(١) نَمَحَ النِّجَاءَ الْمَهْمَلَةَ
و سَمَّيَاهَا ابْنَ شَرَّاحِلَ بْنِ رَسْعَةَ بْنِ حُشَمٍ بْنِ حَسْبَدٍ بْنِ حَسَمٍ بْنِ [خَثْرَانَ] ^(٢)
أَبْنِ نَوْفٍ بْنِ أَوْسَلَةَ وَ هُوَ هَمْدَانٌ ○

وَ طَيَّعَ (هَدَمَهُ) نِهَاجٍ مَفْجُوحَةٍ وَ دَالٍ مَعْمُومَةٍ مَفْجُوحَةٍ ابْنَ [عَبَّاسٍ] ^(٣)
أَبْنِ حَارِثَةَ بْنِ جُدَيْيٍّ بْنِ سَدُولٍ بْنِ نُحَيْرٍ بْنِ عُثُودٍ بْنِ عُثَيْرٍ بْنِ سَلَامَانَ
أَبْنِ ثَعْلَبٍ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَوْبِ بْنِ جُلَيْمٍ سَ أَدَدَ وَ حَلِيمَةَ هُوَ طَيَّعٌ ؛ وَ فِي
مُزَنَةَ (هَدَمَهُ) نِهَاجٍ مَعْمُومَةٍ وَ دَالٍ مَعْمُومَةٍ ابْنِ لَاطِمٍ بْنِ عَنَابٍ بْنِ
عَمْرِو وَ هُوَ مُزَنِيَّةٌ سَ أَدَسَ طَائِفَةٌ ○

فِي عَمِّ (سُدُوسٍ) نَمَحَ النَّسَبِ ابْنِ دَارِمٍ بْنِ مَالِكٍ بْنِ حَنْطَلَةَ ؛ وَ فِي
رَسْعَةَ [بْنِ بَرَارٍ] ^(٤) (سُدُوسٍ) نَالْفَتْحِ أَيْضًا ابْنِ سَسَانٍ بْنِ ذُهَلٍ بْنِ ثَعْلَبِ
أَبْنِ عُزَازَةَ بْنِ صَعْبٍ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ نَكْرِ بْنِ وَائِلٍ ؛ وَ كُلُّ سُدُوسٍ فِي الْعَرَبِ يَهُو
مَفْجُوحٌ ^(٥) إِلَّا (سُدُوسٍ) سَ أَصَمْعٍ بْنِ أَبِي [] ^(٦) عُبَيْدٍ بْنِ رَسْعَةَ بْنِ نَصْرِ بْنِ
(١) لَعَلَّهُ ذُو حَدَّانِ بْنِ شَرَّاحِلَ (الْمَقْتَضِبُ ١١٥ هـ ؛ الْجَدَاوِلُ ٩ : ١٤ ، ١٨) -
(٢) الْأَصْلُ : حَيَوَانٌ ؛ (الْفَطْرُ الْمَقْتَضِبُ ١١٣ ب) -
(٣) الْأَضَاعَةُ مِنَ الْمَقْتَضِبِ ٩٠ هـ -
(٤) الْأَضَاعَةُ لَا تَمُتُهَا -
(٥) قَالَ الْجَوْهَرِيُّ (ص ٩٣٣) : سُدُوسٌ بِالْفَتْحِ أَبُو قَحْلَةَ وَ سُدُوسٌ بِالضَّمِّ
الطَّلِيسَانُ الْأَخْضَرُ . . . وَ كَانَ الْأَصْمَعِيُّ يَقُولُ : السَّدُوسُ بِالْفَتْحِ الطَّلِيسَانُ وَ سُدُوسٌ
بِالضَّمِّ أَسْمُ رَجُلٍ . وَ قَالَ ابْنُ الْكَلْبِيِّ : سُدُوسٌ النَّتَّى فِي بَنِي شَيْبَانَ نَالْفَتْحِ وَ سُدُوسٌ النَّتَّى
فِي طَيَّعٍ بِالضَّمِّ -

وَ قَالَ يَاقُوتٌ : قَالَ : كُلُّ سُدُوسٍ فِي الْعَرَبِ مَفْجُوحٌ إِلَّا سُدُوسُ طَيَّعٍ (الْمَقْتَضِبُ ١١٣ هـ) -

(٦) الْأَصْلُ : بَن -

وَ فِي الْجَدَاوِلِ (٦ : ١٩) : سُدُوسٌ بْنُ أَصَمْعٍ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ وَ لَعَلَّهُ مَبْنُوعٌ -

سعد بن نبهان^(١) من طيء قال أمرؤ القيس: (٢)

أَذَا مَا كُنْتَ مُفْتَخِرًا ففَاخِرَ بَسْتِ مِثْلِ بَسْتِ بَنِي سُدُوسَا
 فِي خُزَاعِهِ (حَبَشِيَّة) بفتح الحاء والباء (٣) ابن سُلُول بن كعب بن عمرو
 ابن ربيعة بن حارثة بن عمرو بن عامر ماه السَّاء ، وفي مُزِينَة (حُشْبَة)
 بضم الحاء و سكُون الباء ابن كعب بن عبيد بن ثور بن هُذَمَة بن لاطم
 ابن عثان بن عمرو و هو مزنه ○

في تميم (عُدُس) بضم العس و الدال ابن زَيْد بن عبد الله بن دارم ،
 و قال ابو عبيده (٤) : عُدَس بن زيد مفتوح الدال مصحف ، و كُلُّ عُدَس
 سوى هذا في العرب فهو مفتوح الدال ○

في فُريس (سَامَة) بن لُؤَي بن غالب بن فهر بن مالك بن النضر
 ابن كنانة ؛ و في أَوْد من مَذْحِج (أَسَامَة) بن سعد بن مُنَبِّه بن أود بن
 صَعْب بن سعد العشيرة ؛ و كُلُّ شَيْءٍ في العرب أَسَامَة (٥) بِالْفِ غَيْر سَامَة
 ابن لُؤَي ○

-
- (١) الاصل : نُهَيَان ؛ و قال ياقوت : هو نبهان بن عمرو بن الغوث (المقتضب)
 (٢) العقدالشرين ' ١٣٦ -
 (٣) قال الذَّهَبِي : و بموحدة حُبَشِيَّة بن سُلُول جَد لعمران بن حُصَيْن
 (المشبه ' ١٩٥) -
 و قال ابن دريد : و منهم (اي من رجال خُزَاعَة) بنو حُبَشِيَّة بن كعب
 (الاشتقاق ' ٢٤٦) -
 (٤) و قال ابن دريد : هُوَ عُدَس بن زيد بن عبد الله بن دارم (الاشتقاق ' ١٣٣) :
 و قال الذَّهَبِي : المُدَسِّي بضمَّتَيْن نسبة الى عُدَس بن زيد بطن من بني تميم (المشبه
 ' ٣٥٢) -
 (٥) و بنو اسامة بطن من اسد بن خزيمه ' و هم بنو اسامه بن نَصْر بن قُعين
 ابن الحارث بن ثعلبة بن دُودان بن أسد (نهاية ' ٣٨-٣٩) -

في تميم (عَبْشَمٌ) بِاسْكَابِ الْبَاءِ ابن سعد بن زيد مناة بن تميم ' وكان
الكَلْبِيُّ يقول : عبشمس ساكنه ؛ وفي طيِّء (عَبْشَمٌ) / مفتوحة العين
مكسورة الباء ابن أَحْزَمٌ^(١) بن أبي أحرم وهو هَرُوسَه بن ربيعة بن جَرُول
ابن نُعَل بن عمرو بن العوف بن طيِّء ' وكلّ سبي في العرب فهو عَسْدٌ
سمي ○

و في سبي عامر بن صعصعة (نُهم) بضم النون و فتح الهاء^(٢) ابن
عبد الله بن كعب بن ربيعة بن عامر بن صعصعة ' وفي همدان (نهم)
نكسر النون و سكّون الهاء^(٣) ابن ربيعة بن مالك بن معاوية بن صعبة
ابن دُوَّمان يفتح الدال اس نكل بن جُسم بن حَرَّاب^(٤) بن نُوْف بن همدان
(حاشيه : قال الهمداني نهم معنى نكسر النون و سكّون الهاء في حمير ،
نهم معنى بضم النون و فتح الهاء من حَجُور^(٥) بن أَسَلَم بن عَلَّان^(٦)
ابن [زيد بن حشم بن]^(٧) حاسد ، و نهم انصأ هو ابن عبد الله بن كعب
اخى عَقْل [من] بى كعب بن ربيعة بن عامر بن صعصعة^(٨)) و نهم
(١) قال ياقوت : و ولد احرم عمديًا و مرًا و الحرير (المقتضب ' ٩٠ ب)
ولم يذكر عبشمس بن احرم -

(٢) قال ياقوت : ولد (عبد الله) المجلان و عمرأ و هو نهم ' و قد وا على رسول
الله صلعم و آله قتل : من انتم ؟ فقالوا : بنو نهم ' فقال : اما نهم شيطان انتم بنو
عبد الله (المقتضب ' ٣٨ ب) -

(٣) و من رجا لهم (اي من بنى محبته : كنه بن جُوَيْن بن علي بن نهم ، كان
من اصحاب علي بن ابي طالب رضوان الله عليه و شهد مربه ، شاهده (الاشتقاق ' ٣٠٣) -

(٤) الاصل : حَيَّوان ' انظر 'المقتضب ' ١١٣ ب -

(٥) الاصل : جُجُور ' انظر 'الاشتقاق ' ٢٥٠ -

(٦) الاصل : عَلَيَّان ' انظر 'الاشتقاق ' ٢٥٠ -

(٧) الاضافة من 'المقتضب ' ١١٣ ب -

(٨) الاضافة من 'الاشتقاق ' ١٨١ -

بضمّ النون و اسكان الهاء ^(١) من و لد نصر بن هوازِن بن كعب بن
الْأَزْد؛ و في بَجِيلَة (عَبْدُنْهُمْ) بضمّ النون و سكون الهاء ^(٢) ابن مالك
ابن غام بن مالك بن هوازن بن عَرِينَة بن نَذِر بن قسر ^(٣) بن عَبْقَر
[ابن أَمّار و هو بجيلة] ^(٤) ○

في فُضاعة (أَسْلَم) بضمّ اللّام ابن الحاف بن قُضاة ؛ و اسلم مضموم
ابن العبّاه ^(٥) بن غافق بن الشّاهد بن عكّ ؛ و اسلم بن نَدُول بن تَمّ اللّات
ابن رُفَسَدَه [بن نور بن كاب بن وبرة ^(٦) كلّهم مضمومة اللّام ؛ و كلّ
أَسْلَم في العرب فهو مفتوح اللّام ، منهم اسلم بن أَفْصَى بن خُزاعة ^(٧) ○
كلّ اسم في العرب (دجاجه) فهو مكسور الدّال ، فأنّ الدّجاج
من الطّير فهو مفتوح الدّال ○

(١) الاصل : الحاء -

(٢) و في فريش عبدُ نْهُمْ ايضاً ابن الاعجم بن عَدْلَة بن قيس بن الحارث بن
فهر (المقتضب ٣٣٠ ج ١ و ب) -

(٣) او القسر (الاشتقاق ٣٠٢) -

(٤) الاشتقاق ٣٠٢ -

(٥) الاصل : القياقه ؛ و قال ابن مأكولا : القياقة بن غافق (الاكمال ٢٧٢) لعلّه
سهو - و قال ياقوت الحموي : فولد غافق بن الشّاهد بن علك لسان و القياقة . . .
وولد القياقة بن غافق الحارث وأوفى و اسلم و ولد لسان بن غافق الحارثة و اسلم
و وائل (المقتضب ٢٥٥ ب) -

(٦) الاضافة من المقتضب ٩٩ ب -

(٧) و منهم اسلم بن يَدُكْر بن عزة بن أسد بن ربيعة بن نزار (المقتضب ٦٣
ج ١) و ايضاً اسلم بن أَفْصَى بن حارثة بن عمرو (المقتضب ٦٨ ب) ؛ و منهم
بنو اسلم بن قصي بن عاصم بن قمع . . . و بنو اسلم (بالفتح ايضاً) حتّى من جُدام
من القحطانية (الفتح ١١٠) -

/ في قضاة (مَلَكَن) مفتوح الميم واللام ابن حَرَم بن رَبَّاب^(١)
 ابن حُلَوَان بن عَمْرَان بن العاص بن قضاة ، وفي السكون أيضاً^(٢)
 (مَلَكَب) مفتوح مَعْرَك ابن عَدَّاد بن عَاض بن عَقْه السكون (حاسه ؛
 العاد نطن يقال لهم عَاد السكون^(٣)) ، وَكَلَّ سِي في العرب مَلَكَن
 مكسور الميم ساكن اللام (حاسه ؛ وقال مساع في خراعه مَلَكَن
 بفتح اللام)^(٤) ○

في ثعلب (حُبَيْب) مصوم الحاء حفص ابن عمرو بن غَنَم بن
 مَغْلَب^(٥) : [١]^(٦) : وفي نبي يَشْكُر (حُبَيْب) سَنَد ابن كعب بن يسر
 ابن بكر بن وائل ، وفي النمر^(٧) بن قاسط (حُبَيْب) بن عامر ؛ وفي قرس
 (حُبَيْب) سَنَد ابن جَذِيمَة بن مالك بن حَسَل بن عامر بن لُؤَيٍّ ، وفي

(١) و هو علاف (المقتضب ١٩٢ ، ١٠٣) ، و عدالویری هو زبَّان
 (نهایه ٢٤٩٠ ، ٢) فهو سهو -

(٢) مَلَكَن بن جرم ... قال ولم في العرب مَلَكَن غير هذا و الباقي مَلَكَن
 و مَلَكَن (المقتضب ٣٦ ب - ٣٧) -

(٣) كذا في الاصل -

(٤) و بنو ملكان بن عدی بن عبد مناه بن اذ بن طابخة ... منهم ذوالترمذ
 الشاعر المشهور (اللقنندی ٣٨٨) -

(٥) و حبيب أيضاً ابن وائلة بن دهمان بن نصر بن معاوية بن بكر بن هوازن
 (المقتضب ٣٦ ب) -

(٦) الاصل : و حبيب محففة للحارث بن حبيب بن شع' ، لعله و في قريش حبيب
 سَنَد كما قال حسان بن ثابت^(٧) : لِلْحَارِثِ بْنِ حُبَيْبٍ بْنِ شُعَامٍ (ابن بَكَّار ١٩٣ ب)
 و شعام هو جذيمة بن مالك بن حسل -

(٧) الاصل : النمر -

ثَقِيف (حُبَيْب) مَشْدَد^(١) ابن الحارث بن مالك بن حُطَيْط بن جُشَم بن ثَعِيف ؛
 وكلُّ شَيْءٍ [بَعْدُ]^(٢) في العرب فهو (حَبِيب) بفتح الحاء وكسر الباء ○
 في عَدَوَان وهو الحارث بن عمرو بن قس عِلَان (لَهَب) محرَّك
 الهاء واللام ابن عمرو بن عِيَاذ بن يَشْكُر بن عداون ؛ و في الْأَزْد (لَهَب)
 مكسور اللام خفف ابن أَحْجَن بن كعب بن الحارث بن كعب بن عبد الله
 ابن مالك بن نَصْر بن الْأَزْد ○

في بني عامر بن صعصعة (سَكَل) محرَّك ابن [كعب بن]^(٣) الحَرَسِي
 ابن كعب بن ربيعة بن عامر بن صَعَصَعَة ؛ و في كَلْب (سَكَل) ابن يَرْبُوع بن /
 الحارث بن عُرَنْة بن نور بن كلب [بن وبرة]^(٤) ○

في غَنِيَّ بن يَعْصُر^(٥) بن سعد بن قيس عيلان (زبان) مكسور
 الزاء خفف ابن كعب بن جِلَان^(٦) بن غم بن غَنِي ؛ و في الْقَيْن بن جَسْر
 (زبان) خفيف مكسور اضْأ ابن امرئ القيس بن ثعلبة بن مالك بن كنانة
 ابن القين بن جسر ؛ و في الْأَزْد (زبان) خفيف مكسور ابن مُرَّة بن قيس بن

(١) قال ياقوت : فولد الحارث بن مالك (بن حُطَيْط) حُبَيْباً والاجر - قل ليس
 في العرب حُبَيْب غير هذا والذي في بني يَشْكُر (المقتضب ' ٣٢ ب) ؛ وقال
 مصعب الزبيري : و حُبَيْب بن عمرو بن مَعِص بن عامر بن لُؤَي (مصعب ' ٣٢٤ -

(٢) الاضافة من الهامش -

(٣) الاضافة من المقتضب ' ٣٨ ب -

(٤) الاضافة لتسميل المنال -

(٥) وقال ياقوت : هو غَنِيَّ بن أَعْصُر (المقتضب ' ٥٠ ب) -

(٦) الاصل : جِلَان ؛ والتصحيح من المقتضب ' ٥٠ ب ؛ والاشتقاق ' ١٦٣ -

ثَوَابُ بِن [١] (١) الْعَيْنُكَ بِن الْأَسَدِ (حَاسِيَه : صَوَانِه احو العسك بِن
اسد بِن عمران بِن عمرو بِن عامر ، و في كتاب ابن حبيب : سَهْمِلُ بِن الْأَسَدِ
ابن عمران و هو خطأ و الصَّوَابُ سَهْمِلُ احو العسك) ، و في فصاعده
(رَتَان) بِالرَّاءِ مَفْصُوحٌ مَسْدَدُ ابْنِ حُلْوَانَ بِنِ عِمْرَانَ بِنِ الْحَوَافِ بِنِ فِضَاعِه
و في ثَاب (رَتَان) بِالرَّاءِ مَفْصُوحٌ مَسْدَدُ ابْنِ الْأَصْبَحِ بِنِ [عَمْرُو] (٢) بِنِ نَعْلِه
ابن الحارث بِنِ حَضَبٍ بِنِ مَعْصَمٍ بِنِ عَدِيِّ بِنِ حَبَابٍ بِنِ هُرَيْلٍ بِنِ عَسْدَانِه
ابن ثابته بِنِ بَكْرِ بِنِ عَنُوفٍ بِنِ عُدْرَه بِنِ رِبْدِ اللَّاتِ بِنِ رُمَيْدَه بِنِ سَوْرٍ ، و في
فَرَاوَه مَطُورُ بِنِ (رَتَان) مَفْصُوحٌ مَسْدَدٌ ، قال الفرزدق (٣) :

رَدَّ الرِّحَالُ فَلَمْ يَفْعَلْ سَفَاعِيَهُمْ وَ سَقَعَتْ سَبْ مَطُورُ بِنِ رَتَانَا
(حَاسِيَه : مَطُورُ بِنِ رَتَانِ بِنِ سَارِ بِنِ عَمْرُو بِنِ حَابِرٍ بِنِ عُفَيْلٍ بِنِ هِلَالٍ
ابن سُمَيٍّ بِنِ مَارِثٍ [ابن] (٦) فَرَاوَه) ، و في بَنِي دُحَيْلٍ بِنِ نَعْلِه بِنِ عُكَاكِه (الرَّتَان)
ابن الحارث بِنِ مَالِكِ بِنِ سَبَابٍ [٥] بِنِ دُحَيْلٍ (٦) ، و في عَيْكٍ (رَتَان)
بِالرَّاءِ وَالنَّاءِ مَفْصُوحٌ مَسْدَدُ ابْنِ أَكْرَمٍ (٤) بِنِ لِعْسَانَ بِنِ شَاغِيٍّ بِنِ السَّاهِدِ

(١) الأصل : سَهْمِلُ بِنِ ، والتصحيح من المقتضب ' ٦٩ ب .

(٢) الأصل : عمر ؛ والتصحيح من المقتضب ' ٩٣ ب .

(٣) ديوان الفرزدق ' ٨٤٣ .

(٤) الأصل : من ، والتصحيح من المقتضب ' ٤٢ ب .

(٥) الأصل : بِنِ سَدُوسٍ ، والتصحيح من المقتضب ' ٥٥ د و ب .

(٦) ومن بكر بِنِ وائل : (نَوَزِمَاتٍ) بِنِ مَالِكِ بِنِ صَبَبٍ بِنِ عَلِيِّ بِنِ بَكْرِ ،

مَسْمُومُ الْقَتْدِ وَهَوَشَمُ بِنِ شِمَانَ بِنِ رَبِيعَه بِنِ زَيْدِ السَّاعِرِ الْمُشْهُورِ (الاشتقاق ' ٢٠٤ ،
المقتضب ' ٥٩ د) .

(٤) وَاِمَامُ أَكْرَمُ بِنِ لِعْسَانَ فَلَمْ يَذْكُرْهُ ابْنُ الْكَيْسِيِّ وَفَالِ يَاقُوتُ : وَوُلِدَ لِعْسَانُ بِنِ

الدَّفْقِ الْحَارِثَةُ وَاسْمُهُ وَوَالِدُهُ وَرَبِّانٌ وَحَضْرَانُ (المقتضب ' ٥٥ د) .

ابن عكّا^(١) ○

فِي مُضَرٍّ (ضَبَّة) بَنُ أَدِّ بْنِ طَابِخَةَ بْنِ السَّاسِ بْنِ مُضَرٍّ؛ وَفِي قُرَيْنِ
(ضَبَّة) بَنُ الْحَارِثِ بْنِ فَهْرٍ بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ^(٢)؛ وَفِي قُضَاعَةَ (ضَبَّة)
ابْنِ سَعْدٍ هَذِيمِ بْنِ زَيْدِ بْنِ لَسْتِ بْنِ سُودِ بْنِ أَسْلَمَ بْنِ الْحَافِ بْنِ قُضَاعَةَ؛ وَفِي
عُدْرَةَ (ضَبَّة) بَنُ عَبْدِ بْنِ كَبِيرِ بْنِ عُدْرَةَ [بَنُ سَعْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ لَسْتِ بْنِ
سُودِ]^(٣)؛ وَفِي هُذَيْلٍ (ضَبَّة) بَنُ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ بْنِ تَمِّمِ بْنِ سَعْدِ بْنِ
هُذَيْلٍ؛ وَفِي بَنِي أُسْدِ بْنِ خُزَيْمَةَ (ضَبَّة) بَنُ الْحَلَّافِ بْنِ سَعْدِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ
دُودَانَ بْنِ أُسْدٍ؛ وَفِي الْأَزْدِ (ضَبَّة) بَنُ الْعَاصِ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَازِنِ بْنِ
الْأَزْدِ^(٤) ○

فِي سُلَيْمِ بْنِ مَنْصُورٍ (غَضَبٍ)^(٥) بَنُ كَعْبِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ بَهْشَةَ بْنِ سُلَيْمٍ؛
وَفِي الْأَنْصَارِ (غَضَبٍ)^(٦) بَنُ جُصَمِ بْنِ الْخَزْرَجِ بْنِ حَارِثَةَ بْنِ ثَعْلَبَةَ [بَنُ عَمْرِو
ابْنِ عَامِرٍ]؛ وَفِي تَمِيمٍ (عَصْبَةٍ) بَنُ أَمْرِئِ الْقَيْسِ بْنِ زَيْدِ مَنَاةَ بْنِ تَمِيمٍ؛ وَفِي

(١) وَنَوَ رِيَّانَ بَطْنِ مَنْ جَمِيرٍ مِنَ الْقَحْطَانِيَةِ ذَكَرَهُمُ ابْنُ الْكَلْبِيِّ وَلَمْ يَرْفَعْ فِي
نَسَبِهِمُ (الْقَلْقَشْدِيُّ، ٢٣٩)؛ وَمِنْ رِجَالِ بَنِي رَيْمَةٍ بَنُ نَزَارِ الْوَيْلَانِ بْنِ حُوَيْصِ بْنِ عَوْفِ
ابْنِ عَائِذِ بْنِ مُرَّةٍ صَاحِبِ الْهَرَاوَةِ (الْإِسْتِقْنَاءُ، ١٩٤) -

(٢) وَنَوَ ضَبَّةً بَطْنِ مَنْ رَيْمَةٍ بَنُ نَزَارِ مِنَ الْعَدْنِيِّينَ وَهُمْ بَنُ ضَبَّةَ بْنِ رَيْمَةٍ
(الْقَلْقَشْدِيُّ، ٢٩٥) -

(٣) الْإِضَافَةُ لِتَسْمِيَةِ الْمَثَالِ -

(٤) وَفِي عَامِرِ بْنِ صَبْعَةَ (ضَبَّة) بَنُ تَمِيمِ بْنِ عَامِرٍ (الْمُقْتَضِبُ، ٣٠ ب) -

(٥) قِيلَ: وَلَيْسَ فِي الْعَرَبِ غَضَبٌ غَيْرُ هَذَا وَفِي الْأَنْصَارِ غَضَبُ بْنُ جِشَمِ
ابْنِ الْخَزْرَجِ (الْمُقْتَضِبُ، ٣٣ ب) -

(٦) وَيُقَالُ لَهُ "الْعَصْبُ" (الْإِسْتِقْنَاءُ، ٢٤٢) -

سُلم [من مسطور] ^(١) (عَصَد) من حَفاف من امرئ المنس من نُهيه من سلمه
 في نبي عتب [دُساب بن] ^(٢) نَعَمين (جَرُود) دَلِصم من الحارث
 ابن دُفْلَعَة بن عس ' و في نبي تيم (حُرُود) دَالِصم ابن أُسَيْد بن عمرو
 ابن تيم ' و في حُمس من أَد (حِرُود) دَالِكسر ابن فضله من مَالِك من زيد من
 عَسَا من عامر من سمر (حَامِد) : سمر هذا دُف في اصل سمر فسمي به
 ابن حَرَب بن حُمس ^(٣) ○

كَل (امْرِئ الْقَتْس) في العرب فالعسوف إليه مرأى إِلَّا امرئ
 / المنس من له ه يقال للرجل منهم مَرَقْسِي ^(٤) ح

كَل اسم في العرب (قِرَاصَة) فهو مضموم الفاء إِلَّا (مِرَاصَة) بن
 الْأَخْوص من عمرو بن نعلبه بن الحارث بن حَضْب الحَثِيّ فانه مسوح الماء ○
 في الْأَنْصَار (بَرِيد) من حُسَم بن الْحَرَّح من حَارِث ' و في قِصَاعَة
 (بَرِيد) بن حُلُوف [^(٥) من عمران بن الحاف بن قِصَاعَة بناء من قري
] و إليه تسبب التروود الْمَرِيدَة ^(٦) من قِصَاعَة ^(٧) ' و سائر العرب (بَرِيد)
 (١) الامايد لتسهيل الامل -

(٢) و عَصَة ايضاً من مَعِص من عامر بن لُؤَي (الاشتقاق ١٩٩) ' و عَصَد من
 هَضِيص بن حُذَيْي بن وائل بن حُشم بن مالِك بن كعب بن أقيس بن حَضْر (القبض
 ١٠١) -

(٣) الاضالعه من الاشتقاق ١٠٤ -

(٤) و (جُرُود) اسم زيد مذكرة بن كعب ربيعة بن ثعلبة بن سعد بن صه
 (المتنضب ٣٣ ب) -

(٥) السمعاني ١٠٦ ب -

(٦) الاصل : و اليه تسبب التروود التزديده من قِصَاعَة -

(٧) و يقال اتريديه تسبب الى تزويد بن حيدان بن عمرو بن الحارث ' وقيل
 بريد بن عمران بن الحاف (الأكال ٢٣١) -

(٨) انظر حاشية ٥ -

بماء منقوطة من أسفل ○

في تميم بن مرّة (سُقَرَة) و هو معاوية بن الحارث بن تميم ، و (سُقَرَة) بجَزَم الصاف ابن نب بن أدّ اخو^(١) عَدَنان^(٢) ؛ و في ضَبَّة بن أدّ (سُقَرَة)^(٣) []^(٤) بن ربيعة بن كعب بن [ثعلبة بن]^(٥) سعد بن ضَبَّة بن أدّ^(٦) ؛ و في عبدالميس (سُقَرَة) بضم السّن ابن نُكْرَة بن لُكَز بن أَفْصَى (حاشية : قال ابوالحسن : نُسِرَة عبدالميس بكسر القاف و فتح السّن و سَمَى بنيب) ○

في طَيِّء (الغَوث) بن طَيِّء ؛ و في مُضَر (الغَوث) بن مُرّة^(٧) والغوث هو الرُّبَط و هو صوفه ؛ و في اليمن (الغوث) بن أُمّار بن إراش في بَجِيلَة (حاشية : في اليمن الغوث بن نبت بن مالك بن زيد بن كَهْلان بن سبأ بن يَشْجُب بن يَعْرُب بن فَحَطَّان ، والغوث هذا هو ابو الأزد بن الغوث ، و عمرو بن الغوث هذا منه بجيلة وهم بنو أُمّار ابن إراش بن عمرو بن الغوث)^(٨) ○

(١) الاصل : اخوه -

(٢) و هم في مَهْرَة بالشَّعْر (المقتضب ' ١ ب) -

(٣) و من قبائلهم (شُقَرَة) بن ربيعة و في العرب (شُقَرَة) هذا و شُقَرَة في بني مازن (الاشتقاق ' ١٢١) ؛ (و بنو شُقَرَة) بكسر القاف بطن من طائفة من العدنانية و هم بنو شُقَرَة بن ربيعة بن كعب بن ربيعة بن ضَبَّة بن أدّ بن طابخة (العلقشندی ' ٢٨٣) -

(٤) الاصل : ايضاً -

(٥) الاضافة من الجداول ' 6-13 J -

(٦) و امّا شُقَرَة فهو شُقَرَة بن كعب بن ربيعة بن ثعلبة بن سعد بن ضَبَّة (المقتضب ' ٣ ب) -

(٧) الاصل : مُرّة ؛ و بنو الغوث بن مُرّة بن أدّ بن طابخة ... و هذا هو اخو تميم ابن مُرّة (العلقشندی ' ٦٩) -

(٨) و بنو غوث ايضاً بطن من رغو بن جذيمة من جرم طَيِّء من القحطانية ، منازلهم مع قوسهم جرم ببلاد عَزَة من الشَّام (العلقشندی ' ٣٥٤) -

في الأزْد (عَلِيٌّ) بن مسعود بن مازن بن ذئب بن [(١) عمرو بن
 حارثة بن عدي بن عمرو بن مازن بن / الأزْد من غسان ؛ وفي طيبة
 (عليّ) بن نعيم بن ثعلبة بن جدعاء (٢) بن ذهل بن رومان (٣) بن جندب بن
 خارجة بن سعد بن مطهر بن طيء . وفي لخم (عليّ) (٤) بن رباح ،
 وفي الأنصار (عليّ) بن راشد بن شاردة ، وفي بحلة (عليّ) بن أنثع بن
 ندير بن قسر ؛ وفي سعد العشيرة (عليّ) بن أسد الله بن سعد العسيرة بن
 مالك بن ادد ، وفي ربيعة بن ربار (عليّ) بن بكر بن وائل (٥) بن قاسط
 ابن هنب [(٦) ، كل هذه بطون و أفخاذ ، وفي الأسد أيضاً (عليّ) بن سود
 ابن الحَجَر بن عمران بن عمرو مُزَيَّق بن عامر ماء السَّاء ○

في ربيعة بن نزار (سَكْر) بن بكر بن وائل [بن قاسط بن هنب] (٧) ؛
 وفي الأزْد (سَكْر) بن عمرو بن عمران بن عدي بن حارثة [بن امرئ
 القيس] (٨) ؛ وفي مضر (سَكْر) بن الحارث و هو عَدَوَان بن عمرو بن
 قيس عِيلَان بن مضر ؛ وفي مُرَاد (سَكْر) بن [(٩) ناجية بن مراد

(١) الاصل : عمرو بن حارثة بن عدي بن ؛ لعلّه مكرّر -

(٢) المقتضب ' ٨٤ و ب -

(٣) وقيل : هو جدعاء بن رومان (الاشتقاق ' ١٢٨) -

(٤) عليّ بن القتيبي أبو موسى عليّ بن رباح (الدهلي ' ٣٤٠-٣٤١) -

(٥) وهم بو عليّ بن صعب بن بكر بن وائل (الفتشندى ' ٣٣٠) فهو سهو ،

لعلّه بنو صعب بن علي بن بكر (المقتضب ' ٥٢) ؛ و بنو عليّ أيضاً بطن من جذام
 من لخم (الفتشندى ' ٣٣٠) -

(٦) الاضافة لتسهيل المثال -

(٧) الاضافة لتسهيل المثال -

(٨) الاضافة لتسهيل المثال (المقتضب ' ٩٩ ب)

(٩) الاصل : عديّ بن ؛ فهو سهو (المقتضب ' ٨٥ ب) -

و هو يَحَابِرُ بن مالك بن ادد ؛ و في الأزد (يَشْكُر) بن مُبَشِّر بن صَعْب
ابن دُهْمَان بن نَصْر بن زَهْرَان بن كعب بن الحارث بن كعب بن
عبدالله بن مالك بن نَصْر بن الأزد^(١) ○

في هَمْدَان (وَادَعَه) بن عمرو [بن عامر]^(٢) بن ناسِح بنحاء مهمله
ابن دافع بن مالك بن جُنَم بن حاسد بن جُشم بن خَيْرَان^(٣) بن نَوْف
ابن همدان (حاسبة) : قال الدارقطني خِيَوَان يعنى بالخاء المعجمة
والواو الذى ينسب إليه الخيوانون ، و هو خوان بن زيد بن مالك
ابن جسم بن حاسد بن جنهم بن خيوان بن نوف بن أوسلة و هو هَمْدَان
و اسم خيوان مالك بن زيد ، منهم عبد خير بن يزيد الخيوانى روى
عن علي بن أبي طالب و وهب بن جابر الخيوانى^(٤) ؛ و في بجيلة
(أَوْدَعَه) بن أنمار بن إراش ○

١١ / في خُزَاعَة (غَاضِرَة) بن حَبَسِيَّة بن سُلُول بن كعب بن عمرو بن
ربيعة بن حارثة ؛ و في أَسَد بن خُزَيْمَة (غَاضِرَة) بن مالك بن ثعلبة بن
دُودَان بن أَسَد بن خُزَيْمَة ؛ و في قيس عيلان (غَاضِرَة) بن صعصعة
ابن معاوية بن بكر بن هوازن بن منصور بن عَكْرَمَة بن خَصْفَة بن

(١) و قيل هو يشكر بن صعب بن دُهْمَان (الاشتقاق ' ٣٠٠) ؛ و بنو يشكر بطن
من عدوان من جديلة (الفتشدى ' ٣٠٤) ؛ و بنو يشكر بطن من لخم و هم بنو يشكر
ابن جديلة (الفتشدى ٣٠٨) -

(٢) الإضافة من المقتضب ' ١١٥ و ب -

(٣) الاصل : خيوان ؛ و التصحیح من الاشتقاق ' ٢٥٠ ؛ المقتضب ' ١١٣ ب -

(٤) بنو وادع من مالك بن زيد بن كهلان (الاشتقاق ' ٢٤٣) ؛ و ابو وادعة
ابن ضُبيرة بن سُعيد بن سعد بن سهم من قريش (الاشتقاق ' ٤٥) -

قس (١) ○

في خُرَاعَة (الهِينَه) (١) بن عَدَى بن سُلُول بن كَعْب . وفي عَامِلَه
(هَنَسَه) بن جَدِيَه بن نَعْل بن معاويه بن الحارث بن عَدَى بن الحارث
بن مُرَّة بن أَدَد ، وفي كَلَب (هَمَسَه) (٢) بن الحارث بن زُهَيْر بن بَنِي اللَّاب
بن وَدَم بن وَهَب اللَّاب بن رُقَيْدَه بن نَوْر بن كَلَب ○

في خُرَاعَة (حَسَر) نَالِء والنَّاء نَائِثَس من فَوَى ابن عَدَى
ابن سُلُول بن كَعْب ، وفي بَنِي (حَسَر) (٣) نَائِثَاء المملد ابن غُوَى (٤) بن
سلامه بن غُوَى (٥) بن جُرُوه بن أُسَيْد ، وفي أَسَد بن حُزَمَة (حَسَر) (٦)

ابن كَاهِل بن أَسَد بن خُزَيْمَة ؛ وفي مَس عِلَان (خَسَر) (٧) مَلِهَا ابن وَهَب
[الأصغر] (٨) بن وَبَر بن الأَضْبَط بن كِلَاب [بن عَامِر بن صَعْبَعَة] (٩) ○

في خُرَاعَة (الحَرَم) نَزَاء بعد الحَاء مَ رَاء بعد الم ابن سُلُول بن
كَعْب ؛ وفي طَيِّء (الحَرَم) مثله (١٠) ابن أَحْزَم بن أَبِي اخْزَم (١١) بن

(١) و هو غاصره من ثَقِيف (الاشتقاق ١٨٣) و هم بنو غَضْرَه بن حُطَيْط بن
جُشَم بن ثَقِيف (المقتضب ٣٢ ب) ؛ و ناصره بن خُفَاف بن أَمْرِئِ النَّيْس بن بَهْثَه
ابن سُلَيْم بن منصور -

(٢) الاصل : هَيْنَه ؛ والتصحيح من الاشتقاق ٢٤٨ -

(٣) الاصل : هَيْثَه ؛ والتصحيح من المقتضب ٩٩ ب -

(٤) الاصل : حَسَر ، وقال الذَهَلِيّ ؛ وَحَسَر نَوْن ومثله في نسب بَنِي عَدَى بن
خُزَيْمَة وفي قَيْس عِلَان و عمرو بن خَنْثَر الكَاعَلِيّ من أَسْطَل العَاهِلِيَه حَدَّ ام المومنين
خَدِيجَة لاسمها (المشتبه ٩٣-٩٢) -

(٥) الاصل : غُوَى ، والتصحيح من المقتضب ٣١ و -

(٦) الاضافة من المقتضب ٣٤ و -

(٧) لعله الحَرَم بتقديم الرَّاء (المقتضب ٩٠ ب) -

(٨) لعله ابن أَخْرَم بن أَبِي اخْزَم و هو هَزُومَة (المقتضب ٩٠ ب) -

/ربيعة بن جَرُول بن ثَعْل^(١)؛ وفي نبي اسد [بن خزيمة]^(٢) (الحزم) ١٢

مثلها ابن [مازَن بن]^(٣) كاهل بن اسد ○

في بَجِيلَة (عُرَيْنة) بن نَذِير بن قَسْر بن عَبْقَر؛ وفي بَجِيلَة
ايضاً (عَرَب) بن سعد بن نَذِير ابى عُرَيْنة فَعُرَيْنة بَجِيلَة هذا عمّ عَرَب
هذا^(٤)؛ وفي قُضَاعَة (عُرَيْنة) بن ثَوْر بن كَلْب بن وَثَرَة؛ وفي الْقَيْن
ابن جَسْر (عَرَانَة) خُفَف [ابن وائل]^(٥) بن جُشَم بن مالك بن كعب بن
الْقَيْن ○

في خُزَاعَة (سُلُول) بن كعب بن عمرو بن ربيعة بن حارثة؛ وفي
ميس عبلان (بنو سُلُول) بن صعصعة بن معاوية بن بكر بن هَوَازَن^(٦)؛ وفي
قُضَاعَة (سُلُول) بنت زَبَان خُفَف ابن امرئ القيس بن ثعلبة بن مالك بن

(١) (ومن بني ثعل) زيد بن حصن بن وبرة بن جُوَيْن بن عمرو بن حرمز بن
مُضَب بن حرمز بن لبید بن سنبس رأس الخواص قتل يوم نهر وائ (المقتضب ١٠٩ ب) -
ونو حرموز بن الحارث بن مالك بن قهم بن غنم بن دوس بن عدنان بن عبدالله بن
زهران بن كعب بن الحارث بن كعب بن عبدالله بن مالك بن نصر بن الأزد
(القلقشندي ١٢١) -

(٢) الاضافة لتسهيل المال -

(٣) الاضافة من المقتضب ٢٣ و ٢٩ و -

(٤) وعرب ايضاً ابن ثعلبة بن يربوع بن حنظله (الاشتقاق ١٣٨) -

(٥) الاضافة من المقتضب ١٠٩ ب -

(٦) و بنو سلول ايضاً بطن من هوازَن ... وهم المطلوبون في شعر
السموأل بقوله :

وَإِنَّا لَنَقُومُ لَأَن نَّرَى الْقَتْلَ سَبَبَهُ إِذَا مَا رَأَتْهُ عَامِرٌ وَسَلُولُ

وهم بنو نهار وعمرو وصبيحة وجدل وغازية وهم بنو شحمة وجبا وكلهم
اولاد مَرَّة بن صعصعة بن معاوية بن بكر بن هوازَن ... وسلول أنفسهم عرفوا بها وهي
سلول بنت ذهل بن شيبان (القلقشندي ٢٤٣) -

ومن بني الجُعَلَى من الخزرج : عبدالله بن أَبِي بن سُلُول و سُلُول الحُزَاعِيَّة أُمّه
واما أَبِي فهو أَبِي بن مالك بن الحارث بن عبيد بن مالك بن سالم (الاشتقاق ٢٤١) -

كسائنة بن القين بن جَسْر ○

في جُدَام (حَرَام) بن جُدَام ؛ وفي تَمَم بن مَرَّ (حَرَام) بن كَعْب بن
سَعْد بن زَيْد مَنَاه بن تَمَم ؛ وفي قَس (حَرَام) بَرَاء ابن هِلَال بن حَلَاوَه بن
[سُبَيْح بن] ^(١) بَكْر بن أَشْجَع ؛ وفي خِرَاعَه (حَرَام) بَرَاء ابن حَبَشَة بن
مَلُول بن كَعْب ؛ وفي عُدْرَه (حَرَام) مِثْلَهَا ابن حِثَّة بن عَبْدِ بن كَبِير
ابن عُدْرَه ؛ وفي بَلِيَّ (حَرَام) بَرَاء ابن جُعَل بن عمرو بن حُصَم بن
وَدَم ^(٢) ○

في قَرِيص (هُصَص) بن كَعْب بن لُؤَي بن غَالِب ؛ وفي هَمْدَان
(هُصَص) بن الْحَارِث بن رَبِيعَه بن مَرْهَبَه بن دُعَام بن مَالِك بن مَعَاوِيَه
ابن صَعْب بن دُومَان ^(٣) بن نَكِيل بن جُثَم ، وفي طَيِّه (هُصَص) بن
كَعْب بن مَالِك بن خَنَاس بن أَبِي كَعْب بن عِدَالَه بن مَالِك بن سَعْد بن
فَرَبَر ؛ وفي مَس (هُصَص) وَهُوَ عُوَيْمَر بن كَعْب بن عَبْدِ بن أَبِي بَكْر
ابن كَلَاب ؛ وَكَلَمَهُمْ بَضَمَ الْهَاء وَفَح الصَّاد [^(٤)] ○

في هَمْدَان (بَكِيل) بن حُصَم بن حَبْرَان ^(٥) بن نُوْف بن هَمْدَان ؛
وفي أَلْهَان مِثْل عَلْهَان ابن مَالِك اخوه هَمْدَان (بَكِيل) بن أَلْهَان

(١) الاخاضه من المتضبط ' ٢٩٩ -

(٢) و بنو حرام بطن من الحرج ' و بنو حرام بن حصه بن كعب بن ربيعه من
بنى جذيمه ' و بنو حرام ايضا بطن من غَدَف (الفلنشدى ' ٢١٥-٢١٦) -

(٣) لعله دُومَان بفتح الدال (الاشتقاق ' ٢٥٦) -

(٤) الاصل : K (و حاشيته) : فهو سهو -

(٥) الاصل : حَبْرَوَان -

ابن مالك [بن زيد بن أوسلة و هو همدان] (١) ○

في جُعْفَى (المُجَمِّع) بن مالك بن كعب بن سعد بن عوف بن
حَرِيم بن جُعْفَى؛ وفي كَنْدَةَ (المُجَمِّع) بن وهب بن الحارث بن
معاوية بن ثور و هو كَنْدَةَ (٢) ○

في السَّكُون (غُفَلَةَ) بن عوف بن سَلَمَةَ (حَاشِيَةَ (٣) : سَلَمَةُ بكسر
اللام في الانصار، وفي جُعْفَى سَلَمَةَ بن عمرو، وفي جُهينة سلمة بن نَصْر،
وفي كندة سلمة بن الحارث بن الملك بن عمرو، وفي بجلة سلمة و من
فَصَائِلِ عَمِيرَةَ بن خُفَاف بن امرئ القيس بن بُهْشَةَ بن سُلَيْمٍ سَلَمَةَ - سلمة
ببَاء في دوس وهم بنو سَلَمَةَ بن مالك بن فهم بن غنم بن دوس، وفي
عبد القيس سَلَمَةَ بن مالك بن الحارث بن أَسْمَار بن عمرو بن وداعة و ضم
الدار قطنِي سَبْنَهُ (٤) ابن سُكَلَمَةَ بن شَبِيب بن السَّكُون؛ وفي ربيعة بن نزار
(غُفَلَةَ) بن فاسط بن هَنْب بن أَصْصَى بن دُعَمَى بن جديلة بن اسد بن
ربيعة ○

في إِيَاد بن نزار (الطَّمْثَان) بن عَوْذ مَنَاة بن يَقْدُم بن أَصْصَى
ابن دُعَمَى بن إِيَاد بن نزار؛ وفي عاملة (الطَّمْثَان) بن أَبِي عَزْم بن

(١) الاغافه لتسهيل النزال (المقتضب ١١٣ ب و ١١٦ ب) -

(٢) الاصل : كندى -

و اما مجمع فهو كثير؛ منهم مجمع بن جارية بن عامر (او عمرو) انظر المعجم ٣٦٨
ابن مجمع بن المقاف (البلاذري ١ : ٢٤٦)؛ ومنهم مجمع بن كعب بن زهير بن
جشم بن بكر بن حبيب بن تملب (المقتضب ٥٩ ب)؛ ومجمع بن هلال بن الحارث
ابن هلال بن تم الله بن ثعلبة بن عكابة (المقتضب ٥٥ د)؛ ومجمع بن اسد بن
اسعد بن عبد سعد بن جشم بن عجل بن لجيم (المقتضب ٥٤ ب)؛ ومجمع قصي بن
كلاب (ابن الكلبي ١٦ د) -

(٣) انظر ص ٢٦ وما بعده -

(٤) انظر ص ١٦ ح -

عَوَّلَانِ بْنِ الزُّهْدِ^(١) بْنِ عَامِلِهِ ○

وِ عَامِلِهِ (السَّلَم) بْنِ الطَّمَنانِ^(٢) بْنِ أَبِي عَرَمٍ بْنِ عَوَّلَانِ ' وَفِي
جُذَامِ (السَّلَم) بْنِ مَالِكِ بْنِ [سُودِ بْنِ]^(٣) بَدِيلِ بْنِ حَسَمِ بْنِ جُدَامِ ' وَفِي
قُصَاعِدِ (السَّلَم) بْنِ حُشْحِ بْنِ التَّمْرِ بْنِ وَرَرَةَ بْنِ نَعْلِبِ بْنِ حُلْوَانَ بْنِ
عِمْرَانَ بْنِ الْحَافِ بْنِ قُصَاعِدِ^(٤) ○

فِي بَنِي أَسَدِ (الْحَلَّافِ) وَهُوَ الْحَارِثُ بْنُ سَعْدِ بْنِ بَعْلَةَ بْنِ دُودَانَ بْنِ
أَسَدٍ : وَفِي عَامِلِهِ (الْحَلَّافِ) بْنِ عَامِرِ بْنِ مَارَانَ بْنِ مُرَّ بْنِ أَبِي عَرَمٍ بْنِ
عَوَّلَانِ ○

فِي خُرَاعِهِ (مُلْتَحِجِ) بْنِ عَمْرِو بْنِ رَسْعَةٍ وَهُوَ لُحَيْجٍ ' وَفِي الْهُوَلِ^(٥)
أَبْنِ خُرَمَةَ (مُلْتَحِجِ) بْنِ الْهُوَلِ بْنِ حَزِيمَةَ : وَفِي السَّكُونِ (مُلْتَحِجِ) بْنِ عَمْرِو
أَبْنِ رَسْعَةٍ بْنِ سُكَاةٍ بْنِ السَّكُونِ^(٦) ○

فِي مَسِيحِ عِلَانَ (جَدِيدِلْد) وَهُمْ فَهْمٌ وَعَدَوَانِ أَسَا عَمْرِو بْنِ مَسِيحِ^(٧) ' .

(١) الاشتقاق ' ٢٢٣ : قَبِ الْجَدَاوِلِ ٣ : ١٥ -

(٢) الْأَصْلُ : طَمَنَانٌ -

(٣) الْأَصْلُ مِنَ الْجَدَاوِلِ ٥ : ١٤ -

(٤) سَلَمٌ جِيَاعَةٌ ' وَبِالْفَتْحِ [سَلَمٌ] فِي تَسْمِيَةِ قُصَاعِدِ ' وَسَلَمٌ بَطْنٌ مِنْ لُغَمٍ ' وَاسْمٌ
بِالْكَسْرِ تَسْمِيَةُ مَوْلَى بَنِي غَمٍّ بْنِ السَّلَمِ بِدَرِيٍّ (وَحَاشِيَةٍ : وَسَعْدُ بْنُ حَيْثَمَةَ بْنِ الْحَارِثِ
أَبْنِ مَالِكِ بْنِ كَعْبِ بْنِ النَّحَّاسِ بْنِ حَارِثَةَ بْنِ غَمٍّ بْنِ السَّلَمِ مِنْ أَهْلِ الْعُقَدِ الثَّلَاثَةِ) -
الدَّعْبِيُّ : ٢٤٠ - وَبَنُو السَّلَمِ مِنْ بَنِي الْأَوْسِ (الْإِسْتِقْبَالُ ' ٢٦٥) -

(٥) الْأَصْلُ : الْهُوَلُ -

(٦) بَنُو مُلَيْحِ بَطْنٌ مِنْ سَاكٍ مِنْ لُغَمٍ (الْقَلْقَشْدِيُّ ' ٣٨٨) : وَبَلِيحٌ أَيْضًا ابْنُ
شُرْطَانَ بْنِ مَعْنِ بْنِ مَالِكِ بْنِ فَهْمِ بْنِ عَمٍّ بْنِ دُوسٍ (الْمُقْتَضَبُ ' ٤٣ أَوْ ب) ، وَبَلِيحٌ
ابْنُ عَمْرِو بْنِ أَسَدِ بْنِ خَزَمَةَ (الْمُقْتَضَبُ ' ٢٢ ب) -

(٧) وَاسْمُهَا حَدْبَلَةٌ مَثَلُ مُرَّ بْنِ أَدَّ (الْمُقْتَضَبُ ' ٥٠ ب) -

وفي طَبَيَّة (جَدِيلَة) بنت سُبَيْع بن عمرو بن حَمِير و هي أُم جُنْدَب
و حُور ابني خَارجة بن سعد بن قُطَرة بن طَبَيَّة^(١)؛ وفي الأَزْد (جَدِيلَة) بن
معاوية بن عمرو بن عدِيّ بن مازن بن الأَزْد^(٢)؛ وفي الأَنْصار (بَنُو حُدَيْلَة)
بِحاء مهملَة مضمومة ودال مهملَة مفتوحة و هم بنو معاوية بن عمرو بن
مالك بن النَّجَّار بن الخَزْرج و هم رهط/أَبِيّ بن كعب، وحُدَيْلَة أُمُّهم
بنت مالك بن زيد مناة بن حبش بن عبد حارة بن مالك بن غَضَب بن
جُسم بن الخَزْرج ○

في الأَزْد (راسب) بن مالك بن مَيْدَعان بن مالك بن نصر بن الأَزْد؛
وفي قُضاعة (راسب) بن الخَزْرج بن جُدَّة بن جَرْم بن رَبَّان براء
مهملَة ابن حُلوان بن عمران بن الحاف بن قُضاعة ○
في بَجِيلَة (قُرَيْع) بالزَّاء ابن قُتَيْان^(٣) بن ثعلبة بن معاوية بن زيد
بن الغوث بن أَمَّار بن إراس بن عمرو بن الغوث؛ وفي تميم (قُرَيْع) براء
مهملَة ابن عوف بن كعب بن سعد بن زيد مناة بن تميم؛ وفي قيس (قُرَيْع)
مثله ابن الحرث بن تَمِيم بن عامر؛ و (قُرَيْع) الضَّبِّي^(٤) يقال أسأل من قرَّع
(حاشية: هكذا وقع وهو غلط كبير والذي يقال فيه أسأل من قرَّع إنما
هو التَّغْلِبِيُّ^(٥) في الحاشية هذا غلط كبير)؛ وفي عبد الفيس (قُرَيْع) بالقاء وهو

(١) وجديله أيضاً بنت صعب بن علي بن بكر بن وائل أم عاتكة بنت دودان
ابن اسد بن خزيمَة (المحبر، ٥١) -

(٢) و من بني اسد بن ربيعة جديلة بن اسد (الاشتقاق، ١٩٣) -

(٣) الاصل: قُتَيْان؛ والتصحيح من الهامش والمقتضب، ١١١ ب -

(٤) القُرَيْع الغُبِّي التَّواري الرَّوِي (الطُّبري، ١: ١١٣ وما بعده؛ الذهبي، ٣٢٥) -

(٥) هو القُرَيْع الشاعر التَّغْلِبِيُّ (الاشتقاق، ٢٠٣) -

ثعلبه بن معاوية بن ثعلبه بن جذيمة بن عوف بن بكر بن [عوف بن] (١) أثمار
ابن عمرو بن وديعة بن لُكْبَز بن أَقْصَى بن عبدالفس ○

في بَيْحِلَه (سُحْمَه) (٢) بن سعد بن عبدالله بن قُداد مخفف ابن لُؤَى
ابن رُهم بن معاوية بن زيد بن العَوْب بن أثمار (حاسة : بضم السين وقال
الدار نطني وقال احمد بن الجباب الحميري هو سَحْمَه بفتح السين) وفي
كلب (سُحْمَه) بالفتح بنت [كعب] (٣) بن عمرو بن خَلِيل (٤) بن عمرو بن
غَسَّان، بها يُعرف ولدها وهم كعب و بكر والعكاس (٥) بنو عوف بن عامر / ١٩
الأكبر بن عوف بن بكر بن عوف بن عُذْرَه بن زيد اللات بن رُقْدَة بن نَوْر
ابن كلب، وفي قس (سُحْمَه) بالضم ابن هلال بن خُلاوة بن [سُعْن بن] (٦)
بكر بن أَشَجَج بن رَبِّب ○

في الأنصار (مُتَبِّب) مخفف ابن عُبَيْد بن سَوَاد بن هُنَيْم (حاسة : هيم

(١) الامانة من المختضب' ٢١ ب -

(٢) بنو سُحْمَه بن سعد بن عبدالله بن قُداد بن ثعلبه بن معاوية بن زيد بن العوث
ابن أثمار (الفلقشدي' ٢٦٢) -

(٣) الأمانة من السمعاني' ٢١٥ ب -

(٤) و أما خليل فهو بطن من غسان ذكره محمد بن حبيب عن هشام ابن الكلبي
من نسب قضاة وقال : سمحه بنت كعب بن عمرو بن خليل من غسان أم ولد عوف
ابن عامر بن عوف بن بكر (السمعي' ٢١٥ ب) -

(٥) وهو عامر الاصغر (الجدول' ٢٤٢) وقال الفلقشدي (ص ٢٩٢) : بنو سُحْمَه
ايضاً بطن من عذرة ... وهم بنو كعب و بكر والعكابة بن العارث و حجر بن عوف
ابن عامر بن عوف بن بكر بن عوذ بن عذرة بن زيد اللات ... وسمحه امهم عرفوا بها
و هي سمحه بنت كعب بن عمرو بن حمل بن حسان -
(٦) الأمانة من المختضب' ٢٩ و -

بِالنَّوْثِ أَوْ هُتَيْمٍ بِنَاءٍ مَشَاةٍ مِنْ تَحْتِ فُلَيْحَرٍ (ابن ظفر^(١)) بن []^(٢) الخزرج بن عمرو بن مالك بن الأوس بن حارثة؛ وفي ثقيف (مُعْتَبٍ) بضم الميم وفتح العين ونشديد الباء ابن مالك بن كعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن نضف؛ وفي بني هاشم (مُعْتَبٍ) مثله ابن أبي لهب^(٣) ○

في تميم (الْقُلَيْبِ)^(٤) بن عمرو بن تميم وهو أَلَيْهَة^(٥) مثل عَلِيَّهَة ويقال مثل عَلِيَّهَة؛ وفي اسد (الْقُلْبِ) بن عمرو بن اسد [بن خزيمه]^(٦) ○

في أسد (سُؤَاءَه)^(٧) بن الحَلَّاف^(٨) بن سعد بن ثعلبة بن دودان وفيهم أيضاً (سُؤَاءَة) بن سعد بن مالك بن ثعلبة بن دودان؛ وفي قيس عيلان (سُؤَاءَه) بن عامر بن صعصعة؛ وفي خثعم (سُؤَاءَة) بن أوس مَنَاة ابن ناهس بن عَفْرَس بن حَلَف بن آفَتَل وهو خثعم ○

في الأزد (وَالْبَيْدِ) بن الدُّول بن سعد مَنَاة بن غَامِد^(٩)؛ وفي بَجِيكَة

(١) الاصل: ظفر؛ والتصحيح من المقتضب ' ١٦٦ - ١

(٢) الاصل: الحارث بن؛ والتصحيح من المقتضب ' ١٦٦ - ١

(٣) ومعتب جماعة منهم معتب بن عوف بن عامر بن الفضل بن عفيف (البلاذري ١: ٢١٢)؛ ومعتب بن حمراء الخزاعي (المجبر ٣٤) ولعله معتب بن عوف ابن حمراء الحراعي (البلاذري ١: ٢٤٦-٢٤٤)؛ ومعتب بن عنبه (الاشتقاق ٢٦٥) ولعله معتب بن عبيد بن مغيث بن عبيد البلوي (الدهبي ٣٩٨) -

(٤) والقليب اسمه سلمى (المقتضب ٢٩ ب)؛ ومن بطون بني مازن [بن بني مالك بن عمرو بن تميم] هذا القليب (الاشتقاق ١٢٦) -

(٥) و أَلَيْهَة أيضاً ابن عوف بن النعم (المقتضب ٨٣ ج) -

(٦) الاضافه من المقتضب ٢٢ ب -

(٧) الاصل: سُؤَاءَة -

(٨) الحلاف هو الحارث (المقتضب ٢٠ ج) -

(٩) وغامد واسمه عمرو بن عبدالله بن كعب بن الحارث بن كعب بن عبدالله ابن مالك بن نصر من الأزد (المقتضب ٤٢ ب) وقال ابن دريد: غامد واسمه عبدالله (الاشتقاق ٢٨٨) -

(وَالْبَةِ) بن مالك بن سعد بن نذير بن قَسْر، وفي بنى أسد (والدة) بن الحارث
ابن ثعلبة بن دُودان ○

في كنانة بن خُزَيمه (شَحْع) بن عامر بن لث بن بكر بن عبد/مناة بن
كنانة؛ وفي قس عِلان (أَسَج) بن رَيْث بن شَطْفان بن سعد بن قس ○
في أسد (كُوز) بن مُرَّالَه^(١) بن هَام بن زَبَّ بن كعب بن مالك
وهو الزَّئِئَةُ بن مالك بن ثعلبة بن دُودان؛ وفي ضَبَّه بن أَدَّ (كُوز) بن
كعب بن بَجَالَه بن دُهل بن مالك بن بكر بن سعد بن ضَهَّه^(٢) - قال: مالك
هو الرُّئْهَ كانت أمه رقصه و يقول: وأبأي رَيْتِي! وذلك انه كان أخو ولدها -
فلما قدم وفددهم على التَّيِّ عَمَ دل: مَنْ اَنتُمْ؟ والوا: بنو الرُّئْهَ. قال:
بل اَنتُمْ بنو الرُّشْدَه - فقالوا: يشدك الله يا نبي الله ان تَسبَّ العرب كما سَبَّ
بنو عبد العُزَّى من عَطْفان و كانوا قدموا على رسول الله صلى الله عليه وسلم
فقال: مَنْ اَنتُمْ؟ فقالوا: نحْبُ بنو عبد العُزَّى فقال: بل اَنتُمْ بنو عبد الله -
فَسَمُوا المَحْوَلَةُ فَنَحْنُ هَؤُلَاءِ على بنى الرُّئْهَ^(٣) ○

(١) لعله مَوَّالَه (المقتضب: ١٢٢) 'قب الاشتقاق' ١٦٠ - مَوَّالَه من بنى عشمس -
(٢) وبنو كور بطن من قوم طيء مساكنهم بلاد غرة؛ وبنو كورة بطن
من البربر وأوانه (الفتشدي: ٣٤٥) -

(٣) و ولد مالك بن ثعلبة بن دودان غاضرة وعمراً اسمها ام خارجة (وهي عمه
ت سعد بن عبدالله بن قداد البعلية - المحبر: ٣٦٦) و ثعلبة وسعداً واسمها الناقية
و مالك بن مالك وهي الرئية كانت امه ترقصه و تقول: وابيتي زبتي ' وفديت زبتي'
فسمى بذلك - فرقة حضرمي بن عباس احد بنى الرئية على النسي صلعم و آله فقال: بمن
اَنتُمْ؟ قال: من بنى الزبده - فقال: اَنتُمْ بنو الرشدَه - قلوا: لا تكون مثل بنى محولة رغبوا
عن ابيهم يعنون بنى عبدالله بن عطفان كانوا بنى عبد العزى نساهم النسي صلعم و آله
بنى عبدالله - فقال النسي صلعم و آله لحضرمي: اَنتُمْ من القرآن شيئاً؟ قال: نعم - قال:
فَاقرأ - فقرأ: سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى (١) أَلَدَى خَلْقٍ قَدَوَى ○ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى ○
(القرآن: ٨٤: ٣٠-١) وَالَّذِي مَنَّ عَلَى الْجَبَلِ فَأَخْرَجَ مِنْهَا (المقتضب: ٣١ ب) -

في ربيعة بن نزار (الدُّول)^(١) بن حنيفة بن لُجَيْم بن صَعْب بن عليّ
 ابن بكر بن وائل؛ وفي الأزد (الدَّيْل) بن هَدَاد مخفف ابن زيد مناة بن العَجْر^(٢)
 وفي عَنَزَة (الدُّول) بن صُبَّاح بن عَتَبِك بن اسْلَم بن يَذْكُر بن عَنَزَة؛ وفي
 نَعْلِب (الدَّيْل) بن زيد بن عمرو بن غَم بن تغلب؛ وفي ضَبَّة بن أَد (الدُّول)
 ابن ثعلبة بن سعد بن ضَبَّة؛ وفي الرِّباب (الدُّول) بن جَل بن عدى بن عبد
 مناة بن أَد؛ وفي كنانة بن خُزَيْمة (الدُّل)^(٣) بن بكر بن عبد/ مناة ٨
 كنانة رهط أبي الأسود الدُّؤلى^(٤) واسمه ظالم بن عمرو بن سُفْيَان بن جندل
 ابن يَعْمَر بن حِلْس بن نَفَاقَة بن عدى بن الدُّل ويقال بل اسمه عثان بن
 عمرو بن سُفْيَان؛ وفي عبد القيس (الدَّيْل) بن عمرو بن [غَم بن]^(٥) ودَيْعة بن
 لُكَيْز بن أَقْصَى بن عبد القيس؛ وفي الهَوْن بن خُزَيْمة بن مُدْرِكَة (الدُّل) على
 مثل دُعِلَ وفِعِل^(٦) مَهْمُوز ابن مُحَلَّم بن غالب بن يَشِيعَ بن الهَوْن بن خُزَيْمة؛
 وفي آياد بن نزار (الدَّيْل) بن أُمَيَّة بن حُذَافَة^(٧) بن زُهْر بن آياد؛ وفي الأزد
 (الدُّول) بن سعد مناة بن غامد^(٨)؛ وفي قيس (الدَّيْل) بن حِار بن ناج بن

(١) الدول بضم ثم مكون الواو قبيله من بني بكر بن وائل (الذهبي ٢٠٦)؛
 وقيل: الدؤل بضم الدال المهمله وسكون الهمة ولام في الآخر بطن من بكر بن وائل
 (القلشندى ٥٣) -

(٢) الاصل: العجر؛ (انظر الاشتقاق ٢٨٣) - (٣) الاصل: الديل -

(٤) وقال الاخفش: النسبة اليه دلى بفتح الهمة استقلا لتوالى الكسرتين مع
 ياء النسبه لو كسرت -

(٥) المقتضب ١٦١ ب و ١٦٢ ج -

(٦) وقال ياقوت: الدبش (كذا) بن محلم بن غالب بن عائذ بن يشيع بن مليح
 ابن الهون بن خزيمة (المقتضب ١٢٠) -

(٧) الاصل: حذافة؛ والتصحیح من الاشتقاق ١٠٥؛ المقتضب ١٦٣ -

(٨) وغامد هو عمرو بن عبدالله بن كعب بن الحارث بن كعب بن عبدالله بن
 مالك بن نصر بن الأزد (المقتضب ٢٢ ب) -

ابي مالك^(١) بن عكرمة بن خَصَفَة بن قس^(٢) ○

في هوازن (هلال)^(٣) بن عامر بن صعصعة؛ وفي صَبَبة (هلال)
ابن عامر بن ربيعة بن [كعب بن]^(٤) ثعلبة بن سعد بن صَبَبة، وفي ربيعة بن
نزار (هلال) بن ربيعة بن زيد بن عامر بن سعد بن الخزرج^(٥) بن نيم الله
بن الممر بن قاسط، وفي الأزد (هلال) بن عمرو بن كعب بن الغطريف
الاصغر وهو الحارث بن عبد الله بن الغطريف^(٦) بن بكر بن سنكر بن مَبَشَر؛
وفي النخع (هلال) بن عمرو بن جُسم بن عوف بن النخع^(٧)؛ وفي فضاءه
(هلال) بن جُسم بن مالك بن كعب بن^(٨) السقي بن جسر^(٩)؛ كل هؤلاء
بطلون^(١٠) ○

(١) وعند ياقوت هو ابو مالك (المقتضب' ١٣٥) -

(٢) والدليل ايضاً ابن اشب بن برد بن انصى بن دعوى بن اباد (المقتضب،
١٣٥ و ب) -

(٣) قال ياقوت: فولد عامر بن صعصعة ربيعة و 'مير' و 'مؤاه' (المقتضب'
٣٥ ب) ولم يذكر هلالاً من اولاده -

(٤) المقتضب' ٣٣ ب -

(٥) وفي نسب هلال هذا اضطراب، قال ياقوت: هلال بن زيد مناه بن عوف بن
سعد بن الخزرج (من النمر بن القاسط... وايضاً) هلال بن ربيعة بن زيد مناه بن
عوف بن سعد بن الخزرج (المقتضب' ١٣١ و ب) -

(٦) وهو عامر (المقتضب' ٣٣ ب) -

(٧) وهو جسر بن عمرو بن علقه بن جلد بن مالك بن ادد (الحداد' ٨: ١٠-١٥) -

(٨) الاضالة من المقتضب' ١٠١ ب -

(٩) وجسر هذا ابن شيخ الله بن اسد بن وبره (المقتضب' ١٠١ ب) -

(١٠) وهلال جماعة منهم هلال بن الحارث بن هلال بن نيم الله بن ثعلبة بن عكابة
(المقتضب' ٥٣ ب و ٥٥)؛ وهلال بن مالك بن خفاف بن اصرى القيس بن بهشة
(ايضاً' ٣٣ ب)؛ وهلال بن عكر في سعد بن قيس عيلان (الاشتقاق' ١٦٦)؛ وهلال بن
علقه في تيم بن عبد مناه، وهلال بن وكيع بن بشر من عكس بن زيد (ايضاً' ١٣٣)
وهلال بن احوز من ميم (ايضاً' ١٢٦) وهلال بن امية من الاوس (ايضاً' ٢٦٥) وهلال
ابن خطل (ايضاً' ٢٨٢) -

في قيس في بنى عامر بن صعصعة (العجلان) بن عبدالله بن كعب^١
ابن ربيعة بن عامر بن صعصعة؛ وفي قضاعة (العجلان) بن حارثة بن
ضُبَيْعَة بن حَرَام بن جَعْل بن عمرو بن جُشَم بن وَدَم بن ذُبَّان بن هَمَم
ابن ذُهَل بن هَنِي غير مهموز ولا مشدّد^(١) ابن يَلَى بن عمرو بن الحاف
ابن قضاعة^(٢) ○

في طَيِّء (بَوْلَان)^(٣) بن عمرو بن الفوث؛ وفي عَكَّ (بولان) بن
صُحَار بن عَكَّ ○

في مُضَر (طَابِخَة) بن إِيَّاس بن مُضَر؛ وفي قضاعة (طابخة) بن
[٣] وَبَرَة بن نَغْلَب بن حُلَوَان؛ وفي جُذَام (طابخة) بن الْهُوث بن
شَنُوءَة بن نَدِيل بن حِشَم بن جُذَام^(٤) ○

في جُذَام (حِشَم) بن جُذَام؛ وفي كَلْب (حِشَم) بن عبد مَنَاة بن
هَبَل؛ وكلُّ شَيْء في العرب (جُشَم) بالجمع ○
في مَعَدَّ (إِيَاد) بن نَزَار؛ وفي الْأَزْد (إِيَاد) بن سُود بن الحجر بن
عمران ○

٢- العجلان كثير؛ منهم بنو العجلان بن زيد بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو
من الخزرج من الْأَزْد (القتشندی) ٦٥ 'المقتضب' ٦٤ (١)؛ والعجلان أيضاً ابن سعد
ابن جَشُوءَة بن عَجَب بن ثعلبة بن سعد بن ذُبَّان (المقتضب' ٨٦ ب)؛ ومن بنى بياضة
العجلان بن غنم بن عامر بن بياضة (المحبر' ٨٢٦)؛ والعجلان بن عبد الاحب بن كعب
(المقتضب' ١٠٨ (١)؛ وعجلان بن معاوية بن الحارث بن عدي من عَمَلَة (المقتضب'
٤٩ ب) -

(٣) وبولان اسمه غُصَيْن (المقتضب' ٨٨ ب) -

(٤) الاصل: تغلب بن؛ والتصحيح من المقتضب' والجداول' ١٣: ٢ - ١٤ -

(٥) وذكر ابن ماكولا: تغلب بن جُشَم بن جُذَام (ص ٢٢٢) وهو سهو -

في لخم (تُماره) بن لخم ؛ وفي إباد بن ثوار (تُماره) بن إباد بن

نزار ○

في ربيعة (التَّيمَر) بن فاطم بن هُثَل بن آتَصَى بن دُعَمَى بن
جَدَلَه بن أسد بن ربيعة ؛ وفي إباد بن نزار (التَّيمَر) بن [وائلة بن^(١)
الظَّمْثَان بن عَوْذ مَاه بن تَعْدُم ؛ وفي الأرد (التَّيمَر) بن]^(٢) زَهْرَان
بن كَعْب بن انجَار بن كَعْب بن عبد الله بن مالك بن نصر بن الأزد^(٣) ○

في مُرَيْش (حَزِيمَه) بن لُؤَيَّ بن غَالِب ؛ وفي مُعَرَّ (حَزِيمَه) بن
مُدرَدَه بن إِيَّاس بن مصر ؛ وفي فُصَاعَه (حَزِيمَه) بن حِجَاء مَهْمَلَه مَسْوَحَه
ابن نَهْدَه بن زَيْد بن كَثَّ بن سُود بن أَسْلَم بن الحاف بن فُصَاعَه ؛ وفي
تَعْلَه (حَزِيمَه) مثله ابن حَرْب بن عَلِي بن مالك بن سعد بن يَزِيد بن قَسْر بن
عَبَّعَر ؛ وفيهَا (حَزِيمَه) بن سعد بن كَذِير ؛ وفي مَسْ عَلَان (حَزِيمَه) بن
رِزَام بن مازن بن ثعلبه بن سعد بن دُبَّان [بن كَغْمَض]^(٤) ؛ وفي ربيعة
بن نزار (حَزِيمَه) بن طَارِق بن سَرَاخِيل بن خِرَاس بن عِثَّان بن سعد
ابن زُهَيْر^(٥) ○

في نَغْلَب (حُرْفَه) بن ثعلبه بن بكر بن حُبَيْب بَضْمَ الحاء

(١) الإضافة من المقتضب ٦٣ ب -

(٢) الأصل: عثمان بن نصر بن ؛ والتصحيح من المقتضب ٤٢ ب -

(٣) وبنو النمر أيضاً ابن وبرة بن ثعلب بن حلوان بن الحاف من قبضاعة
(القفشندي ٤٣-٤٥) -

(٤) الإضافة لتسهيل المثال (المقتضب ٣٦ ب) -

(٥) وبنو حزيمة أيضاً ابن الحمار بن أراش (القفشندي ٢١٤) ؛ وحزيمة بن جِيَّان

من سامة بن لُؤَيَّ (الذهبي ١٦١) -

مُخَفَّفٌ (١)؛ وفي يَشْكُرُ بن بكر (حُرْقَة) بن مالك بن ثعلبة بن غَنَم بن حَبِيب
 مستَدَد ابن كعب يشكر؛ وفي قضاة (الْحُرْقَة) (٢) بن حَزِيمَة بن نَهْد
 ابن زيد بن ليث بن سُود بن أَسْلَم بن الحاف بن قضاة؛ وفي تميم (حُرْفَة)
 ابن زيد بن مالك (٣) بن حَنْظَلَة؛ و (الْحُرْفَة) بالالف (٤) قبيلة من جُهَيْنَة؛
 و (حُرْقَة) بنت النعمان بن المنذر [بن ماء السَّاء] (٥) هَانِ بالْقَاف و كَل
 ما عداها مَّا نَقَدَم بالفاء ○

في الْأَزْد (أَفْصَى) بن حارثة بن عمرو مَزَيْقَبَاء [بن عامر ماء
 السَّاء] (٦)؛ وفي جُذَام (أَفْصَى) بن سعد بن إياس (٧) بن حَرَام بالراء ابن
 جُذَام؛ وفي ربيعة (أَفْصَى) بن عبد القيس بن أفصى بن دُعَمَى بن جديلة؛
 وفي إِيَاد (أَفْصَى) بن دُعَمَى بن إِيَاد بن نزار ○
 في هَمْدَان (يَام) بن أَصْبَى بن دافع بن مالك بن جُشَم بن/حاشد؛
 وفي عَنَس (يَام) بن عَنَس بن مالك بن أَدَد ○
 (الْقَرِيَّة) بكسر القاف في التمر بن قاسط وهي خُمَاعَة (٨) بنت جُشَم

-
- (١) وقيل: حُرْقَة بن ... بن زهير بن جشم بن بكر بن حبيب بن عمرو بن غنم
 ابن قنبل (المقتضب' ٥٩ ب) -
 (٢) الأصل: حُرْقَة؛ والتصحيح من 'المقتضب' ١٠٨ ج -
 (٣) قيل "عوف" عوضاً "إلى الك" (المقتضب' ٢٥ ب) -
 (٤) الحرقه هذا هو حُمَيْس بن عامر بن عمرو بن ثعلبة بن مودوعة بن جهينة
 (المقتضب' ١٠٤ ج) -
 (٥) الإضافة من الذهبى' ١٥٣ -
 (٦) الإضافة من 'المقتضب' ٦٤ ب -
 (٧) الأصل: إياس؛ والتصحيح من 'المقتضب' ٤٩ ب و ٨٠ ج -
 (٨) وقال ياقوت: ولد عامر بن زيد مائة عمراً فتزوج عمرو القرية وهي خُمَاعَة
 بنت جشم بن ربيعة بن زيد مائة فولدت منه سفيان ... (المقتضب' ٦١ ج) -

ابن ربيعة بن زيد مناة ؛ و (القرية) بن عَنَس بن مالك^(١) ○
 في جُذَام (أَبَاة) بالفتح بن [عُبَس بن]^(٢) غَطَفَان بن سعد بن [إياس
 ابن]^(٣) حَرَام بن جُذَام ، و في السَّكُون (أَبَاة) بالضم ابن سلمة بن سُكْمَة
 ابن شَيْب بن السَّكُون ؛ و منها أيضاً (أَبَاة) بالضم^(٤) ابن ربيعة بن سُكْمَة ،
 و في خَتَم (أَسَاة) بالضم و هو الأسود بن وهب الله بن شَهْرَان بن
 عَفْرَس ؛ و في قضاة (أَبَاة)^(٥) مثله ابن جُشَم بن مالك بن كعب بن
 القَيْن بن جَسَر ○

كل شيء في العرب (بَسَّاس) مسدّد^(٦) ، و في دم الرِّبَاب (جَسَّاس)
 خفيف مكسور ابن نُشْبَة بن رُبْع بن عمرو بن عبدالله بن لُؤَي بن عمرو بن
 العارث بن نَم بن عبد مناة بن أَد ○
 في خُزَاعَة (كُلْب) بن حَبِشَة بن سُلُول ؛ و في تَم (كُلْب) بن يربوع
 ابن حَنْظَلَة [بن مالك بن زيد مناة]^(٧) ؛ و في هَوَازِن (كُلْب) بن ربيعة بن
 عامر بن صعصعة ؛ و في نَعْلَب (كُلْب) بن ربيعة بن العارث بن زهير بن
 جُشَم بن بكر و هو كايب بن وائل ○

في مَذْحِج (عَنَس) بالنون ابن مالك بن أَدَد ؛ و في غَطَفَان (عَبَس)

(١) وفيه اضطراب - قال ياقوت: وولد عنس واسمه زيد سعداً الأكبر و معاوية
 وسعداً الأصغر و عمراً و عامراً و عزيزاً و عتيكاً و شهباناً و مالكا و ياماً و القرية و چشم
 يقال لهم بني القرية بن النمر بن قاسط (المقتضب ٨٦ ج ١ و ب) -

(٢) الأباة من الجداول ١٩:٥ -

(٣) الإضافة من المقتضب ٤٩ ب و ٨٠ ج -

(٤) لم يذكره ياقوت -

(٥) ولم يذكره ياقوت العموي -

(٦) مثلاً جساس بن مرة بن ذهل بن شبان (المقتضب ٥٢ ب) -

(٧) الإضافة من المقتضب ٢٥ ب -

بالباء ابن بغيض بن ريث بن غطفان؛ وفي الأزد (عَبْس) بالباء ابن هوازن
ابن أَسَلَم بن أَقْصَى بن حارثة اخوة خزاعة؛ / وفي بَلَى بن عمرو بن ٢٢
الحاف (عَيْش) بكسر العين و اسكان الياء آخر الحروف ثم شين معجمة ابن
حَرَام بن جَعَل بن عمرو بن جَشَم بن وَدَم؛ وفي بنى الحارث بن سعد هُذَيْم
(عَيْش) مثله ابن ثعلبة بن عبدالله بن ذُيَّان بن الحارث بن سعد؛ وفي
عَكَّ (عَبْس) بالباء الموحدة و بالياء آخر الحروف ايضاً بالسین المهملة ابن
الشَّاهد^(١) بن عَكَّ؛ وفي مُزَيْنَة (عَيْش) بفتح العين و بكسرهما ايضاً^(٢)
و بالتَّين المعجمة^(٣) ابن عَبَد بن ثور بن هُذَمَة بن لاطم بن عثان؛ وفي
أَنْجَع (عَبْس)^(٤) بفتح العين و الباء آخر الحروف ثم شين معجمة ابن خَلَاوَه
ابن سُبَيْح بن بكر بن أنجع بن ريث ○

في الأنصار (الأوس) بن حارثة بن ثعلبة العنقاء بن عمرو مُزَيْقِيَاء؛
و في خُزَاعَة (الأوس) بن أَقْصَى بن حارثة؛ وفي ربيعة (الأوس) بن تَغْلِب
ابن وائل^(٥) ○

في ربيعة (عَنْزَة^(٦)) بن أَسَد بن ربيعة بن نزار؛ وفي خُزَاعَة (عَبْرَة^(٧))

(١) وهو صُحَار (المقتضب' ٤٥) -

(٢) والاجود عيش بكسر العين (الذهبي' ٣٨٠) -

(٣) ولم يذكره ياقوت في بنى عبد بن ثور (المقتضب' ٣٣) -

(٤) وقيل: هو عيش بكسر العين (الذهبي' ٣٨٠) -

(٥) والأوس عدة منهم اوس بن عمرو بن أَد بن طابغة (المقتضب' ٣٢ ب؛

الفلقشندي' ٨٣) -

(٦) وقيل هو عَنْزَة قبيلة بزاه عنزة بن أَسَد بن ربيعة بن نزار (الذهبي' ٣٨٣)

واسمه عمرو (الاستقاق' ١٩٣؛ المقتضب' ٥١ ب) -

(٧) قال الذهبي: هو عَبْرَة بالفتح بن عمرو الخزاعي وقيل بل هو بزاه و نون

(الذهبي' ٣٨٣) -

يفتح العين ثم ياء مشناه من تحب ساكنة وراءه مهمله و يقال (عَزَّه) بنون
 محرّكة وزاه ابن عمرو بن أَقْصَى بن حارثة (حاسة : ذكر الدارفلتي
 الوجهين) ؛ وفي الأزد (عَزَّه) بن عمرو^(١) بن عوف بن عدّى بن عمرو
 ابن مازن بن الأزد ؛ وفيها ايضاً (عُتره) - (حاسه : يعني بضم العين
 ٢١ المهملة واسكان الباء الموحدة و فتح الراء المهملة) و هو عوف بن مُسَبِّب
 ابن دؤس ؛ و منهم ايضاً / (عُتره) بن زهران بن كعب بن الحارث بن كعب
 ابن عبد الله بن مالك بن نصر بن الأزد ، و منهم ايضاً (عُتره) بن هُدَاد
 ابن زيد ساء بن الحجر بن عمران بن عمرو مزهاء ؛ و في كنانة (عُتره)
 محرّكة مكسورة الغن المعجمة ابن سعد بن لث بن بكر بن عبد ماض ؛ و في
 بَلِيّ (عُتره) ايضاً ابن ذُهل بن هَنِي بن بَلِيّ مثلها ؛ و في بشف (عُتره)
 ابن عوف بن ثعيف ؛ و في هُذيل (عُتره) بكسر العين و الاء المشاء^(٢) من
 فوق ابن عمرو بن الحارث بن تميم بن سعد بن هُذيل ، و فيها ايضاً (عُتره)
 ابن عاديه بن صعصعه بن كعب بن طابخة بن لهعان بن هذيل ، و في عَجَل
 ابن لُجَيْم (عُتره)^(٣) بن عامر بن كعب بن عجل ○

في ربيعة (عَزَّ) بن وائل بن قاسط ، و فيها (عُتر) بن عوف بن اياس
 ابن ثعلبة بن جارية بن قهم بن بكر عُبَلَة بن أُمَار بن مُسَبِّر بن عُميرة بن

(١) وقال ياقوت: هو عزة بن عمر بن عوف بن عمرو بن عدى (المقتضب،
 ٤٠ ب و ١ د) -
 (٢) الاصل : تاه مشاة -

(٣) وقيل : عُتره بالضم و مشاة ابن عامر السجلي (الذهبي ، ٣٨٣) -

ابن أسد بن ربيعة بن نزار؛ وفيها (عُبر)^(١) بالغين المعجمة^(٢) و بالباء
 الموحدة ابن غَم بن حُبَّ بن كعب بن يَشْكُر بن بكر بن وائل؛ وفي
 هوازن (عُتر) - حاشية: يعني بكسر العين المهملة ثم التاء المشناة^(٣) من
 فوق، وقال ابو جعفر: اخبرني عباس عن أبيه قال: ولده يقولون هو
 (عُتر) يعني بضم العين^(٤) بن مُعَاذ بن عمرو بن الحارث بن معاوية بن بكر
 ابن هوازن؛ وفي عَكَ (عُتر) بن السَّمنة بن صُحار بن عَكَ، وفي بَلِيَّ
 (عُتر) بن جُشم بن وَدَم بن/ذُبَّان بن هُمَم بن ذُهَل بن هَنِي بن بَلِي؛ وفي
 كلب (عُبر)^(٥) بضم الغين المعجمة و فتح الباء الموحدة ثم الراء المهملة^(٦)
 ابن بكر بن نيم اللَّات بن رُفَيْده؛ وفي هوازن ايضاً (عُتر)^(٧) بضم الغين
 المهملة و فتح الاء المشناة من فوق ابن حُبَّ بن وائلة بن ذُهَّان بن نَصْر
 ابن معاوية [بن بكر بن هوازن]^(٨)؛ وفي الأسعريين (عُتر) بفتح العين
 واسكان التاء المشناة من فوق ابن بكر بن عامر بن عَذَر بن وائل [بن
 ناجبة]^(٩) بن الجُهاهر بن الأسعر^(١٠) ○

(١) و اما سُمِّي عُبرَ لأنَّ غنماً تزوج الناقمية و هي عجوز فقال: كَعَلَيْ
 اتَّعَبَرُها غلاماً فولد له فسأه بذلك (الاشتقاق' ٢٠٦، المقتضب' ٥٩) -

(٢) الاصل: بالغين معجمة -

(٣) الاصل: تاء مشناة -

(٤) قال ياقوت: وولد مُعَاذ هذا عُتْرَا (المقتضب' ٢٢) -

(٥) قال ياقوت: هو عُبر بن بكر (المقتضب' ٩٩ ب) -

(٦) الاصل: راء مهملة -

(٧) قال ياقوت: فولد حُبيب عُتْرَا قال ابن الكلبي: عُتر (المقتضب' ٢١ ب) -

(٨) الاضافة لتسهيل المنال -

(٩) الاضافة من المقتضب' ٨٦ ب -

(١٠) و بضم ثم فتح عُتْر بن حُبيب بطن من الأزْد و بفتحين عَتْر بن عامر

من اجداد أبي موسى الأشعري (الذهبي' ٣٤٤) -

في قيس [علان] ^(١) (ذُبَّان) بن بَقَض بن رَيْث بن غَطَفَان ؛ وفي
الأزْد (ذُبَّان) بن ثعلبة بن السُّدُول بن سعدمنة بن غامد ^(٢) ؛ وفي بَحِلَّة
(ذُبَّان) بن ثعلبة بن معاوية بن زبد بن الغوث بن أُمَّار ؛ وفي ربيعة (ذُبَّان)
ابن كنانة بن شَكْر ؛ وفي هَمْدَان (ذُبَّان) بن مالك بن معاوية بن صَعْب
ابن دُومان ، وفيها أيضاً (ذُبَّان) بن عَلَّاس ^(٣) بن أَرْحَب بن دُعَام بن مالك
ابن معاوية بن صعب بن دُومان ؛ قال : ذُبَّان وَ ذُبَّان واحد ^(٤) ، قال ابن
الأعرابي : رأيْتُ الفُصَحَاء يَمَارُونَ الخَفَضَ ○

في أَسَد (حُمَـة) ^(٥) بن اسد بن حُرَيْم ؛ وفي الأزْد (حلمه) ^(٦) بن
سَلَمَه ^(٧) بن مالك بن فهم بن عَمَّ بن دُوس ؛ وفي الأزْد أيضاً (حلمه) بن
مَازَن بن الدُّوَل ^(٨) بن سعدماء بن غامد ^(٩) بن عبدالله ؛ وفي الهَوَـن بن
خُزَيْمَه (حلمه) بن مُحَلِّم بن غالب بن عائذه بن يَسْتَع بن مُلَحَّح بن
الهَوَـن ○

- (١) الإضافة لتسهيل النال -
(٢) وهو غامد بن عبدالله بن كعب بن العارث بن كعب بن عبدالله بن مالك
ابن نصر بن الأزْد (المقتضب ' ٤٢) -
(٣) قال ياقوت : وهو ذُبَّان بن عَلَّاس بن ارحب واسمه مُرَّة بن دُعَام بن
مالك بن معاوية بن صعب بن دومان ، وأما ذُبَّان فهو ذُبَّان بن مالك دخل فيهم
(المقتضب ' ١١٦) -
(٤) بنو ذُبَّان بضم الدال و كسرهما هما حكاه الجوهري عن ابن السكيت
(القائشدي ' ٢٣٩) -
(٥) لَعْلَه حُلُمَة (المقتضب ' ٢٠) وقال ابن قتيبة : هو حَمَلَة (المعارف
(٣) فهو تصحيف -
(٦) لَعْلَه حَمَلَة (المقتضب ' ٤٣) -
(٧) أو سَلَمَة (المقتضب ' ٤٣) -
(٨) قال ياقوت : الدُّوَل بن سعدمنة (المقتضب ' ٤٢ ب) -
(٩) وهو عمرو (المقتضب ' ٤٢ ب) -

/ في طَيِّبٍ (مُجَاسِر) بن الصامت^(١) بن غَنَم بن مالك بن سعد بن هـ
 نَبْهَان ؛ وفي الْأَزْد (مُجَاسِر) بن سَلِيمَة^(٢) بن مالك بن قَهْم ؛ وفي فَزَارَة
 (مُحَاسِن) بن لَأَى بن عَصِيم بن شَمَخ بن فزارة ؛ وفي عبد القيس (مُجَاسِر)
 مثل الْأَوَّل بالسين والراء المهملين ابن الصَّبِيح^(٣) بن مالك بن مُرَّة ، من
 ولده مِهْزَم بن خالد بن مِهْزَم بن الْفَزَر^(٤) بن جَوَيْن بن مجاسر ؛ وفي كلب
 (مُحَاسِن) وهو زيد مناة بن [عمرو بن]^(٥) عبد وُد بن عوف بن كنانة بن
 عوف بن عُدْرَة بن زيد اللَّات بن رُفيدة ؛ وفي تميم (مُحَاسِن) بن معاوية بن
 سُرَيْف بن جُرَوَه بن أُسَيْد بن عمرو بن تميم ○
 في مُحَارِب بن خَصْفَة بن قيس عَبْلَان (حُدَاد) (حاشية : بالفتح و
 بالكسر) ، [وهو ربيعة بن معاوية]^(٦) بن بَدَاوَه^(٧) بن ذُهَل بن طَرِيف بن
 خَلَف بن محارب ؛ وفي كنانة بن خُزَيْمَة (حُدَاد) بن مالك بن كنانة ؛
 وفي طَيِّبٍ (حُدَاد) بن نَصْر بن سعد بن نَبْهَان [بن عمرو بن الغوث]^(٨) ؛
 وفي الْأَزْد (حُدَاد) بن مَعْن بن مالك بن قَهْم ؛ وفي عبد القيس (حُدَاد) بن
 ظالم بن ذُهَل بن عَجَل بن عمرو بن وداعة بن لُكَيْز ○

(١) وهو عمرو بن غَنَم (المقتضب ' ٩١ ب) -

(٢) سَلِيمَة ؟ (المقتضب ' ٤٣ د) -

(٣) الاصل : الصَّبِيح ؛ والتصحيح من الاشتقاق ' ١٩٤ والمقتضب ' ٩١ ب -

(٤) الاصل : الْفَزَر ؛ والتصحيح من الاشتقاق ' ١٩٤ -

(٥) الاضافة من المقتضب ' ٩٤ ب ' قَب الجداول ' ٢ : ٢٤ بعد -

(٦) الاضافة من المقتضب ' ٨٥ د -

(٧) قال ياقوت : هو بَدَاوَة (المقتضب ' ٨٥ د ؛ الذهي ' ٩٨) -

(٨) الاضافة من المقتضب ' ٩١ د -

في طَيِّء (رَسَن^(١)) بن عمرو بن عمرو (حاسية : صح) بن الصائب ؛
 و في الأزْد (رَسَن) بن عامر بن عمرو بن كعب [بن الحارث]^(٢) الغطريف ○
 في مُضَاعِه (جَرَم)^(٣) بن رَنَان بن حُلَوَان بن عمران ؛ و في بَجْلِه /
 (حَرَم)^(٤) بن عَلَفَه (بن عقر)^(٥) بن أَمَار ، و في عامِلِه (جَرَم) بن سَعَل^(٦)
 ابن مُعَاوِيَه بن عامِلِه ، و في طَيِّء (جَرَم) و هو نَعْلِبِه بن عمرو بن
 الغَوْت ○

في مُضَاعِه (كَلَب) بن وِزْرَه بن نَعْلِب بن حُلَوَان ؛ و في بَجْلِه (كَلَب)
 ابن عمرو بن لُؤَيّ بن رُحْم بن مُعَاوِيَه بن أَسْلَم بن أَحْمَس^(٧) [بن الغوث]^(٨) ○
 في تَمَم (حَسَان) (حاسية : بجاء مكسوره^(٩)) بن عبدُالعَزَى بن كعب
 ابن سعد بن زيد مناة ؛ و في الأَرْد (حَسَان) بضمّ الجيم و سديد الميم ابن
 هَدَاد (حاشيه : حن) بن زيد مناة بن الحَرَّ بن عمران ○

-
- (١) لم يذكره ياقوت الحموي في كتابه المقتضب -
 (٢) المقتضب ' ١٢٧ ب -
 (٣) واسمه هلاق (القفشندي ' ١٩٤) -
 (٤) لعنه كرم القاشسيه (القفشندي ' ١٩٥) وقال السمعاني : هو جرم بن علقمة
 ابن امار (انساب ' ١٢٤ ب) -
 (٥) الرياده من المقتضب ' ١٠٩ ب -
 (٦) قال ياقوت : فولد شعل .. جُوَيْتًا (المقتضب ' ١٢٩ ب) وقال السمعاني : هو
 جرم بن ثعل بن معاوية (انساب ' ١٢٤ ب) -
 (٧) المقتضب ' ١٠٩ و -
 (٨) و بنو كلب بطن من خثعم و هم من ربيعة من خثعم ؛ و هم كلب بن حنظلة
 ابن قحافة بن عامر بن ربيعة بن عامر من عِمْرَس بن حلف بن خثعم (المقتضب ' ١١١ و) -
 (٩) و هو حَمَان واسمه عبدالمزى (الاشتقاق ' ١٥٠) -

في كندة (بَدَا) ^(١) غير مهموز ابن الحارث بن ثور و هو كندة ؛
 وفي جُعْفَى (بَدَا) ^(٢) بن سعد بن عمرو بن ذُهل بن مَرَّان بن جُعْفَى ؛ وفي
 بجيلة (بَدَا) ^(٣) بن قَتِيان بن ثعلبة بن معاوية بن زيد بن القوت
 (ابن أُنمار) ^(٤) ؛ وفي مُراد (بَدَا) (حاشية : بكسر الباء) ^(٥) بن عامر بن
 عَوْ نَبان ^(٦) بن زاهر بن مُراد ؛ وفي السَّكُون (ابدا) ^(٧) بن عدى بن أَسْرَس
 ابن سببب بن السكون ^(٨) ○

في بجيلة بنو (عَادِيَّة) ^(٩) بن عامر مُقلد الذهب بن قُدَاد ؛ وفي
 ميس عِيْلان بنو (عادية) ^(١٠) و هما عبدالله و الحارث ابنا صعصعة بن معاوية
 و عادية أمها بها يُعرفان ^(١١) ○

في عبدالنفس (سَلِيمة) بن مالك بن عامر بن الحارث بن أُنمار بن

(١) و هو بَدَا بن الحارث بن معاوية بن ثور بن مُرَّح بن معاوية بن كندة
 (المقتضب ' ٤٦ ج) -

(٢) و هو بَدَاء (المقتضب ' ٨٣ ج) -

(٣) لعلّه بَدَا (المقتضب ' ١١١ ب) -

(٤) المقتضب ' ١١١ ب -

(٥) بَدَا بن عامر (المقتضب ' ٨٦ ج) -

(٦) لعلّه عَوْ ثِيان (المقتضب ' ٨٦ ج) وقال ابن مأكولا : هو عَوْ ثِيان
 (الاكمال ' ٢٢٣) -

(٧) لعلّه أَبْدَى (المقتضب ' ٤٨ ج) -

(٨) و بنو ابزي بطن من هَمْدان (الاشتقاق ' ٢٥٠) ؛ وَأَبْزَى فهو عبدالرحمان
 ابن ابزي (الاكمال ' ١٠) و أَبْدَى بن عدى بن جُبيب (الاكمال ' ١٠) -

(٩) و هو مقلد الذهب كان ينقلد الذهب في الجاهلية (المقتضب ' ١١١ ب) -

(١٠) عادية بن صعصعة بن معاوية بن بكر بن هوازن بن منصور بن عكرمة -

(١١) في هذيل عادية بن صعصعة بن كعب بن طابخة بن لهيئان بن هذيل
 (المقتضب ' ١٦ ب) -

عمرو بن ودِيعَة ؛ وفي الأزد (سَلِمْه^(١)) بن مالك بن فهم ، وفي عاملة
 (سَلْمَة^(٢)) بن معاوية بن الحارث بن عدى بن الحارث بن مَرَّة/بن أدد ؛
 وفي الأَنْصار (سَلْمَة^(٣)) بن سعد بن علي بن اسد^(٤) بن سارده بن يزيد بن
 جُشَم بن العَزْرَج ، وفي جُعْفَى (سَلْمَة^(٥)) بن عمرو بن ذُهَل بن مَرَّان بن
 جُعْفَى ، وفي جُهَنَة (سَلْمَة^(٦)) بن نَصْر بن [مالك بن] عَطْفان بن قس بن
 جهنَة ؛ فالذي في الأَنْصار وجُعْفَى كَها (سَلْمَة) بكسر اللام^(٧) ○

في مَحْلَة (عُتَه) بن زبد بن الغوب ؛ وفي خَثْعَم (عُتَه) بن حام بن
 نَاهِس بن عَفْرَس بن حَلَف ؛ وفي عاملة (عُتَه) بن عَوْكلان بن الرُّهد
 ابن الحارث^(٨) ○

في خَثْعَم (صَحْب) بالضم ابن المُحَل بن عامر بن ربيعة بن عامر بن
 سعد ؛ وفي باهله (صَحْب) بالفتح ابن سعد بن عبد بن عَم بن قُتَيْبَة بن مَعَى^(٩) ؛

(١) سلمه بن مالك بن فهم بن غم بن دوس من شؤه من الازد (الفلقشندی)
 - (٢٥٥) -

(٢) سلمه بن معاوية بن عاملة واسمه الحارث بن عفيره بن عدی الحارث بن مَره
 (الفلقشندی ' ٢٤٢ ' ٣٠٤) -

(٣) قال الجوهری ؛ وليس في العرب سلمة بكسر اللام سواهم - والسببة اليهم
 السلمي بفتح اللام - (الفلقشندی ' ٢٤٣) -

(٤) قال الفلقشندی (٢٤٢) ؛ سلمة بن سعد بن علي بن راشد ، فهو سهو -

(٥) و بنر سلمة بفتح اللام بطن من جعفي وهم بنو سلمة بن عمرو بن ذهل بن
 مراز (٩) بن جعفي (الفلقشندی ' ٢٤٢) -

(٦) الاضافة من الفلقشندی ' ٢٤٢ -

(٧) و بنو سلمة بن قُشَيْر . و قال الجوهری ؛ وفي نبي سلمى سلمات و ها سلمة
 الشَّر بن قُشَيْر وَاثَه لُبَيْي بنت كعب بن كلاب و سلمة النخیر و هو سامة بن قشیر
 ايضاً وَاثَه القشیریة (الفلقشندی ' ٢٤٢) -

(٨) و قبائل ذی الکلاع...منهم بنو عُتَه (الاشتقاق ' ٣١٢) -

(٩) هو معن بن مالك بن أعصر (ابن حزم ' ٢٣٣ ' المقترض ' ٣٩ ب) -

و في قُضاعة (صُعب) بالضمّ ابن ثور بن كلب بن وبرة ○
 في الأزْد (مُبشّر) بن صُعب بن دُهان بن نَصْر بن (زهران من)^(١)
 الأزْد ؛ و في ربيعة بن نزار (مُبشّر) بن عَميرة بن اسد بن ربيعة ؛ و في خثعم
 (مُبشّر) بن أَكْلَب بن ربيعة بن عَفْرَس بن حَلَف بن أَفْتَل و هو خثعم ؛ و في
 قُضاعة (مُبشّر) بن بَهْرَاء ○

في خثعم (أَجْرَم) و مَغْوِيّة بن ناهس بن عَفْرَس^(٢) ؛ و في طيّء
 (أَخْرَم) بزاء بعد خاء معجمة ابن أبي اخزم بن ربيعة بن جَرُول بن ثعل ؛
 و في همدان (أَحْرَم) بجاء وراء مهملتين ابن هَبْرَه بن /مَذْكَر^(٣) بن يام بن ٢٨
 أصبى بفتح الباء الموحدة مثل أَفْعَل ابن دافع^(٤) ○

في ربيعة بن نزار (تَيْم الله) بن ثعلبة بن عُكابة ؛ و في خثعم (تيم الله)
 ابن مُبَشَّر بن أَكْلَب ؛ و في الأنصار (تيم الله) و هو النجار بن ثعلبة بن عمرو
 ابن الخَزْرج بن حارثة^(٥)

(١) الاضافة من المقتضب ' ٤٧ -

(٢) و مَقْوِيّة سَامِهم النّبى صلعم رَشَدًا (المقتضب ' ١١٠ -

(٣) و لعلّه مَذْكَر (الاكمال ' ٣٩ -

(٤) و في سامة بن لُؤي أَحْرَم بن ذهل بن عمرو بن مالك بن عبيدة بن الحارث
 (المقتضب ' ١٣ ب) ؛ و في طيّء أَجْدَم بن مهاد بن مَعْقِل بن مالك بن عمرو بن
 ثمامة بن مالك بن جَدْعَاء بن فُطْرَة بن طيّء ؛ و في اسد بن خزيمه اخرم واسمه
 محرز بن فضلة ؛ و في تيمس عيلان الاخرم و هو مالك بن جعفر بن كلاب بن ربيعة بن
 هاشم بن صعصعة ؛ و في اسد بن خزيمه خريم بن اخرم بن شداد بن عمرو بن فاتك بن
 القُلَيْب بن عمرو بن اسد (المقتضب ' ٣٥ ب) -

(٥) و بنو تيم الله بطن من جديلة.. وهم ؛ و تيم الله بن النمر بن قاسط بن هَنْب
 (المقتضب ' ٩١ -

في كُتْدِه بنو (حُوت)^(١) بقاء غير مثلة وهو الحارث بن الحارث
(صبح) بن معاوية بن ثور وهو كُتْدِه ؛ وفي هَمْدَان (حُوب) بالشاء المثلة
ابن سُبَيْع^(٢) بن صَعْب بن معاوية بن كَثِير بن مالك بن جُشَم ؛ وفي
هَمْدَان ايضاً (جُوب)^(٣) بالعجم والباء الموحدة ابن شهاب بن (مالك بن)^(٤)
معاوية بن دُوْمان بن سَكِيل بن جُشَم ○

في فضاعة (نَهْد) بن زَيْد بن كَيْب^(٥) بن سُوْد بن أَسْلَم بالضم بن الحاف
ابن فضاعة ؛ وفي هَمْدَان (نَهْد) بن مَرْهَب^(٦) بن دُعَام بن مالك بن معاوية
ابن صَعْب بن دُوْمَن ؛ وفي نِيْ أَسَد [بن حُرَيْمِه]^(٧) (نَهْد) بالياء الموحدة
ابن سعد بن الحارث بن ثعلبة بن دُوْدَان ○

في بَنِي عَبْس بالياء (بِجَاد) بن عبيد بن مالك بن غالب بن قُطَيْعَة
ابن عبس ؛ وفي بَنِي شَيْبَانَ (بِجَاد) بن فُس بن مسعود بن قيس بن خالد بن
عبدالله بن عمرو بن الحارث بن هَمَام ؛ وفي هَمْدَان (بِجَاد) بن [الحارث
ابن]^(٨) ربيعة بن []^(٩) مَرْهَب^(١٠) ○

(١) وهم بنو حُوت بن مسعود بن كُتْدِه (القفقشدي ٢٢٦) -

(٢) لعلة سبع (المقتضب ١١٦) -

(٣) وهو مالك بن شهاب (المقتضب ١١٦) -

(٤) الاضافة من المقتضب .

(٥) قال القفقشدي: هو اسب بن سُوْد (ص ٢٩٣) وهو تصحيف -

(٦) وفي المقتضب ١١٦ ؛ مَرْهَبَة

(٧) الاضافة من المقتضب ٢١ -

(٨) الاضافة من المقتضب ١١٦ ب -

(٩) الاصل: الحارث بن -

(١٠) وفي قريش بجاد بن السائب بن عويمر بن عائذ بن عمران بن مخزوم ؛ وفي
قريش ايضاً بجاد بن عويمر بن الحارث بن حارثة بن سعد بن تيم بن مرة (المقتضب
٨ ب و ٩ ب) -

في اليمن (خَلَف) بالحاء المهملة وسكون اللّام ابن خنعم وهو أَقْتَل

ابن أَمَار؛ وفي قيس [عبلان] ^(١) (خَلَف) بالحاء المعجمة وفتح اللّام/ بن ٢٩
مُحَارِب بن خَصَفَة بن قيس ^(٢) ○

في ربيعة بن نزار (عَجَل) بن لُجَيْم بن صَعْب بن عَلِيّ بن بكر بن
وائل؛ وفي اليمن (عجل) بن معاوية بن الحارث بن عدى بن أَدَد وهو
عاملة ^(٣) ○

في اليمن (المَشَر) ^(٣) بن النَّخَع؛ وفي طَيِّب (المَشَر) ^(٥) وهو ثعلبة
ابن نصر بن سعد بن نَبْهَان؛ وفي الْأَزْد (المَشَر) بن ذُهَل بن مالك بن يَم
ابن عمرو بن الحارث بن عتيك ○

في تميم (حُشَيْش) بالحاء المهملة ابن نَمْرَان بن سَيْف بن حَمَيْرِ
ابن رِبَاع بن يَرْبُوع بن حَنْظَلَة؛ وفي تميم أيضاً (جُشَيْش) بالجيم ابن مالك
ابن حَنْظَلَة ^(٦)؛ وفيها أيضاً (حُشَيْش) بالحاء المهملة ابن حُرْقُوص بن مازن
ابن مالك بن عمرو بن تميم؛ وفي بَجِيلَة (حُشَيْش) ^(٤) بن هلال بن الحارث

(١) الإضافة لابد منها -

(٢) بنو خلف بالدقهلية والمرتاحية من الديار المصرية بطن من الضبيبين رهط
مالك بن الضبيب (التلقشدي ٢٣٢) وبنو خلف بن بهدلة بن عوف بن كعب من زيد
مناف بن تميم (الاشتقاق ١٥٦) -

(٣) وعجل بن عمرو بن ودبة بن لكيز (المقتضب ٦٢ ٦١) -

(٤) والمَشَر واسمه عوف بن النخع وهو جسر بن عمرو بن علة بن جلد بن مالك
ابن ادد (المقتضب ٨٢ ب) -

(٥) الأصل: المَشَر (بفتح الميم) والتصحيح من الاشتقاق ٢٣٦ -

(٦) وجشيش أيضاً ابن مدركة بن ثعلبة بن عدو بن جندب بن الحارث بن جهمه
من عمرو بن تميم بن مَر (المقتضب ٢٩ ب) -

(٤) قب المشته ١٨٦ -

ابن رزاح؛ وفي مَذْحَج (جُسَّس) بالجيم ابن مَرَّ بن صُدَاء؛ ولس في العرب (حُسَّس) بالخاء المعجمة ولا تُسَمَّى به؛ وفي كنانة بن خُزَيْمة (حُسَّس) بالخاء^(١) ابن عوف بن جُذْع بن لس بن بكر؛ وفيها (حُسَّس) بالخاء المهملة ابن عدى بن عامر بن ثعلبة بن الحارث بن مالك بن كنانة ○
في مس عِلان (حَسَّان) بالخاء والشن المعجمتين مع سُدُبد السِّن ابن لَؤى بن عُصَم بن شَمَح بن قَزَّارة؛ وفي تميم (حِشَّان) بكسر الخاء المهملة ونشد يد الشئ المعجمة وهو زَيْنَة بن مازن/بن مالك و غِلَّان ابن مالك وعبد الله بن مالك و غَسَّان والحَرَمَاز^(٢) بنو مالك بن عمرو بن تميم وكعب بن عمرو بن تميم هؤلاء القائل يقال لها (الحِشَّان) - (حاسة) : جمع حُسَّ شَمَّ شَمَّوا في احتوائهم كالحُسَّ وهو النخل المحتمع؛ وفي مَذْحَج (الخِشَّان) بن عمرو بن صُدَاء ○

في مُضَر بنو (أَسَد) بن خُزَيْمة؛ وفي مَذْحَج (أَسَد) بن مُسْلَيْة بن عامر بن عمرو بن عُلَّة بن جَلْد بن مالك بن أَدَد؛ وفيها أيضاً بنو (أَسَد) ابن عبد مناة بن عَسَد الله^(٣) بن سعد العشيرة؛ وفي قُرَيْش (أَسَد) بن عبد العزى بن قُصَي بن كلاب؛ وفي مَذْحَج بنو (أَسَد) بن مَرَّ بن صُدَاء [٥٠] ^(٤)؛ وفي الأزد بنو (أَسَد) بن الحارث بن عتيك^(٥) ○

(١) الأصل: جُسَّس بالجيم؛ والتصحيح من المقتضب ١٨١ -

(٢) اسمه الحارث (المقتضب ٣٠) -

(٣) قال ياقوت: وهو عائذ الله (المقتضب ٨٣ ب ٨٣) -

(٤) الأصل: صرا -

(٥) وأما الأَسَد ويقال الأزد القبيلة المشهورة وهي الأزد بن الغوث بن نبت بن مالك ابن زيد بن كهلان؛ وبنو أسد بن ربيعة بن نزار؛ وبنو أسد بن عائذ بن مالك بن عمرو

في إِيَاد [بن نَزَار] ^(١) (رَبِيل) ^(٢) بن عمرو بن الطَّمْثَان بن عَوْد مناة
ابن يَقْدُم [بن أَقْصَى] ^(٣)؛ وفي جُذَام (رَبِيل) بن إِيَاس بن حَرَام بن
جُذَام ○

في طَيِّء (سَلَامَان) بن ثَعْل بن عمرو بن الغَوْت؛ وفي مَذْحِج
(سَلَامَان) بن الحَارِث بن عَوْف بن مَنبَه بن أَوْد بن صَعْب؛ وفي قُضَاعَة
(سَلَامَان) بن سَعْد هُذَيْم [بن زَيْد بن لَث بن سُود بن اسلم بن الحاف بن
قُضَاعَة] ^(٤)؛ وفي قَيْس (سَلَامَان) بن منصور بن عكرمة [بن خَصَفَة بن قَيْس
ابن عِيلَان] ^(٥)؛ وفي مُرَاد (سَلْمَان) بن يَشْكُر بن نَاجِيَة بن مُرَاد رَهْط
عَبِيدَة السَّلْمَانِي ^(٦) ○

في فَرِيض بنو (نَاجِيَة) بنت جَرَم بن رَبَّان ^(٧) وهم بنو سَامَة بن
لُؤَيٍّ؛ وفي مَذْحِج بنو (نَاجِيَة) بن مُرَاد؛ وفي جُعْفَى بنو (نَاجِيَة) / بن مَالِك
ابن حَرِيم بن جُعْفَى بن سَعْد؛ وفي الْأَشْعَرِيَّين بنو (نَاجِيَة) بن الْجَاهِر بن

ابن مَالِك بن فُهْم بن غَم؛ وبنو اسد بن وبرة بن تغلب بن حلوان من قُضَاعَة؛ وبنو الْأَسَد
ابن عمران بن مَزِيْقِيَاء؛ وبنو الْأَسَد وهم الْأَزْد بن النَوث؛ والأَزْد لفة في الْأَسَد وهو بالسَّيْن
افصح (الاشتقاق ٢٥٨)؛ وبنو اسد بن شريك بن مَالِك من زهران بن كعب (الاشتقاق
٢٩٣) - والأَشَد بن دثَار بن قَعْس بن طَرِيف بن عمرو من اسد بن خزيمة (المقتضب
٢، ج ١ و ب)؛ واشَد بن يعقوب بن اسحاق اخو يوسف عليهم السلام (الأكال ٨٣) -

(١) الإضافة لا بد منها -

(٢) و بنو رَبِيل بالروم كثير (المقتضب ٦٣ ب) -

(٣) الإضافة لا بد منها -

(٤) الإضافة من المقتضب ١٠٥ ج -

(٥) المقتضب ٣٥ ج -

(٦) المشتهر ٢٤٠ -

(٧) وهي نَاجِيَة بنت جَرَم بن رَبَّان من قُضَاعَة (المقتضب ١٠٣ ج) -

الاشعر بن أدد؛ وفي همدان بنو (ناجية) بن عمرو بن جُشم بن حاسد

[ابن جشم بن خبران بن نَوْف بن همدان] (١) ○

في مذحج (سِلهم) بن الحَكَم بن سعد العشيرة؛ وفي مُراد (سِلهم)

ابن كُمرة بن ناجية بن مراد ○

في قيس (غطفان) بن سعد بن قيس [(٢) علان؛ وفي حُدام (غطفان)

ابن سعد بن اياس بن حرام بن حُدام؛ وفي جُهينة (غطفان) بن قيس بن

جُهينة؛ وفي اياد بن نزار (عطفان) بن عمرو بن الطَّمَان بن عَوْذ مناه بن

يَقْدُم بن أَقْصَى بن دُعَمَى بن اياد بن نزار ○

في تميم بنو (الصحيح) (٣) وهم سو عامر بن زيد مناه بن تميم و بنو

حُصَيْن و يزيد ابني عامر؛ وفي طَيِّء بنو (الصحيح) (٤) بن مالك بن

عمرو بن مُمامة بن مالك بن جَدْعاء [بن ذُهل بن رُومان بن جندب بن

خارجة بن سعد بن فطره بن طَيِّء] (٥)؛ وفي ربيعة بن نزار مُحَرَّر بن

(الصحيح) احد بنى عائش بن مالك بن يَم الله بن ثعلبة فاتل عُبَيْد الله بن

عمر بن الخطاب يوم بَيْقِن و سلبه سَيْف عُمَرَ دَا الوِشاح ○

(١) المقتضب ١١٣ ب؛ ومن بني مجاشع بن دارم ناجية بن عقاب بن شبة بن
صمعة (الاشتقاق ١٣٤) -

(٢) الاصل: بن -

(٣) قال ياقوت: وولد عامر بن زيد مناه بن تميم حُصينا و يزيد وهم بنو الصحيح
بالكوفة (المقتضب ٢٩) و بنو عمرو بن سعد فهم بالكوفة والجريرة وليس بالبصرة
منهم احد يقال لهم الصحيحون (الاشتقاق ١٥٨) -

(٤) وفي المقتضب (٨٨)؛ صحيح -

(٥) المقتضب ٨٨ -

في قريش (حَسَل) بن عامر بن لُؤي؛ وفي طَيِّء (حَصَل) (١) بن زيد

ابن عمرو (٢) بن ثُمَامَة بن مالك بن جَدْعَاء ○

في طَيِّء (عَصَر) بن غَنَم بن حارثة بن ثَوْب بن مَعْن [بن عَتُود بن

عُنَيْن بن سلامان بن ثَعْل] (٣)؛ وفي/عبدالفيس [بن أَقْصَى] (٤) (عَصَر) بن ٢٢

عوف بن عمرو بن عوف بن جَذِيمَة [بن عوف بن بكر بن عوف بن أَمَار بن

عمرو بن وديعة بن لُكَيْز بن عبدالقِس] (٥)؛ وفي عَمِيرَة (عَصَر) بن عَلِيّ بن

عائس بن زَبْنَة بن إياس بن ثعلبة بن جارية بن فهم بن بكر بن عُبَلَة بن

أَمَار بن مُبَشَّر بن عَمِيرَة بن اسد بن ربيعة بن نزار كُلْهَم (عَصَر) بالفنج (٦) ○

في مَذْحَج (الجَدَى) (٧) بطن بالكوفة ابن كَمْرَة بن سعد العشيرة بن

مالك بن أَدَد؛ وفي جُعْفَى (الْحَدَاء) بجاء مهملَة و دال مهملَة مشدده ابن

ذُهَل بن الحارث بن ذهل بن مَرَّان بن جُعْفَى (٨) ○

في عَبَس بن بَغِيض (رَوَاحَة) بن ربيعة بن مازن بن الحارث بن قُطَيْعَة

ابن عَبَس (٩)؛ وفي طَيِّء (رَوَاحَة) بن جُلّ بالضمّ بن حَقّ بالكسر ابن ربيعة بن

عبد رُضَا بن وَدّ بالفتح (١٠) ابن مَعْن بن عَتُود بن عُنَيْن بن سلامان بن ثَعْل ○

(١) وقيل هو حسل (بالسين المبهمة) المقتضب ١٨٨ -

(٢) الاصل: عمر؛ والتصحيح من الهامش -

(٣) المقتضب ١٨٩ و ب -

(٤) الاضافة لا يد منها (المقتضب ١٩٢) -

(٥) المقتضب ٢١ ب -

(٦) وبنو الاسد بن عمرو بن سعد بن قيس عيلان (المقتضب ٢٩ ب) -

(٧) ولعله الحداء (المقتضب ٨٣ ب) -

(٨) والحداء بن كمرَة بن ناجية بن مراد بن مالك بن ادَد (المقتضب ٨٥ ب)؛

وقال الذهبي: الحداء بن ناجية [المرادى] - المشتبه ١٥٠-١٥١ -

(٩) وهو رَوَاحَة بطن من غطفان... مساكنهم بلاد بركة في بلاد هيب

(القتشندى ٢٣٨) -

(١٠) ويقال هو وَدّ بالضم (المقتضب ١٨٩) -

في مضر (الياس) بن مضر بالياء آخر الحروف ؛ و (الناس) بنون

هو عيلان بعين مهملة ابن مُضَر ٥

في مُضَر (جَلَّ) بالفتح ابن عدى بن عبد مناه بن أد بن طابخة ؛ وفي
طيء (جَلَّ) بالضم ابن حنّ [بن ربيعة بن عيسد رُضا بن ود بن معن] ^(١) ٥

في فريسي (أُمَيَّة [الأكبر] ^(٢)) ابن عبد شمس بن عبد مناف [^(٣)] ؛

و (أُمَيَّة) الأصغر ابن عبد شمس اخوان ^(٤) ، وفي اياد بن نزار (أُمَيَّة) بن

حُذَاقَة بن زُهر بن اياد ، وفي الأنصار بنو (أُمَيَّة) بن زيد بن مالك بن

عوف بن عمرو بن عوف بن مالك بن الأوس بن /حارثة ؛ وفي طيء بنو ٧

(أُمَيَّة) بن عدى بن كنانة بن مالك ؛ وفي قُضَاعَة (أُمَيَّة) بن عَصَبَة بن

هُصَيْص بن حَبِيّ [كذا] بن وائل بن جُشم بن مالك بن كعب بن العَيْن

ابن حَسَر ؛ وفي الانصار (أُمَيَّة) بن ضُبَيْعَة بن زيد بن مالك بن عوف بن

عمرو بن عوف بن مالك بن الاوس ؛ وفي قس (أُمَيَّة) بن بَجَالَة بن مازن

ابن ثعلبة بن سعد بن دُبَّان [بن بغيض بن ريب بن غَطَفَان] ^(٥) (حاشية اياها يعنى

الشَّامُخُ بقوله

أَلَا تَلِكْ أَيْتَةُ الْأَمْوِي قَالَتْ أَرَاكَ الْبَوْمَ جِسْمَكَ كَالرَّجِيعِ

(١) المقترض ١٨٩ -

(٢) الزيادة لا بد منها -

(٣) الاصل: الأكبر -

(٤) وفي قريش أيضاً أُمَيَّة بن العارث بن عبدالمطلب (الاشتقاق ٣٢) -

(٥) وأُمَيَّة في العرب كثير منهم بنو أُمَيَّة بن زيد بن قيس بن عامر بن مرة بن

مالك بن الاوس (المقترض ١٩٤ ب)؛ وأُمَيَّة بن حُرثان بن الاسكر (الاشتقاق ١٠٤)؛

وأُمَيَّة بن خلف الجمحي (الاشتقاق ٤٩)؛ وأُمَيَّة بن ابي الصلت من مره بن كعب بن

لؤي (الاشتقاق ٨٩) -

(٦) المقترض ٣٦ ب -

قال ابوبكر [ابن دريد]^(١) : بنو أمة بطين من نصر بن معاوية ينسب اليهم أمويّ بفتح الهمزة^(٢) ؛ و بنو أمية من قريش ينسب اليهم أمويّ بضم الهمزة ؛ "جسمك" فيه فتح الميم و ضمها معاً) ○

في باهلة بنو (أَصَمَع) بن مُظَهَّر بن رياح بن عبد شمس بن أَعْيَا بن سعد بن عبد بن غَمٍّ^(٣) ؛ و في طَيِّء بنو (أَصَمَع) بن أبي عبيد بن ربيعة بن نصر بن سعد بن نَبْهَان ○

في بني سَبَّان (المُزْدَلِف) و هو عمرو بن أبي ربيعة بن ذُهَل بن شيبان بن ثعلبة [بن عُكَايَة]^(٤) ؛ و في طَيِّء (المُزْدَلِف) بن أبي عمرو بن مَعْتَر بن بولان بن عمرو بن الغوث [بن طَيِّء]^(٥) ○

في طَيِّء (حَرَس) بجزم الرءاء و فتحها معاً ابن جُنْدَب بن خارجة بن سعد بن قُطْرَة بن طَيِّء ؛ و في مُزَيْنَة (جَرَس) بالجيم^(٦) ابن لاطم بن عثمان بن مُزَيْنَة (حاشية : جرس بالجيم ثم في الرءاء الجزم و التحريك و في كتاب أبي الحسن حَدَس) ؛ و في لَخْم (حَدَس) بن أَرَيْس^(٧) بن أَرَاش/بن جَزِيلَة بن لَخْم ؛ و في حَمِير (جُرَش) مثل فُعَل و هو مُنْبِه بن أَسَلَم بن زيد بن الغوث ○

(١) الإضافة لا بد منها -

(٢) وفي كنانة أو في بني نصر بن معاوية بطن يقال لهم أمة (الاشتقاق ٣٨) -

(٣) وهو ابن قتيبة بن معن بن مالك بن اعصر بن سعد بن قيس هيلان (المقتضب ٣٩ ب) -

(٤) المقتضب ٥٢ ج -

(٥) ايضاً ٩٢ -

(٦) وفي كتاب ياقوت: جرس بالتحريك ابن لاطم (المقتضب ٣٢ ب و ٣٣ ج) -

(٧) و في المقتضب (٨٠ ج و ب) : حَكَس بن اربش ؛ و في لَبّ الباب (٤٠) : و في لخم حرس بن اربش -

في مَدَحِج (الضَّبَاب) بالفتح^(١) و هو سلمة بن الحارث بن ربيعة بن
 الحارث بن كعب؛ وفي بني عامر (الضَّبَاب) بالكسر و هو معاوية بن
 كلاب بن ربيعة بن عامر [بن صعصعة]^(٢) سُمِّيَ بولده و هم ضَبَّ و مُضَبَّ
 و حَسَل^(٣)؛ وفي ذِيان النَّابِغَةِ [و هو]^(٤) زياد بن معاوية بن جابر بن
 (ضَبَاب) - (حاسبة: أُمَّا هو ضَبَاب بن جابر بن ضَبَاب كذلك نسبته ابن
 الكلبي)؛ وفي قريس (الضَّبَاب) بالفتح بن حُجَّج^(٥) بن عبد بن مَعِيص^(٦)
 ابن عامر بن لؤي بن غالب؛ و فيها أيضاً (الضَّبَاب) بالفتح بن الحارث بن
 مَهر [بن مالك]^(٧)؛ في جُذَام (الضُّبَيْب) [بن جُذَام]^(٨) ○

في الْأَزْد (الآء)^(٩) مثل علاقة ابن عمرو بن كعب بن الغَطْرِيف
 [الاصغر]^(١٠) ابن عبدالله بن الغَطْرِيف [الأكبر]^(١١) ابن بكر بن يَشْكُر بن

(١) وقيل هو بكسر الصاد (القلقشندی ' ٦٢) -

(٢) الاضامه من القلقشندی ' ٦٢ -

(٣) أُمَّا الضَّبَاب فهو معاوية بن كلاب، فولد معاوية عمراً و خالداً، فولد
 عمرو زهيراً و حصناً و حُصَيْنَةً و حملاً و مالكا و ربيعة و عامراً و ضَبّاً و ضِبَاباً
 و مُضَبّاً و حَسَلاً و حُسَيْلاً و رُقراً و الأعور (المقتضب ' ٣٢ ب) -

(٤) الأصل: بن، و أُمَّا الباقية الذي يأتي الشاعر فهو زياد بن معاوية بن ضَبَاب
 ابن جابر بن يربوع بن غَيْظ بن مَرَّة بن عوف بن سعد بن ذِيان بن بغيض بن ريث بن
 غطفان بن سعد بن قيس عيلان (ابن قتيبة ' ٣٤) -

(٥) وقيل هو حُجَّج (المشتبه ' ٣١٨) -

(٦) الأصل: مَعِيص (بالضاد المعجمة) -

(٧) المقتضب ' ١٥ ب -

(٨) وقيل هو الطيب (قب ابن هشام ٩٦٢، ٩٤٥؛ اسد الغابة ' ٢ : ١٨١؛
 و "ضَبَات" بالضم و مثله في الجاهليَّة: زيد بن صُاث الجُشَمِي (المشتبه ' ٣١٨) -

(٩) وفي قضاعه "الآء" بن جُدَى بن الد بن عِشم بن حلوان بن عمران
 (الأكال ' ١١٦) -

(١٠) واسمه الحارث (المقتضب ' ٤٣ ب) -

(١١) واسمه عامر (المقتضب ' ٤٣ ب) -

مُبَشَّرٌ ؛ وَفِي عَكِّ بَنُو (الْأَلَّة) ^(١) وَزَنَ عِلَّةُ ابْنِ سَاعِدَةَ بْنِ الشَّاهِدِ بْنِ عَكِّ ؛
وَفِي تَمِيمٍ (أَلِيَهَةَ) وَهُوَ الْقُلَيْبُ ^(٢) ابْنُ عَمْرِو بْنِ تَمِيمٍ ؛ وَفِي طَبِيٍّ بَنُو
(الْأَلَّة) ^(٣) مِثْلَ عِلَّةُ ابْنِ عَمْرِو بْنِ ثُمَامَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جَدْعَاءَ بْنِ ذُهَلِ بْنِ
رُومَانَ بْنِ جُنْدَبَ [بْنِ خَارِجَةَ بْنِ سَعْدِ بْنِ قُطْرَةَ بْنِ طَبِيٍّ] ^(٤) ؛ وَفِي طَبِيٍّ
أَيْضًا عَبْدُ (الْأَلَّة) مِثْلَ عِلَّةُ ابْنِ حَارِثَةَ بْنِ عَرَبَةَ بْنِ صُبَّهَانَ ^(٥) بْنِ عَمَمَى بْنِ
عَمْرِو بْنِ سَنَسِيسٍ ؛ وَفِي النَّخَعِ بَنُو (أَلِيَهَةَ) ^(٦) بْنِ عَوْفِ بْنِ النَّخَعِ ○

/فِي طَبِيٍّ بَنُو (عَدَسَةَ) ^(٧) بَنُو خَصَفِ بْنِ الْحَرَمِزِيِّ بْنِ أَخْزَمِ ابْنِهَا هـ
كَبِيرٌ وَالْحَارِثُ ابْنَا عَمْرِو بْنِ ثُمَامَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جَدْعَاءَ ؛ وَفِي كَلْبٍ بَنُو
(عَدَسَةَ) وَهِيَ أُمُّ مَالِكِ الرَّمَّاحِ سُمِّيَ لَطُولَ رِجْلَيْهِ وَالْمِشْطَ وَهُوَ عَوْفُ ابْنِ
عَامِرِ الْمُذَمَّمِ بْنِ عَوْفِ بْنِ عَامِرِ الْكَبِيرِ بْنِ عَوْفِ بْنِ بَكْرِ بْنِ عَوْفِ بْنِ عُذْرَةَ
ابْنِ زَيْدِ اللَّاتِ بْنِ رُفَيْدَةَ ○

فِي كَلْبٍ بَنُو (الرَّمَّاحِ) هَذَا ؛ وَفِي أَيَادٍ بْنِ نِزَارِ بِلَالِ (الرَّمَّاحِ) وَ
يُقَالُ الرَّمَّاحُ بْنُ مُحَرَّرٍ صَاحِبُ دَيْرِ الْجَمَّاجِمِ الَّذِي قَتَلَ الْفُرْسَ ؛ وَفِي كِنَانَةَ
عُبَيْدِ (الرَّمَّاحِ) وَهُوَ مِنْ بَنِي مَعَدٍّ بْنِ عَدْنَانَ دَخَلُوا قَهْمًا وَهُمْ رَهْطُ إِبْرَاهِيمَ
ابْنِ عَرَبِيِّ الْكِنَانِيِّ ^(٨) ○

-
- (١) وَفِي الْمُقْتَضِبِ (٤٥ ج) : الْأَلَّة -
(٢) وَاسْمُهُ سُلَيْمَى (الْمُقْتَضِبُ ' ٢٩ ب) -
(٣) الْأَلَّة (الْمُقْتَضِبُ ' ٨٤ ب) -
(٤) الْمُقْتَضِبُ ' ٨٤ ج -
(٥) وَلَعَلَّهُ صُبَّهَانَ -
(٦) وَقَالَ الْقَلْقَشَنْدِيُّ (٤٦-٤٤) : هُمُ بَنُو الْيَمِيمِ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ اللَّامِ -
(٧) وَهُمُ مِنْ جَدِيلَةَ (الْقَلْقَشَنْدِيُّ ' ٣٢٥) -
(٨) وَالرَّمَّاحُ بْنُ أَبِرْدٍ الَّذِي يُقَالُ لَهُ ابْنُ مَيْيَادَةَ الشَّاعِرُ مِنْ بَنِي غُطْفَانَ (الْإِسْطِطَاقُ ' ١٤٥) -

فى الازد (حُمَرَة) بالراء وفتح الحاء المهملتين ابن عُبيد بن عُبْرَة
ابن زَهْرَان ؛ و فى هَمْدَان (حُمَرَة) بالضم ابن مالك بن مُنَبِّه بن سلمة ؛
و فى تيم (جُمَرَة) بالجيم ابن شَدَاد بن عُبيد بن ثعلبة بن يَرْبُوع بن
حَسَّطَلَه ؛ و فى تيم ايضاً (حُمَرَة) بن جعفر بن ثعلبة بن يربوع ، و غير
ذلك (حُمَرَة) بالراء

فى تيم (ضَبَارَى) بكسر الضاد و بالياء الموحدة^(١) ابن عُبيد بن ثعلبة
ابن يَرْبُوع ؛ و فى الرِّبَاب (ضَبَارَى) مفتوح الضاد ابن نُشْبَة بن رَبَّع بن
عمرو بن عبدالله بن لُؤَى بن عمرو بن العارث بن تيم بن عبد مناة بن آد ،
و فى ربيعة (ضَبَارَى) مفتوح الضاد ابن سُدُوس بن شَيْبَان بن ذُهَل بن
ثعلبة بن عَكَابَة ؛ و فى/تيم ايضاً (ضَبَارَى) مكسور ابن حُجَيْبَة بن كَابِيَة بن
ابن حُرْقُوص بن مازن بن مالك بن عمرو بن تيم ○

فى الرِّبَاب (لُؤَى) بن عمرو بن العارث بن تيم بن عبد مناة ؛ و فى
قريش (لُؤَى) بن غالب ○

فى أَسَد [بن خُزَيْمَة]^(٢) (المَجَر) مشدّد الجيم ابن نُكْرَة بن الصَّيْدَاء^(٣)

(١) و شكله فى كتاب ياقوت : جَمَرَة (المقتضب ٢٦ ب) قب هو الحُمَرَة
(الاشتقاق ١٣٥) -

(٢) المقتضب (٢٦ ج) : ضَبَارَى -

(٣) الاضافة للوضاحة -

(٤) و اسم الصيّداء عمرو بن قعين بن العارث بن ثعلبة بن دُودَان (المقتضب ،

٢٠ ج ٢ ب) -

ابن عمرو بن قُعين ؛ و في كِنْدَةَ بنو (المَجْر) مخفف^(١) و هو سَلَمَةُ بن عمرو
ابن ابي كَرْب بن ربيعة بن معاوية [بن الحارث]^(٢) ؛ و في بني تميم
(المَجْر)^(٣) بن ربيعة بن مالك بن زيد مناة بن تميم و يقال الذي في بني
تميم (المَجْر) ساكن الجيم ؛ و في بني عامر (المَجْر) [و هو عمرو]^(٤) ابن
الحريش بن كعب بن ربيعة بن عامر بن صعصعة ○

في بني اَسَد [بن خُزَيْمَة]^(٥) (مِعِير) بن حَبِيب بن اَسامة بن مالك
ابن نصر بن قُعين [بن الحارث بن ثعلبة بن دُودان]^(٦) ؛ و في طَيِّء (مِعَتَر)
ابن بُولان بن عمرو بن الغوث^(٧) ○

في الازد (زِمَان)^(٨) بن تَيْم الله بن حَقَال بن اُتَمَار بن عمرو بن
علي^(٩) بن عمرو بن مازن بن الازد ؛ و فيهم ايضاً (زِمَان) بن مالك بن
جَدِيلَة بن معاوية بن عمرو بن عدِيّ بن مازن مثلها ؛ و في قضاة (زِمَان)

(١) قال ابن دريد : هم بنو المَجْر و هو سلمة بن ابي كرب (الاشتقاق ' ٢٢) ؛
وقال ياقوت : وولد ابو كرب عمرا فولد عمرو سلمة و هو المجدود (المقتضب ' ٢٢)
ع ١ و هو سهو) ؛ ثم قال : في كِنْدَةَ المَجْر و في تميم المَجْر و في الحريش المَجْر
(المقتضب ' ٢٠ ب) ؛ قال الذهبي : المَجْر بن سلمة بطن من كِنْدَةَ (المشبه ' ٣٦٣) -

(٢) الزيادة لا يَد منها -

(٣) مَجْر بن ربيعة في تميم (المشبه ' ٣٦٣) -

(٤) المقتضب ' ٣٨ ب -

(٥) الاضافة للوضاحه -

(٦) المقتضب ' ٢٠ ا و ب -

(٧) و مِعِير بن اَوْس بن لُؤْذَان (الاشتقاق ' ٨٣) -

(٨) و هم عبَادُ البَحيرة (المقتضب ' ٤١ ا) -

(٩) قال ياقوت : هو عدِيّ بن عمرو بن مازن (المقتضب ' ٤٠ ب) -

بالزَّاء^(١) ابن حَزِيمَةَ بن نَهْدٍ ؛ و في مَدْحَج (رَمَان) براه مفتوحة^(٢) ابن
 كعب بن أَوْد بن صَعْب بن سعد العشيرة ؛ و في السَّكُون (رَمَان)^(٣) مثلها
 ابن معاوية بن ثعلبة بن عقبة بن السكون ؛ و في هَوَازَن (زَمَان) بزاه ابن
 عدى بن جُشَم/بن معاوية بن نكر ؛ و في ربيعة (زَمَان) بزاه ابن مالك بن
 صعب بن علي بن بكر بن وائل^(٤) ○

في كلب (عُدْرَه) بن زيد اللَّات بن رُفَده بن نور بن كلب ؛ و في
 قُضَاعَة ايضاً (عُدْرَه) بن سعد بن زيد بن لَب بن سُود بن أَسْلَم بن الحاف
 ابن قُضَاعَة ؛ و في جَم (عُدْرَه) بن عدى بن نُمَيْس بن طُرُود بن قُدَامَة
 ابن جَرَم بن رَبَّان ؛ و في الآرَد (عُدْرَه) بن هَدَاد بن زيد مناة بن
 العَجَر ○

كل شيء في العرب (مُعَاوِيَة) الْآ (مُعَاوِيَة) بفتح الميم و سكون العين
 معجمة ابن امرئ الميسر بن ثعلبة بن مالك بن كسانه بن الْبَن بن جَسْر^(٥)
 في قُضَاعَة ؛ و في خَشَعَم (مُعَاوِيَة) بفتح الميم و سكون الغين المعجمة
 و هوأ جَرَم بن ناهس بن عَفْرَس بن حَلَف بن أَفْتَل بن أَمَّار^(٦) ○

(١) قال ياقوت : هو رَمَان بن حزيمة بن نهد (المقتضب ' ١٠٨ ج١) -

(٢) و بنو زمان بكسر الزاء بطن من اود .. وهم بنو رمان بن كعب بن أود
 (اللفهشدي ' ٢٥٣) -

(٣) لعله زَمَان و بنو زَمَان بطن بالجزيره (المقتضب ' ١٠٩ ج١) -

(٤) في ربيعة بن نزار زمان بن تيم الله بن ثعلبة بن عكابه (الاشتقاق ' ٣٠٤
 ياقوت ' ٥٣ ب) -

(٥) و هو سعد هذيم (المقتضب ' ١٠٥ ج١) -

(٦) الاصل : جَسْر -

(٧) و مُعَاوِيَة (المشبه ' ٣٩٦) -

في العرب (مَعَدَّ) بن عَدْنَان ؛ وفي طَبَيٍّ (مَعَدُّ) ساكن العين ابن مالك بن قَمِيَّة بن عَادِيَّة بن عمرو بن ظَفَر بن عمرو بن مالك بن الصَّامِت ؛ وفي خَشْعَم (مَعَدَّ) ساكن العين ابن الحارث بن تيم بن كعب بن مالك ابن نُحَافَة بن عامر بن ربيعة بن عامر بن سعد بن مالك بن نَسْر بن وَهَب الله بن شَهْرَان ○

في خَشْعَم (الْفَزَع) بن شَهْرَان بن عَقْرَس ؛ وفي تَمِيم^(١) (الْفَزَع) يجزم الزاء ابن عبدالله بن ربيعة بن جَنْدَل بن ثور بن عامر أُحَيْمِر/بن بَهْدَلَة بن عوف ؛ و (الْفَزَع) في كلب ؛ وفي خُزَاعَة خَفِيقَان ايضاً -

في طَبَيٍّ (غَيْث) مَشْدَد الياء آخر الحروف ابن عمرو بن الغوث ابن طَبَيٍّ ؛ وفي بنى مالك بن كنانة (غَنْث) بغين معجمة و نون ساكنة و هو ابن أَفْسَانَ^(٢) بن القُحْم بن مَعَدَّ بن عدنان ؛ وفي بنى تميم (غَيْث) وهو حَبِيب بن عامر بن الهُجَيْم (بن عمرو بن تميم)^(٣) ؛ وفي عَبَس (غَيْث) بعين غير معجمة و ياء آخر الحروف ابن مَرِيْطَة بن مخزوم بن مالك بن غالب بن قُطَيْعَة بن عَبَس (مَنْ غُطْفَان)^(٤) ○

في عبد القيس (صُبَاح) بن لُكَيْز بن أَفْصَى بن عبد القيس بن أَفْصَى ؛ وفي ضَبَّة [بن أَدَّ بن طَابِخَة]^(٥) (صُبَاح) بن طَرِيف بن زيد بن عمرو بن عامر

(١) الاصل : تيم ؛ والتصحيح من الهامش -

(٢) ولعله اقيان (المقتضب ' ١ ب) -

(٣) المقتضب ' ٣١ د -

(٤) المقتضب ' ٣٨ د -

(٥) المقتضب ' ٦١ ب -

ابن ربيعة بن كعب بن [عميرة بن] ^(١) سعد بن ضبة ؛ و في قضاة (صباح)
 ابن نهد بن زيد ؛ و في عُدزة (صباح) بن عتيك بن اسلم بن يذكر بن عَنزة
 [من ربيعة بن نزار] ^(٢) ؛ و ما كان سوى هذا فالصباح بالشديد والفتح ○
 كل شيء في العرب (شيبان) إلا في حمير فإن فيها (سَيَّان) بالسَّين
 غير معجمة ^(٣) ابن الغوث بن سعد بن عوف بن عدي بن مالك بن زيد بن
 سهيل بن عمرو بن قيس بن معاوية بن جُشم بن عبد شمس بن وائل بن الغوث
 ابن جَيْدان بالجيم ^(٤) ابن قَطَن بن عريب بن زُهَر بن أَيْمَن بن الهَمْسَع
 ابن حمير ○

في حمير (أَكْلَب) بن سهيل بن عمرو بن قيس بن معاوية بن جُشم
 ابن عبد شمس ؛ و في طييء (أَكْلَب) بن عمرو بن عمرو بن الصَّابِ [بن
 عمرو] ^(٥) بن غَم بن مالك بن سعد بن نُهَّان ؛ و في خَثْعَم (أَكْلَب) بالضم ^(٦)
 ابن ربيعة بن عَفْرَس بن حَلَف بن أَقْتَل ؛ و في ربيعة (أَكْلَب) بالضم
 ابن ربيعة [بن نزار بن معد بن عدنان] ^(٧) ○

في خثعم (بُسْر) ^(٨) بن رَشَد بن نَاهِس بن عَفْرَس ؛ و فيها نَسْر بفتح

-
- (١) القلقشندي ٢٨٨ ؛ و قال ياقوت : هو صباح بن طريف بن زيد بن عمرو
 ابن عامر بن كعب بن ربيعة بن ثعلبة بن سعد بن ضبة (المقتضب ٣٣ ب) -
 (٢) المقتضب ٦٣ ج -
 (٣) المشته ٢٨٣ -
 (٤) سقط في المقتضب (١١٢ ج) -
 (٥) تاريخ بغداد ٤ : ٣٩٣ -
 (٦) قال القلقشندي (٣٣) : و هم بنو اكلب بن عفير بن حلف بن خثعم ، و هو
 تحريف -
 (٧) المقتضب ١١٢ ب -
 (٨) قال ياقوت : و ولد رشد بن ناهس نَصْرًا و يقال نَصْرًا ؛ و رشد اسمه منوَّبه
 (المقتضب ١١٠ ج) -

النون ابن وهب الله بن شهران^(١)؛ وفيها (بشر) بكسر الباء الموحدة
وبالشين المعجمة ابن ربيعة بن عمرو بن مِثَارَة بن قُمَيْر بن عامر بن رَابِيسَة
ابن مالك صاحب جَبَانَة بشر بالكوفة؛ وفي الأنصار سُفْيَان بن (نَسْر)
بفتح النون وسكون السين المهملة بن عمرو [من بني جشم بن الخزرج]^(٢)
شهد بدرًا وأُحُدًا ○

في قريش (العاص) بن أُمَيَّة بن عبد شمس؛ (والعاص) بن وائل
ابن هاشم^(٣) بن سَعِيد بن سَهْم؛ وفي الازد (العاض) بضاد معجمة ابن
ثعلبة بن سليم بن قَهْم بن غَنَم بن دَوْس ○

في ربيعة [بن نزار]^(٤) (لُجَيْم) بن صَعْب بن عَلِي بن بكر بن وائل؛
وفي طيء (لُجَيْم) بن غَنَم بن ثَوْب بن مَعْن بن عَتُود بن عُنَيْن بن سلامان
ابن ثعل ○

في الأنصار (خَطَمَة) بالخاء المعجمة^(٥) ابن جُشَم بن مالك بن
الأوس بن حارثة؛ وفي عبد القيس (حَطَمَة) بحاء وطاء مهملتين مفتوحتين
ابن محارب [بن عمرو]^(٦) بن وديعة بن لُكَيْز [بن أَقْصَى]^(٧)؛ وفي جُذَام
(حَطَمَة) مثله ابن عوف بن السَّلَم بن مالك بن سُود بن تَدِيل بن حِشَم بن

(١) قال ياقوت: وفي خشم نسر بن اوس بن اجرب (المقتضب ١٢٢ ب) -

(٢) الإصابة ٢: ٥٤ رقم ٣٣٣٠ -

(٣) وفي المحبر (١٤٦): العاص بن وائل بن هشام بن جعيد بن سهم -

(٤) المقتضب ٥٢ ج -

(٥) وقال الفقهني (٢٣٢): وبنو حطمة بفتح الطاء... وهم بنو عبد الله

ابن مالك بن الأوس -

(٦) المقتضب ٦١ ب و ٦٢ ج -

(٧) ايضاً -

جُذَام ؛ و في طَيِّء (خُطْمَة) و (خُطْمَة) ابنا سعد بن ثعلبة بن نصر بن سعد بن نُبَهَان (حاشية : قال ابو الحسن : و خُطَامَة يعنى بضم الخاء المعجمة وهم بالموصل ، و قال ابن دُرَيْد : خُطَامَة بطن من العرب^(١)) ○

في مَذْحِج (عَلَّة) بالضم مخفف ابن جَلْد بن مالك بن أَدَدْ و في فُضَاعَة (عَلَّة) بالفتح مشدد ابن غَنَم بن سعد بن زيد بن ليث بن سُود بن بن اسلم [بن الحاف]^(٢) ؛ و (عَلَّة) مكسور العين مشدد اللام ابن غَنَم بن ضَبَّة بن سعد هُذَيْم ○

في العرب (عَدَنَان) بن أَدَدْ ابو مَعَدَّ ابن عَدَنَان ؛ و في الازد (عَدَنَان) بضم العين و بالشاء الثلاثة ابن عبدالله بن زَهْرَان وهو جد جَذِيمَة الْأَبْرَش ؛ و فيها (عَدَنَان) بالفتح و بالنون ابن عبدالله بن الْأَزْد ○

في قبس [عيلان]^(٣) (عُرَاب)^(٤) بعين مهملة ابن ظالم بن فزارة بن ذبيان بن بغيض ؛ و في طَيِّء (عُرَاب) بعين مهملة^(٥) و قيل بغير معجمة ابن جَذِيمَة بن وُدَّ^(٦) بن مَعْن بن عَتُود بن عُنَيْن ؛ و في مُحَارِب بن خَصَفَة (عُرَاب) بالمعجمة ○

في مُضَرَ تميم بن (مُرَّة) ؛ و في طَيِّء هَنِيْ وَزْن هَنِيع^(٧) بن (مُرَّة)^(٨)

(١) ابو خُطَامَة بطن من طَيِّء (الاشتقاق ' ٢٦٣) ؛ و خُطَامَة و خُطِيمَة و خطمه هو سعد بن ثعلبة بن نصر (المقتضب ' ٩١ ب) -

(٢) المقتضب ' ١٠٦ ب -

(٣) المشتبه ' ٣٥٣ -

(٤) و في المقتضب (٣٨ ج) ؛ و بنو غراب (هكذا شكله) و هم بدمشق -

(٥) و في المقتضب ' (٨٩ ب) ؛ غراب بالعين المعجمة -

(٦) و قال ياقوت ؛ وُدَّ (المقتضب ' ٨٩ ج) -

(٧) و يقال ؛ هو هَنِيْ بن عمرو بن القوث (المقتضب ' ٨٨ ب) -

(٨) و في طَيِّء مُرَّة بن عمرو بن القوث بن طَيِّء (المقتضب ' ٨٨ ب) -

ابن الغوث بن غم ؛ وفي طيِّه ايضاً (م) بن عبدالله بن أصوات واسمه عمرو بن عبدالله بن عبد رُضا^(١) ○

/ في طيِّه (زُرَيْق) بتقديم الزاء ابن عبد بن جذيمة^(٢) بن زُهَر بن ثعلبة بن سلامان [بن ثعل بن عمرو بن الغوث]^(٣) ، وفي الانصار (زُرَيْق) ابن عبد حارثة بن مالك بن غَضَب^(٤) بن جُشَم بن الخزرج ؛ وكلّ شيء في نسب الانصار فهو (زُرَيْق) بالزاء مقدّمة على الراء ○

في الانصار (النَّبِيت) وهو عمرو بن مالك بن الأوس بن حارثة^(٥) ؛ وفي اياد (النَّبِيت) بن منصور بن يَقْدُم بن [أَقْصَى بن]^(٦) دُعَمَى بن اياد ○ في أسد بن خُزَيْمَة (بِرِباط)^(٧) بن بَهْد بالباء الموحدة ابن سعد بن الحارث بن ثعلبة بن دُودان ؛ وفي اليمن تَهْدُّ بالتون ؛ وفي القَيْن ابن جَسْر (سَرَبُط)^(٨) بن حبيب بن زيد بن عوف بن حِمْيَ بن وائل بن جُشَم ابن مالك بن كعب بن القَيْن ○

في السكون (جِلَس) وهم عباد دخلوا في لخم وهو جلس بيمين مكسورة ابن عامر ربيعة بن تَدُول بن الحارث بن بكر بن ثعلبة بن عَتَبَة

- (١) ومراً ايضاً ابن عوف بن اسلم بن احمس (المقتضب ' ١١١ ب) ؛ ومراً ابن الجابر بن عبدالله بن قادم بن زيد بن عريب في همدان (المقتضب ' ١١٥ ج) -
 (٢) وفي كتاب ياقوت : زريق بن عبد جذيمة بن زهير (المقتضب ' ٩٠ ج) -
 (٣) المقتضب ' ٩٠ ج -
 (٤) لعله القَضَب بالذام (الاشتقاق ' ٢٤٢) -
 (٥) وبنو النبيت بطن من الاوس من الازد . وهم بنو النبيت واسمه كعب ابن الخزرج بن عمرو بن مالك بن اوس (الفتشدي ' ٤٣) -
 (٦) المقتضب ' ٩٣ ج -
 (٧) في المقتضب (٢١ ج) : مَرِبَاط -
 (٨) وفي المقتضب (١٠١ ب) : مَرِبُط -

ابن السَّكُونُ ، و في كنانة بن خزيمة (حُلس) بالحاء المهملة ابن نُفَاثَة بن
عدي بن الدَّيْل بن بكر بن عبد مناة بن كنانة ○

في هَمْدَان (دالان) بدال ابن سافه بن ناسح بن دافع [بن مالك
ابن جشم بن حاشد] (١) ؛ و في بني مازن بن مالك بن عمرو بن تميم [بن مُرَّ
اس أد] (٢) (رألان) براقة (٣) ابن مارن بن مالك ○

في طابخه (حُمَس) بن أد بن طابخة بن الـس بن مُضَر ، و في كندة
(حُمَس) (٤) ابن السَّكْسَك (٥) بن أسرس [بن ثور] (٦) ، و في كنانة بن
خزيمة / (حُمَس) بن مالك بن جديمة ، و في فُضاعة (حُمَس) بن مَوْدُوعَة (٧)
ابن جُهينة و هو الحُرْفَة (٨) عن ابن الاعرابي : و في كنانة بن خزيمة ايضاً
(حُمَس) بالحاء المهملة ابن سعد بن لب بن بكر ؛ و فيها ايضاً (حُمَس)
(ابن جدى بن سعد بن لب بن بكر) (٩) ، و في بَجِيلَة (أَحْمَس) بن الغوث بن
أُمَّار ، و في ربيعة (أَحْمَس) بن ضُبَّعة بن ربيعة بن نزار و ليس فيها
(حُمَس) ○

(١) الاضافة من المتنضب ' ١١٥ ب -

(٢) ايضاً ' ٣٠ ج -

(٣) هكذا شكله في كتاب ياقوت (٣٠ ج) -

(٤) وفي المتنضب (٤٩ ج) : حُمَس -

(٥) وفي المتنضب (٤٩ ج) : السَّكْسَك -

(٦) المتنضب ' ٤٩ ج -

(٧) و هم بنو الحميس بن عامر بن ثعلبة بن مَوْدُوعَة بن جُهينة (المتنضب ' ١٠٤ ج) :

القلشدي (٥٢) -

(٨) الحرقه بن عامر بن ثعلبة بن مودوعة (المتنضب ' ١٠٤ ج) -

(٩) و في كنانة ايضاً حُمَس بن زُبَيْدَة بن جندع بن لب بن بكر ، و حاس بن

عُرويج بن بكر بن عبد مناة بن كنانة ، و حاس بن زُبَيْدَة بن جندع ، و حميس بن جُنْدَب
ابن ضمرة بن بكر بن عبد مناة (المتنضب ' ١٨ ج) -

كَلَّ (قَهْمٌ) فِي الْعَرَبِ مِنَ الْبَطُونِ فَهُوَ بِالْقَاءِ^(١) إِلَّا (قَهْمٌ)
ابن الجابر بن عبدالله بن قادم بن زيد بن عَرِيبٍ مِنْ هَمْدَانَ يَعْنِي فَهُوَ
بِالْقَافِ ○

فِي هَمْدَانَ (قُدَمٌ) بِضَمِّ الْقَافِ ابْنِ قَادِمٍ بِنِ زَيْدٍ بِنِ عَرِيبٍ ؛
وَفِي الْقَيْنِ (قَدَمٌ) بِالْفَتْحِ ابْنُ لُخْوَةٍ بِنِ جُشَمٍ بِنِ مَالِكٍ بِنِ كَعْبٍ بِنِ الْقَيْنِ ○
كَلَّ شَيْءٌ فِي قِبَاطِلِ الْعَرَبِ فَهُوَ (عَغَمٌ) بِالغَيْنِ الْمَعْجَمَةِ وَالنُّونِ^(٢)
إِلَّا (عَغَمٌ) ابْنُ الرَّبْعَةِ بِاسْكَانِ الْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ ابْنِ رَشْدَانَ بِنِ قَيْسٍ بِنِ جُهَيْنَةَ
فَإِنَّهُ بِالْعَيْنِ الْمَهْمَلَةِ وَالشَّاءِ الْمَثْلَةِ ○

فِي قَيْسٍ عَيْلَانَ (رَيْتٌ) بِفَتْحِ الرَّاءِ وَشَاءَ مَثْلُهُ ابْنُ غُطَفَانَ بِنِ سَعْدٍ
ابْنِ قَيْسٍ ؛ وَ (رَيْبٌ) بِفَتْحِ الرَّاءِ وَ بِالْبَاءِ الْمُوَحَّدَةِ ابْنُ رَيْبَعَةَ بِنِ عَوْتِ^(٣)
ابْنِ هَلَالٍ بِنِ شَمْعٍ بِنِ فَزَارَةَ ؛ وَ فِي قَضَاعَةَ (رَيْثٌ) بِكَسْرِ الرَّاءِ وَقِيلَ
(رَيْتٌ) بِضَمِّ الرَّاءِ ابْنِ قَاسِطٍ بِنِ بَهْرَاءَ بِنِ عَمْرِو بِنِ الْحَافِ بِنِ قَضَاعَةَ ○

فِي غُطَفَانَ (قُطَيْعَةٌ) بِنِ عَبَسَ بِنِ بَغِيضٍ ؛ وَ فِي كَلْبٍ (قُطَيْعَةٌ) بِنِ ٣٣
بَكْرِ بِنِ تَيْمِ اللَّاتِ بِنِ رُفَيْدَةَ (حَاشِيَةٌ : وَ فِي بَنِي زَيْدٍ (قُطَيْعَةٌ) بِنِ [رَبِيعَةَ]^(٤)
ابْنِ [مُنَبِّهٍ الْأَصْغَرِ]^(٥) وَ هُوَ زَيْدٌ الْأَكْبَرُ بِنِ صَعْبٍ بِنِ سَعْدِ الْعَشِيرَةِ) ○

(١) فَمِنْهُمْ بَنُو فِهْمٍ بَطْنٌ مِنْ بَنِي يَمْرِ بْنِ لُحْمٍ (الْقَلْقَشْدِيُّ ' ٣٦١) ' وَ بَنُو فِهْمٍ
ابْنِ غَمٍّ بِنِ دَوْسٍ بِنِ عَدْنَانَ بِنِ عَبْدِ اللَّهِ بِنِ زَهْرَانَ (الْمُقْتَضِبُ ' ١٣٤) ' وَ بَنُو فِهْمٍ بِنِ
عَمْرِو بِنِ قَيْسٍ بِنِ عَيْلَانَ بِنِ مَضَرَ (الْمُقْتَضِبُ ' ٥٠ ب) ' وَ فِهْمٌ بِنِ تَيْمِ اللَّهِ بِنِ اسَدٍ بِنِ
وَبَرَةَ (الْمُقْتَضِبُ ' ١٠٠) -

(٢) فَمِنْهُمْ بَنُو غَمٍّ بِنِ دَوْدَانَ بِنِ اسَدٍ بِنِ خَزِيمَةَ ' وَ بَنُو غَمٍّ بِنِ سَلْمَةَ (بِكَسْرِ اللَّامِ)
ابْنِ الْخَزْرَجِ ' وَ بَنُو غَمٍّ بِنِ أَرِيشٍ بِنِ أَرَاشٍ بِنِ جَدِيلَةَ بِنِ لُحْمٍ (الْقَلْقَشْدِيُّ ' ٣٥٦) وَ
٣٥٤ ' وَ بَنُو غَمٍّ بِنِ دَوْسٍ بِنِ عَدْنَانَ بِنِ عَبْدِ اللَّهِ (الْمُقْتَضِبُ ' ١٣٤) -
(٣) وَ لَمَلَهُ غَوْتٌ بِالغَيْنِ الْمَعْجَمَةِ (الْمُقْتَضِبُ ' ٣٤ ب) -
(٤) وَ (٥) فِي الْأَصْلِ بِيَاضٍ وَ الزِّيَادَةُ مِنَ الْمُقْتَضِبِ ' ٨٥ وَ -

في ربيعة بن نزار (جَذْرَة) بالذال المعجمة بعد الجيم وهو عمرو بن
 ذُهَل بن شَيْبَان بن ثعلبة (حائسة) : وقيل خَذْرَة بالخاء المعجمة المكسورة
 والذال المهملة^(١) ، وفي الانصار (خُذْرَة) بضم الخاء المعجمة ابن عوف
 ابن الحارث بن الخزرج بن حارثة : وفي بَلَى (خُذْرَة) مثلها ابن كاهل بن
 رَسَد بن أَفْرَك بن هَرَم بن هَنَى بن بَلَى : وفي الْعَيْن (جَذْرَة) بكسر الجيم
 و ذال معجمة ابن لَعْوَة بن جُسَم بن مالك بن كعب بن القين^(٢) ○

في بَلَى (بَثِيرَة) بئاء مثلثة ابن مَسْمُوء^(٣) بن القُشَر بن تميم بن
 عَوْذَمَاد بن ناج بن بيم بن راسه بن عامر بن عُبَلَة بن قَسْمِيل^(٤) بن فُرَان
 (حائسة : خَف)^(٥) بن بلى بن عمرو بن الحاف : وفي قريش (بَثِيرَة)
 بئاء مشناه من فوف ابن الحارث بن فهر : وفي نَهْد بن زيد (بَثِيرَة)
 بئاء منقوطة من فوف بائنتين [وهو الحارث بن مالك بن نهدي]^(٦) ○

في بَحْلَة (أَفْرَك)^(٧) وهو غانم بن أَقْصَى بن نَذِير بن قَسْر
 لابن عمر بن أُمَام^(٨) ، وفي بَلَى (أَفْرَك) بن هَرَم بن هَنَى بن بَلَى ○

(١) وخَذْرَة لقب عمرو بن ذهل بن شيبان (المقتضب ١٥٢ - ١٥٣)

(٢) و"جَذْرَة" أم قُصَي بن كلاب فاطمة بنت عوف بن الجذرة لأنهم بَنُوا
 حَبْر الكعبة (المشبه ١٨٣)

(٣) وشكله في كتاب ياقوت : مَسْمُوء (المقتضب ١٠٣ - ١٠٤ ب)

(٤) الاصل : قَسْمِيل (بفتح القاف) والتصحيح من المقتضب والاكمال -

(٥) وقال ابن دريد : هو قُرْآن (بتشديد الراء) الاشتقاق ٣٢٣ -

(٦) المقتضب ١٠٤ ب -

(٧) وفي بَحْلَة أيضاً أفرَك بن نذير بن قَسْر واسمه مالك بن عبق بن أُمَام

(المقتضب ١٠٩ ب) -

(٨) المقتضب ١٠٩ ب -

في اياد [بن نزار] ^(١) (حُذَاقَة) بقاف اين زُهر بن اياد ؛ وفي قريش

حُذَاقَة بقاء ابن جُمَح بن عمرو بن هُصَيص بن كعب بن لُؤي ^(٢) ؛ وفي

ربيعة بن نزار (حُذَاقَة) بقاء ابن سعد بن قيس بن ثعلبة (حاشية : و من

كلب قوم يقال لهم بنو الحُذَاقِيَة يقال للرجل منهم حُذَقِي وهم ولد بكر

ابن عامر الاكبر اسمهم هند بنت أَمَّار بن حُذَاقَة بن زُهر بن اياد) ^(٣) ○

في بلي (قِرَان) خُفَّ ^(٤) بن بلي ؛ وفي عَنزَة (قِرَار) بن ثعلبة بن

مالك بن حَرْب بن طَريف بن النمر بن يَقدُم بن عَنزَة بن اسد بن ربيعة بن

نزار (حاشية : بالكوفة صحراء بني فرار) ○

في نَهْد بن زيد (سَحَب) بن مَرَّة بن زُوي بن مالك بن نَهْد ؛

وفي كلب (الشَّجَب) و هو عوف بن عبد وُد بن عوف بن كنانة ○

في جُذَام (تَدِيل) بن حِشَم ^(٥) بن جُذَام ؛ وفي جُهَيْنَة (بُذِيل) بن

سعد بن عدي بن كاهل بن نصر بن مالك بن غُطَفَان بن قيس بن

جُهَيْنَة ^(٦) ○

في قُضَاعَة (اعَجَب) بن قُدَامَة بن جَرَم بن رَبَّان ؛ وفي قيس

(١) ايضاً ٦٣ و -

(٢) وفي قريش ايضاً حُذَاقَة بن سعد بن سهم بن عمرو بن هُصَيص -

(٣) و ولد بكر بن عامر الاكبر عامراً ومعاوية و هو الجوشن و جُشَا والعارث و هو مَحْنَح و اسمهم الحُذَاقِيَة اليها ينسبون (المقتضب ' ٩٦ ب) -

(٤) و هو قِرَان بتشديد الراء (الاشتقاق ' ٢٢٢) -

(٥) و ذكر ابن ماکولا (٢٢٢) : تدِيل بن حِشَم بن جُذَام ' و هو سهو -

(٦) في جملة بُذِيل بن عي بن بُذِيل بن طُهَيْفَة (الاشتقاق ' ٣٠٨) ؛ وفي جُهَيْنَة بُذِيل و هو عدي بن ابي الزَّهَّاء بن سبيع بن ربيعة بن زهرة بن بُذِيل بن سعد بن عدي بن كاهل (الاكمال ' ٢٢١) -

(عَجَب) بن ثعلبة بن سعد بن ذبيان بن بَغَضْ، و في جَهَنَّة (عَجَب)

مثلها ابن [(١) مالك بن غطفان بن قس بن جهنة]

في فريش في بني مخزوم (عابد) بباء موحده و دال مهمله ابن

عبدالله بن عمرو بن مخزوم (٢) ؛ و فيها (عائذ) بباء آخر الحروف و ذال معجمة

ابن عمران بن مخزوم (٣)]

[في بني تميم (أسيد) بن عمرو بن تميم [بن مر بن أد بن طابخة] (٤)

٣٥

و في قس (سُد) (٥) بن رزام بن مازن بن ثعلبة بن سعد بن ذبيان ؛

كل شيء في العرب بعد فهو (أسيد) على فعيل]

في بني عمرو بن تميم (صرد) بفتح الصاد و كسر الراء ابن سلامة

ابن غوي بن جرؤه بن أسيد بن عمرو بن تميم ، و في بني يربوع (صرد)

بضم الصاد ابن جمره (٦) بالجيم ابن شداد بن عبد بن ثعلبة بن يربوع

[ابن حنظلة بن مالك بن زيد مناة] (٧)]

في قس عيلان (صرمة) بن مره بن عوف بن سعد ذبيان ؛ و فيها

(صرمة) ابن (صرمة) بن مره هذا]

(١) الاصل : نصر بن ؛ والتصحيح من المقتضب ' ١٠٤ -

(٢) و فيها عائذ بن عبدالله بن عمر بن مخزوم -

(٣) و في ثعلبة بن عكابه عائذ بن ثعلبة بن العارث بن تميم الله (المقتضب ' ٥٣ ب) -

(٤) الاشتقاق ' ١٢٣ -

(٥) و قال ابن كولا : أسيد مصغراً مخففاً ابن رزام (الاكمال ' ٦٨ ح) و هو سهو انظر المقتضب ' ٣٦ ب) -

(٦) و شكله في كتاب ياقوت : جمره (المقتضب ' ٢٦ ب) -

(٧) ايضاً ٢٦ ب ؛ و قال ابن دريد : هو صرد بن حمزة عم مالك بن نويرة (الاشتقاق ' ١٢١) -

في بني اسد بن حُزَيْمَة (حَرِيش) بن مُيَمَّر بن والبة بن الحارث بن
ثعلبة بن دُودان بن اسد^(١)؛ وفي قيس (الْحَرِيش)^(٢) بن كعب بن ربيعة
ابن عامر صمصعة؛ وفي الازد (الْحَرِيش) بن جَذِيمَة بن زَهْران بن
الحَجَر بن عمران ○

في بجيلة (عَلَمَة) بالقاف ابن عبقّر بن اثمار؛ وفي قيس (عَلَقَة) بن
جُداعة بن عَزِيْة^(٣) بن جشم بن معاوية بن بكر بن هوازن؛ وفيها ايضاً
(عُلْفَة) بن الحارث بن معاوية بن ضباب بن جابر بن يربوع بن غيظ
ابن مَرّة بن عوف بن سعد بن ذبيان (حانسة)؛ وفي خندف عُلْفَة بن
الْفَرِيس بن الرباب؛ وفي الازد (عَلَقَة) بن عبد بن عُبْرَة بن زهران؛
وفي قريش (عَلَقَة) بن قيس بن الحارث بن فهر^(٤) ○

/في بجيلة (عَرِين) بن سعد بن نَذِير بن قَسْر؛ وفي تميم [بن مَرّة
أد بن طابخة]^(٥) (عَرِين) بن ثعلبة بن حنظلة^(٦) ○

(١) وفي بني العنبر حَرِيش (المشبه ١٥٨) -

(٢) واسمه معاوية (المقتضب ١٣٤) -

(٣) وايضاً الحريش بن جعجا بن كلفة بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالك
ابن الاوس (المقتضب ١٦١) - وعبد جريش (و جريش اسم صم) بن مَرّة بن عمرو
(المقتضب ١٢٤) -

(٤) وفي المقتضب (٣١ ب) : عَزِيْة -

(٥) المَسْتَوِد بن عَلَقَة بن الْفَرِيش بن خُبَارِي بن نُصْبَة بن رُبَيْع بن عمرو
ابن عبدالله بن لؤي بن عمرو بن الحارث بن تميم بن عبد مناة وهو الرباب (المقتضب ١٢٤) -

(٦) : وعُلْفَة فهو عُلْفَة التيمي الشاعر وانشد الاصمعي عن محمد بن علفَة التيمي [لايه]
ابياتاً - وقال ابن الأعرابي في النوادر : ابن عَلَمَة (البهان ١ : ٣٣٦ : الاكمال
١٣٥) -

(٦) الاشتقاق ١٣٨ -

(٧) بنو عَرِين ايضاً بطن من زهير من جذام (الفلقشندي ٣٣٣) -

في مذحج (قَرْن) بن مالك بن كعب بن أود بن صعب بن سعد
العشيرة وهم رهط عافية القاضي ؛ وفي الازد (قَرْن) بن عك بن عدنان
ابن عبدالله بن الازد ؛ وفي مُراد (قَرْن) بن رَدَّمان بن ناجية بن مُراد قوم
أويس القُرنِي بن عمرو الزاهد ○

في الأشعرِيين (عَذْر) بن وائل بن [ناجبة بن] ^(١) الجُمَاهِر بن الأشعر ؛
وفي همدان (عَذْر) بن سعد بن دافع بن مالك بن جُسُم بن حاشد ○
في مضر (حُدَال) بن كنانة بن خُزَيْم بن مُدْرِكَة بن الياس بن مضر
وهم باليمن في غهـ قومهم ؛ وفي مَذْحِج (أُجْدَال) ^(٢) بضمّ الهمزة ابن
الجُمَاهِر بن الأشعر ○

في مَذْحِج (جَمَل) ^(٣) بن كنانة بن ناجية بن مراد بن مالك بن أدد
(حاشية : بنو جمل بن كنانة رهط سِفُويَة القاصّ ينزلوا نهر المك) ؛ وفي
كنانة (خُمَل) بن نَفِيع بن رَقَبَة بن مُخَدِّج بن عامر بن ثعلبة بن الحارث
ابن مالك بن كنانة بن خزيمة ؛ وفي بني الحارث بن لؤي (حَمَل) بن
عُقْبَة بن وهب بن الحارث بن لؤي [بن غالب] ^(٤) ○

في مَضْر (مَرّ) بن أدد بن طابخة بن الياس بن مضر ؛ وفي طيّء
(مَرّ) بن عمرو بن الفوث بن طيّء يكونون بجاضر حلب وهم مدخولون ؛
وفيها ايضاً (مَرّ) بن حَسَن بن عمرو بن الفوث بن طيّء ؛ وفي جهينة

(١) المقتضب ' ٨٦ ب -

(٢) وشكله في كتاب ياقوت : أُجْدَال (المقتضب ' ٨٦ ب) -

(٣) لعلّه حمل (المقتضب ' ٨٥ ب) ' و بنو جمل بطن من مذحج ... وهم بنو

جمل بن سعد العشيرة ' (القلشندي ' ٢٠٣) -

(٤) المقتضب ' ١٣ د -

(مر١) بن كاهل بن نصر بن مالك بن غطفان بن قيس بن جبهنة ، وفي
 همدان (مر٢) بن الجابر بن عبدالله بن قادم بن زيد بن عريب بن جشم ؛
 وفيها ايضاً (مر٣) بن الحارث بن سعد بن عبدالله بن وداعة ، وفي قضاة
 (مر٤) بن خُشَيْن بن النمر بن وبرة (٢) ○

في فزارة (خُشَيْن) بالخاء المعجمة ابن عَصِم بن لَأَى بن سَمَخ بن
 فزاره (٣) ، وفي قضاة (خُشَيْن) بن النمر بن وبرة مثلها ، وفي طيء
 (حَسِين) يفتح الحاء المهمله وكسر السين المهمله ابن عمرو بن الغوث
 ابن طيء (٣) ○

في عبدالقيس (وَأَنِلْذَة) بئاء مسننة (٥) ابن عمرو بن عوف بن بكر بن

- (١) وقال ياقوت : هو مُرَّة بن كاهل (المقتضب ' ١٠٤ ج) -
 (٢) وبنو مُرَّة بطن من طيء... وهم مُرَّة بن حرام بن ابي حرام وهو مُرَّة
 ابن ربيعة بن جرويل بن ثعل بن عمرو بن الغوث بن طيء (الفلقشندی ' ٣٨١ ؛ قب
 (المقتضب ' ٩٠ ب) - وفي العرب مُرَّة كثير فمنهم مُرَّة بن ذهل بن سنان بن ثعلبة
 ابن عكابه (الفلقشندی ' ٣٨٢) ؛ و مُرَّة بن زيد بن مالك بن حمير بن سبأ (المقتضب ' ٩٢ ج) ؛ و مُرَّة بن رباح بن ربيعة بن غوث بن هلال بن سَمَخ بن فزارة (المقتضب ' ٣٤ ب و ٣٨ ج) ؛ و مُرَّة بن عوف بن ذُبْيَان (الفلقشندی ' ٣٨٢) ؛ و مُرَّة بن عوف
 ابن سعد بن ذُبْيَان (المقتضب ' ٣٥ ب) ؛ و مُرَّة بن عوف بن بكر بن عوف بن اعمار من
 عبدالقيس (المقتضب ' ٦١ ب) ؛ و مُرَّة بن مازن بن اوس بن زيد بن احمس (المقتضب ' ٦٣ ب) ؛ و مُرَّة بن صعبه بن معاوية (المقتضب ' ٣٥ ج) ؛ و مُرَّة بن عوف بن مالك
 ابن بكر بن بني يشكر (المقتضب ' ٦٠ ج و ب) ؛ و مُرَّة بن عبد سنان بن كنانة بن
 غزمية (ايضاً ١٩ ج) ؛ ولعمري بن عدى بن الحارث بن مُرَّة (ايضاً ٨٠ ج) ؛ و مُرَّة بن
 عيسى بن ربيعة بن الحارث بن بهثة (ايضاً ٣٣ ج) -
 (٣) وقال ياقوت : خُشْن بن لَأَى بن عَصِم بن سَمَخ بن فزارة (المقتضب ' ٣٨ ج) -
 (٤) حَسَن و حَسِين ابنا عمرو في طيء (المشتبه ' ١٦٢) -
 (٥) وقال ياقوت : وَاثِلَة بن عوف بن بكر بن عوف بن اعمار بن عمرو بن وداعة
 ابن لكيز (المقتضب ' ٦١ ب) -

أَمَار بن عمرو بن وَدِيعَةَ بن لُكَّزْ ، وفيها (وائله) ماء آخر الحرف ابن^(١) ،
 وفي هِوَزَن (وائله) بن صَعْصَعَة بن معاوية بن بكر بن هوازن ؛ وفي إِيَاد
 ابن نِزَار (وائله) ابن الطَّمْثَان بن عَوْذ مَسَاه [بن نَقْدَم بن أَقْصَى]^(٢) ؛ وفي
 عَطْمَان (وائله) بن سَهْم بن مُرَّة بن عَوْف بن سعد بن ذُبَاب ؛ وفي بَلِي
 (وائله) بن حَارِثَة بن صَبَّعَة بن حَرَام بن جُعَل بن عمرو بن جُشَم بن وَدَم
 ابن ذُبَاب بن هُثَم بن ذُهَل بن هَيَّ بن بَلِي^(٣) ، وفي عُدْرَة بن [سعد هُدَيْم
 ابن^(٤)] (وائله) بَنَاء مثله ابن هُد بن حَرَام بن ضَبَة بن عبد بن كبير بن
 عُدْرَة^(٥) ، وفي رَسَاء بن نِزَار عَزَّ بن (وائله) (حاسية ؛ وفي قَرْنَسِ
 (وائله) بن سَسَان^(٦) بن عَارِب بن مِهْر)^(٧) ○

/ في الْهُوَن بن خُزَيْمَة (يَيْشَع) [بن مُلَيْح]^(٨) بن الْهُوَن بن خُزَيْمَة
 ابن مُدْرَكَة^(٩) ؛ وفي الْإَرْد (نُشَيْع) بن سُلَيْم بن مِهْم بن غَنَم بن دَوَس

٣٨

(١) لَعْنَة وائله بن عمرو بن نَكْر بن حُبَيْب (المقتضب ' ٦٠ ب) -

(٢) المقتضب ' ٦٣ -

(٣) وايضاً وائله بن حَارِثَة في نسب النعمان بن عَصْر بن عُيْد بن وائله (المشبهه

- ٥٣٣)

(٤) المقتضب ' ١٠٥ -

(٥) وايضاً وائله بن الْأَشْع (المشبهه ' ٥٣٣) -

(٦) والصواب ؛ وائله بن شِيَان بن مُحَارِب بن مِهْر (المقتضب ' ١٥ -

(٧) و وائله كثير منهم وائله بن مَفْر بن مَالِك بن عَصْر بن قَيْس عِيلَان

و وائله بن مَرَّان بن جَعْفَى و وائله بن قَاسِط بن هَنْب بن أَقْصَى بن دَعْمَى بن جَدِيلَة

و وائله بن عَوْف بن ثَعْلَبَة بن سَلَامَان بن ثَعْلَب بن عمرو بن العوث بن طَيْمَة (الفلقشندی

' ٣٠) ؛ و وائله بن غَنَم بن ثَعْلَب (المقتضب ' ٥٩ ب) و وائله بن مَعْن بن سعد بن

قَيْس عِيلَان (ايضاً ٩٩ ب) -

(٨) المقتضب ' ٢٠ -

(٩) يَنْبَغ بن الْهُوَن بن خُزَيْمَة بن مُدْرَكَة... وقال ابو عبيدة هو ابني

(الاكال ' ٩٩٣) و صوابه يَنْبَغ بن مَلِيح بن الْهُوَن (المقتضب ' ٢٠ -

[ابن عدنان]^(١)؛ و في الأشعرين^(٢) (يُشَيِّع) بن الأَزْعَم (حاشية : الارغم
صح^(٣)) بن الأشعر؛ و في عدوان^(٤) (يُشَيِّع) بن بكر بن يشكر بن عدوان؛
و في لَحْم (يُشَيِّع) بن أَرْدَه بن [حجر بن]^(٥) جَزِيلَة بن لَحْم، و في بَجِيلَة
(أَيَّ شَيِّع) بن نَذِير بن فُسَر بن عَبْقَر [بن أُمّار بن اراش بن عمرو بن الغوث]^(٦) ○
كُلُّ شَيْءٍ في العرب (خُلَيْف) بالخاء المعجمة الّا في خثعم بن أُمّار
(حُلَيْف) بالخاء المهملة و هو حُلَيْف بن مازن بن جشم بن حارثة بن سعد بن
عامر بن تَيْم الله بن مُبَشَّر^(٧) ○

كُلُّ شَيْءٍ من القبائل (عُدَيّ) مفتوح العين الّا الَّذِي في طَيْءٍ فَانّه
(عُدَيّ) بضمّ العين و هو عُدَيّ بن ثعلبة بن عمرو بن ثعلبة^(٨) ابن حَيَّان
و هو جَرَم بن عمرو بن الغوث ○

في امْرِئ القيس بن زيد مناه بن تميم (كِبَاثَة)؛ و في عائذ الله بن
سعد العشيرة (كِبَاثَة)؛ و كُلُّ شَيْءٍ في العرب بعد ها (كِنَانَة) ○

كُلُّ شَيْءٍ في العرب (حَرْب) ساكن الّا اسمين احدهما في مَذْحِج
فانّه (حَرْب) ابن مَظَلَّة^(٩) بن سَلَم بن الحكم بن سعد العشيرة بن مالك بن

(١) المقتضب ' ٤٣ - ٩

(٢) الاصل : الأشعرين -

(٣) الاشتقاق ' ٣١٦ ، ٣١٨ -

(٤) وعدوان هو الحارث بن عمرو من قيس عيلان (المقتضب ' ٥٠ ب يبعده) -

(٥) المقتضب ' ٨١ - ٩

(٦) ايضاً ١٠٩ ب -

(٧) و قال الذهبي : و حُلَيْف في نسب حسين بن مُعَاذ بن حُلَيْف شَيْخ لابي داؤد

(المشبه ' ١٨٨) -

(٨) و قيل : ثعلبة (ابو عمرو) و هو جَرَم (المقتضب ' ٩٠ ب) -

(٩) الاصل : سَلَّة ؛ و التصحیح من المقتضب ' ٨٣ ب و المشبه ' ١٣٥ ؛

و مَظَلَّة اسمه سَفِيان -

أُدِّدُ ؛ و في قضاعة (حَرْب) ابن قاسط بن نَهْرَاء ○

كَلَّ شَيْءٌ لى العرب (حارثه) بجاء سهمله و ثاء مثلثة ألا (جارية) بيم
 ٣٩ و ياء آخر الحروف ابن سُلُط بن يربوع^(١) ؛ و في سليم بن منصور (جارية)
 ابن عبد بن عَبَس بن رفاعه بن الحارث بن بهثة بن مسلم ' و في الانصار
 (جارية)^(٢) بن عامر بن مجَمَع بن العَطَّاف بن ضُبَيْعَة بن زيد بن مالك
 ابن [عوف بن]^(٣) عمرو بن عوف بن مالك بن الاوس بن حارثة ○

في مصر (فَهْم) بن عمرو بن قيس []^(٤) عيلان بن مضر ' و في
 همدان (فَهْم) بالقاف ابن العجار بن عبدالله بن قادم بن زيد بن عَرِيب بن
 جشم بن حاشد بن [جشم بن]^(٥) خَيْرَان^(٦) بن نَمُوف بن همدان ○
 في عبدالقيس (دُهَن) بن عُدْرَة بن مُنَبِّه بن نُكْرَة بن لُكَيْز بن
 أَفْصَى بن عبدالعيس ' و في بجيلة (دُهَن) بن معاوية بن أَسْلَم بن أَحْمَس بن
 الفوت بن أُمَار ' و في مَذْحِج (دُهَي) بن كعب^(٧) بن ربيعة بن كعب بن
 الحارث بن كعب بن عمرو بن عُلَّة بن جُلْد بن مالك بن أَدَد^(٨) ○
 في الانصار (ضَحْر)^(٩) بن الخزرج وسائر العرب (صَحْر) والله أعلم

(١) وقال ياقوت : جاريه بن سليط بن الحارث بن يربوع بن حنظلة و جارية
 ايضاً ابن زيد بن ربيعة بن زيد بن سيف بن جارية بن سليط (المقتضب ' ٢٩ ب) -
 (٢) و في المعجزة (٣٦٨) : جارية بن عمرو بن مجع ... و هم من بني مسجد
 الضراوة -

(٣) المقتضب ' ٦٥ ب -

(٤) الاصل : بن -

(٥) المقتضب ' ١١٣ ب -

(٦) ايضاً -

(٧) و كعب هذا هو الأوت (المقتضب ' ٨١ ب يمد) -

(٨) و في مَذْحِج (دُهَن) بن كعب بطن (المشبه ' ٢٠٣) -

(٩) و قيل : هو ضجر بن الحارث بن الخزرج (المقتضب ' ٦٦ ب) -

یک مجموعهٔ ناشناختهٔ شعر فارسی
از قرن هشتم هجری

*

از
دکتر مهدی بیانی (تهران)

یک مجموعه^۱ ناشناخته^۲ شعر فارسی از قرن هشتم هجری

استاد سعید نفیسی در ضمن مقاله ای که بعنوان (قدیم ترین مجموعه های شعر فارسی) در کتاب (ارمغان علمی بخدمت پرفسور محمد شفیع) بسال ۱۹۵۵ میلادی درج کرده اند، متذکرند که قبل از سال ۸۹۲ که امیر دولشاه سمرقندی تذکره الشعراي خود را تألیف کرد، فقط پنج مجموعه شامل منتخب اشعار بزرگان شعراي فارسی زبان که به ترتیب مضامین و موضوعات تدوین شده موجود است و مجموعه های مزبور را بشرح ذیل معرفی کرده اند:

(۱) مجموعه احمد بن محمد بن احمد کلامی اصفهانی که آنرا بسال ۷۰۲ تدوین کرده است؛

(۲) رباعیات موسوم به (زبدة المجالس فی الاشعار) که بسال ۷۳۱ گرد آمده است؛

(۳) (مونس الاحرار فی دقایق الاشعار) که آنرا محمد بن بدر جاجرمی در حدود سال ۷۴۱ تألیف کرده است؛

(۴) مجموعه ای که محمد بن یغمور آن را در حدود اوائل قرن هشتم ساخته است؛

(۵) (مجموعه لطایف و سفینه ظرایف) که آنرا سیف بن حسام هروی در حدود اوائل قرن نهم پرداخته است -

(۱) دکتر مهدی بیانی استاد دانش گاه تهران و رئیس کتاب خانه سلطنتی ایران -

برای نتمم مطالب مقاله دانشمند مذکور، نگارنده بمعرفی نسخه دیگری از همین مجموعه هامی بردازم که ظاهراً در نیمه دوم قرن هشتم تألیف شده و تاریخ اسکات آن سال ۸۴۹ هجری است.

این نسخه که مؤلف آنرا بنام شاه شجاع (۷۷۹-۷۸۶) از سلسله آل مظفر کرده، کتاب را بر ۴ باب مبوب ساخته و در مقدمه آورده است:

(... دست در گردن این مطلوب و چنگ در دامن این مقصود و می ممکن بود که صدر اس کتاب و دیباچه این خطاب بزیور دعای دولت فاهره ... ، حلال الملك والدین مبارز الاسلام والمسلمین السلطان زیاد المؤید المطاع ابوالفوارس خدایگان سلاطین عصر شاه شجاع خلد الله تعالی جلال الملك و عطمه الخلافه یخلود ملکه و دوام خلافه و افاض علی البرایا سجال مرحمه و رأفته، بر مقتضای اسارمن اشاریه حکم و طاعه غم، خود را متاباع آن نصیحت مشرف و گونس جان را باسباع آن موعظمت مستغف گردانیده ... بنده کمنه اگر چه خود زیاد را ... سایسه این مرلب و در خور این مریت نمی دیدم ... ولی قصه مور دلری داد تا این بضاع مزجاء چون پای ملخ بحضرت سلیمان روزگار رسام ... و خود را در سلک عس و ممالیک آن حضرت کنم ... شا براس این مسوده بیاض رفته بعز عرض و سرف رفع ندیمان آن حصرت رسانید ... مأمول و مسئول از ملازمان آن حضرت و نزدیکان آن درگاه چنانست که از سمول عاطفت و وفور مرحمت این اوراق را بنظر قبول ملحوظ و بشرف مطالعه محظوظ گردانند ...)

ذکر فوایدی که این جمع پریشان بر آن حاوی است ... مسطور می گردد و می هنه :

فائده اول : در مطلع هر بابی از ابواب این کتاب اختیارات قصاید فضلا و آنچه از تازی و فارسی مناسب باب آورده و ثانیاً مثنویات آنچه متداول است و این بنده بمطالعه آن مشرف گشته ، بعد از آن زیاد رباعیات و يتلوها المفردات و هذه القاعدة مطردة من اوله الى آخره زیاد -

فائده دوم : شعار راویان اشعار و عادت ناقدان آثار بر آن جملت است که صفتی چند در مکارم اخلاق و اطایب اعراق که بر کمال ذات و حسن صفات ممدوح دال باشد ، بر سبیل اجمال در سلک مدایح کشیده اند و این فقیر هر یک از آن صفات حمده در فصلی مفرد ایراد کرده تا بر طالبان سلوک آن طریق بروجه اسهل میسر شود -

فائده سوم : باب مراسلات و مکاتبات که یکی از ابواب این کتاب است بر دو قسم نهاده : اول در خطاب و دوم در جواب ، و در قسم خطاب هجده فصل که مننی را از آن لا ید است بر آن متفرع گردانیده تا در وقت احتیاج مقصود زود تر حاصل شود و این ضعیف عامی آنرا از خواص خود میداند ، چه در سایر جموع این وضع رعایت نرفته و نفطنت به وحدی - فائده چهارم : در آخر باب غزلیات ، رباعی چند لطیف که در وصف معشوق از فرق نا قدم آورده و در آخر هر یک از صفات یبتی چند مفرد مناسب بعد از رباعیات ایراد کرده تا در مجلس انس طالب را بواسطه طلب ملالی حاصل نیاید -

فائده پنجم : در شصت و سوم باب این کتاب ایات متفرقه لطیف بطریق تهجی آورده تا در وقت محاوره بعد از حفظ و مداومت از

عهده مشاعره على الفور بدر تواند آمد -

و این کتاب مشتمل است بر سصت و چهار باب ، و هذه فهرس الانواب : الباب الاول فى التوحيد والتسبيح و زياد المناحات و التضرع الى الله تعالى ...) -

اما مؤلف این کتاب معلوم نسب و ظاهراً نام مؤلف در مقدمه یاد شده بوده است که نابد در بها سبط این نسخه يعنى وری دوم کتاب ذکر سده باشد -

* * *

آنچه موجب بود که برای این نسخه اهمى قائل سوم و بمعرفى آن پردازم نکات ذیل است :

(۱) در این مجموعه اشعارى انتخاب شده که شش قرن از تاریخ جمع آوری آن و سچ قرن و بیم از زمان کتاب آنها گذشته است :

(۲) آن اشعار بعضی از اشعارى است که نسخه قدیم دیوان آنها در دست نیست و اگرچه آن اشعار محدود باشد ، مقم و ار آتجمله است اشعار عصرى ، منوچهرى ، افضل الدین کرمانى ، فخرالدین اسعدگرگانى :

(۳) بعض دیگر اشعار سرائسب که دیوانى از آنها در دست نیست و حتى نام عده ای از آن اشعاران سداول نمى باشد مانند : امین طغرل ، امین الدین دادا ، انور ، بهای زنجانى ، ناح الدین خرم ، جلال الدین باهمی ، جلال الدین بستی ، جلال الدین عتیقى ، رفیع الدین ساعى ، سلیمان شاه ، سید بلال ، صاحبى تبریزی ، صنای الدین سستى ، طیان یمى ، عبدالعزیز ،

عز شیروانی ، فرید الدین فارسی ، فریدون ، مجیب الدین ،
 مجید ، میر کرمانی ، ناصر بچه ، نجم الدین شهرویه ، نظام
 الدین یحیی ؛

(۴) دسته ای دیگر اشعاری از شاعرانیست که بامؤلف و جامع
 این مجموعه فریب العهد یا هم زمان بوده اند مانند :
 جلال عضد ، حافظ شیرازی (متوفی سال ۷۹۲)، خواجه کرمانی
 (و- ۷۷۳)، سلمان ساوجی (و- ۷۷۹)، شمس طبسی ،
 شمس فخری ، عبد زاکانی (و- ۷۷۲) - عماد فقه (و- ۷۷۳)،
 کمال خجندی (و- ۸۰۳) ؛

اشعاری که در این مجموعه گرد آمده جز آنها که نامشان گذشت از
 شاعران ذیل است :

این همگر ، اثیر الدین اخسکتی ، اثیر الدین اومانی ، ادیب صابر ،
 ازرق ، اسدی ، افضل الدین کرمانی ، اماسی ، امیر خسرو دهلوی ،
 امیر معزی ، اوحدی ، بندار رازی ، جمال الدین عبدالرزاق ، حسان ثابت ،
 حسن کاشی ، حسن غزنوی (سید) ، حمید الدین بلخی (قاضی) ، خاقانی ،
 رشید الدین و طواط ، رضی الدین نیشاپوری ، رفیع الدین لبنانی ، رفیع الدین
 مسعود ، زین العابدین علی بن حسین (امام) ، سراج الدین بلخی ، سراج
 الدین قمری ، سعدی شیرازی ، سعد هروی ، سنائی غزنوی ، سیف الدین
 اسفرنکی ، شرف الدین شفروه ، ظهیر الدین فاریابی ، عبدالواسع جبلی ،
 عطار نیشابوری (شیخ) ، علی بن ابیطالب (امام) ، عمادی شهر یاری ، عمیق
 بخارائی ، غیاث الدین ، فخرالدین عراقی ، فرخی ، فردوسی : فلکی شروانی ،
 قطران ، کمال الدین اصفهانی ، مجیر الدین ییلقانی ، مختاری غزنوی ،
 مسعود سعد سلمان ، ناصر خسرو ، نجم الدین دایه ، نجیب الدین جرفادقانی ،

نزاری قهستانی ، نظامی ، هام تریزی -

جز دیوان اشعار از مثنویها و کتابهای ذیل که در مجموعه عنوان

آنها آمده نیز استفاده انتخاب شده است :

آئینه سکندری امیر خسرو دهلوی سلیم نامه ، ؟

ترجمه تاریخ یمینی ، نجیب الدین گرشاسب نامه ، اسدی -
جرفادقانی -

خسرو و شیرین ، نظامی - ویس و رامین ، فخرالدین گرجانی -

عشاق نامه ، عبدزاکانی - اسکندر نامه ، نظامی -

محزن الاسرار ، نظامی - حدیقه الحقیقه ، سنائی -

های و هایون ، خواجوی کرمانی - شاهنامه ، فردوسی -

اسرار نامه ، شیخ عطار - لیلی مجنون ، نظامی -

جمشید و خورشید ، سلمان ساوجی - هشت بهشت ، امیر خسرو دهلوی

این مجموعه بشماره ۲۷۱۷ در کتابخانه سلطنتی ایران ثبت شده و دارای

۶۸۹ صفحه پانزده سطری و مجموعاً مشتمل برده هزار بیت است -

نام کاتب ذکر نشده و تاریخ تحریر آن سال ۸۴۹ و بخط نستعلیق

کتابت قدیم است - نسخه مضبوط و تنها مقط آن ورق دوم از مقدمه

کتابت که احتمال دادیم نام جامع مجموعه در همان ورق مفقود بوده است -

عہد نبوی کے واقعات کے لئے تقویمی پیچیدگیاں



از

ڈاکٹر محمد حمید اللہ

سابق پروفیسر، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد (دکن)

(شائع شدہ اوریشنٹل کالج میگزین مئی ۱۹۶۳ء)

عہد نبوی کے واقعات کے لئے تقویمی پیچیدگیاں

(محمد حمید اللہ)¹

عہد نبوی کے حالات جو کوئی اصل عربی ماخذوں میں بڑھتا ہے ، وہ اس سے واقف ہے کہ بعض وقت انک ہی جز کے واقع ہونے کی تاریخ مختلف مؤرخوں یا راویوں کے ہاں مختلف ہوتی ہے ، اس پر سہولت پسند یا اعتراض پسند اہل قلم ، خصوصاً مغرب میں ، فوراً یہ کہہ اٹھتے ہیں کہ عربوں (مسلمانوں) میں حساب اور ضبط تاریخ کا ملکہ کم رہا ہے۔ ایک دوسری پیچیدگی خود ان مشرقین کی پیدا کردہ ہے کہ رسول اکرم کی ولادت کو فرنگی تقویم میں کس تاریخ سے شمار کریں ؟ کوئی ۵۷۰ کہتا ہے ، کوئی ۵۷۱ ، کوئی کچھ اور۔

کئی فرنگی مؤلفوں نے بڑی محنت کر کے تقابلی جنتریاں بھی شائع کی ہیں کہ ہجری اور عیسوی تاریخوں کو آغاز ہجرت سے آج تک مہینے اور دن کے تعین کے ساتھ مرتب کریں۔ وستنفلد کی جرمن کتاب ذرا پرانی

(۱) عجیب اور افسوسناک اتفاق کی بات ہے کہ جب میں پاریس میں تھا کہ میرے نام مضمون طلبی کا خط استانبول کے ایک ہوٹل کے پتے پر بھیجا گیا جہاں وہ کافی ماہ پڑا رہا۔ پھر جب میں ترکی گیا اور خوش قسمتی سے میں اسی ہوٹل میں ٹھہرا تو خط تو ملا لیکن تاریخ گزر چکی تھی۔ میں نے معذرت لکھ بھیجی تو مدت توسیع کا خط پاریس بھیجا گیا ! وہاں سے استانبول آتے آتے کئی ہفتے لگ گئے۔ تاریخ ثانی بھی گزر کر عرصہ ہو چکا ہے۔ پھر حال مرحوم پروفیسر محمد شفیع میرے حال پر اتنے مہربان ہوئے کہ ان کی یادگار میں شرکت کے لیے سارے کام ملتوی کرتا ہوں۔ لیکن شدید عجلت کا نتیجہ ہے کہ برجستہ اور قلم برداشتہ کچھ لکھ سکتا ہوں ، تحقیق کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ "پار زندہ صحبت باقی" کہہ کر اپنے ہی کو تسلی دے لیتا ہوں ، اور ناظرین سے معذرت خواہ۔

ہو گئی ہے اور اس میں مہینے کے آغاز کا دن بتا دیا گیا ہے۔ کاتنوز Cattenoz نے اس سے بھی زیادہ محنت کی ہے اور ہجری مہینوں کے انیسے تا سسے ہوئے کا بھی تعین کیا ہے کہ اس طرح ہجری اور عسوی مہینوں اور ان تاریخوں ہی کا نہیں بلکہ دن کے نام کا بھی فوراً پتہ چل جاتا ہے۔ لیکن اس دیدہ ریز محب کے ناوحد ان کی کتابیں ناقابل استعمال یا ناقابل اعہاد ہیں۔ کیونکہ نہ دونوں مؤلف صراحت کرتے ہیں کہ محرم ہمیشہ ایسا ہوتا ہے ' اور ہر دو دن سال کے بعد ذی قعدہ اور ذی الحجہ دونوں کو مسلسل ایسا کہا جاتا ہے۔ اور جہاں تک کاتنوز کی سابی حنری میں نے دیکھا رمضان بھی محرم ہی کی طرح ہمیشہ ایسا ہوتا ہے ! چونکہ ان ماہر ریاضی دانوں کے مصلوں کی عالم بالا میں عمل نہیں ہوتا اور چاند کا سلج وغرہ کسی اور ہی حساب پر چلتا ہے ، اس لئے جب کبھی مثلاً کسی عربی تاریخ میں کسی واقع کا ذکر روز (سبہ یکشنبہ وغرہ) ، تاریخ (پہلی دوسری وغیرہ) اور ماہ و سال کی تفصیل سے ہو اور ان مسسرقوں کی جدولوں میں اس کے خلاف ہو تو اولاً جدول ہی کو غلط تصور کرنا اور تاریخ کے مان کو صحیح فرض کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً کاتنوز نے لکھا ہے کہ یکم محرم ۶۱ھ کو پیر کا دن تھا۔ گویا سہادب عنوراء چہار سنسے کو ہوئی ، جمعہ کے دن نہیں جیسا کہ مسلمانوں میں مسلم ہے۔

وسنفلد اور کاتنوز علم ہئت اور رصد کے ماہر نہیں ، انہیں اس پر معاف بھی کیا جائے تو پاریس کی رصد گاہ سے سائے ہونے والی تقویم کو کیا کیا جائے جب ۱۹۶۳ء کے سالنامے میں بھی ہجری تاریخ کا یہی فارمولا دہرایا گیا ہے کہ محرم (نیز رمضان) ہمیشہ تیسے ہوتے ہیں۔ میں نے نوحہ دلانے کی جسارت کی۔ غالباً مجھے اناری قرار دیا گیا ہوگا۔

ایک دوسری پیچیدگی اس بنا پر ہوتی ہے کہ ہمارے زمانے کی ہجری و عیسوی تاریخ چونکہ معلوم رہتی ہے لہذا اس کی اساس پر اوپر بڑھیں اور ۱ھ تک پہنچیں۔ ہر سال کے یکم محرم کی معادل فرنگی تاریخ ایک حد تک صحیح ہوگی۔ صرف ایک حد تک، جیسا کہ نیچے اس کے خلاف بھی کچھ عرض کرونگا۔ لیکن قبل ہجرت کی تاریخوں کے لئے جہاں تک میں نے دیکھا فرنگی مؤلفوں نے ایک دوسری ہی لغزش کھائی ہے اور وہ یہ کہ قبل ہجرت کی تاریخوں کو بھی (ولادت نبوی سے لے کر بعثت نبوی، پھر ہجرت مدینہ تک کے لئے) قمری حساب پر مرتب کرتے ہیں۔

حالانکہ ساری اسلامی دنیا کی طرح یہ فرنگی مؤلف بھی جانتے ہیں کہ ۹ ذی حجہ، ۱۰ھ کو حجة الوداع کے موقع پر رسول اکرم نے ”نسیء“ (یعنی کبیسہ گری) کو منسوخ فرمایا۔ یعنی وفات نبوی سے تین ماہ پہلے تک کے سارے واقعات کو خالص قمری نہیں بلکہ کبیسہ والے قمری حساب سے سہار کرنا چاہئے کہ ہر چند سال میں ایک زائد خالی یا گمنام مہینہ بڑھا کر قمری سال کو شمسی سال کے مطابق کیا جاتا تھا۔ رسول اکرم کی نرسٹھ سالہ حیات مبارک میں اس طرح کوئی دو سال کا فرق پڑ جاتا ہے۔

میری تحقیقات میں اب تک تو اس کا کوئی صریح بیان نہ ملا کہ ہجرت کے بعد، جب کہ مسلمانوں کو (یصدون عن المسجد الحرام کی آیت کے مطابق) مشرکین مکہ مکہ آنے سے چونکہ روکتے رہے اس لیے آیا مدینے میں مسلمان مکی تقویم پر عمل کرتے تھے کہ کبیسہ گری کریں، یا خالص قمری حساب پر چلنے لگے؟ فرض کیجئے کہ مدینے میں خالص قمری حساب چلنے لگا اور فرض کیجئے کہ کسی واقعہ کا راوی ایسا شخص

ہے وہ زیر ذکر واقع کے وقت کافر تھا اور مثلاً مکہ یا مکے کے زیر اثر علاقے میں رہتا تھا اور بیان کرنا ہے کہ مثلاً اس کے قبلے پر رسول اکرم نے سوال کے مہینے میں حملہ کیا۔ آیا جس مہینے کو مکے والے یا راوی سوال بیان کرتے ہیں وہ مدینے میں بھی سوال ہی نہا یا نسئی کیسہ گری کے باعث مہینے میں درو ہو گیا تھا؟ پھر فرض کیجئے کہ اسی واقع کا ایک راوی اس اسلامی فوج کا ساھی رہا ہو جس نے اس حملے میں حصہ لیا تھا اور وہ اسے سوال کی حکمت کسی اور مہینے کا واقع قرار دے تو اسے راویوں کی ”عدم حساب دانی“ اور ”ضبط تاریخ کا قصور“ قرار دے یا محض غلط فہمی؟ یعنی دو مختلف طریقہ ہائے تقویم کے باعث ناظر کو غلط فہمی ہو رہی ہے ورنہ دونوں ہی راوی سچے ہیں!

میں نے ابھی عرض کیا کہ ہجری اور عیسوی تاریخوں کا مقابل صرف ایک حد تک صحیح ہونا ہے، کامل طور پر نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ زمیں کروی ہے اور نقطہ سہار کے آغاز و اختتام میں بورے جو سب گھٹنے کا فرو ہونا ہے۔ معمولی باب ہے کہ ایک واقعہ انگلستان میں جمعرات کی صبح کو پس آئے اور راڈیو سے مسرق پاکستان میں اسے فوری سنیں تو وہ جمعرات حتم ہو کر جمعہ کا واقعہ سمجھا جاسکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ چاند کی پیدائش اس کی گردش کے دوران میں ہوتی ہے۔ ہم یکم ماہ ہلالی اس وقت فرض کرتے ہیں جب غروب آفتاب کے وقت چاند زمین سے اس قدر کنارہ کس ہوگا جو کہ اس کے انک گوسے پر سورج کی روشنی بڑھ سکنے میں زمین حائل نہ رہے اور چاند سدرہ بیس منٹ مطلع مغرب پر نمودار رہ کر ڈوب جائے۔ یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ مثلاً ڈھاکے میں روپ نہ ہو، کراچی میں یا مصر میں یا پاریس و لندن میں ہو جائے۔ ڈھاکے والے تیسرا مہینہ شمار کریں گے،

کراچی والے انتیسا - راوی اگر دونوں ملکوں کے ہوں، اور اگر روایت میں تاریخ کی حد تک اختلاف ہو تو کون ہے جو انصاف کے ساتھ کہہ سکے ان دونوں میں سے کوئی بھی جھوٹا ہے! انس کو رویت کے وقت ابر وغیرہ کے باعث چاند نظر نہ آئے تو اب تک تو رواج یہی رہا ہے کہ اسے تبسا شمار کریں (واقعہ قدرت کی حد تک یہ ممکن ہے غلط ہو، لیکن واقعہ انسانی کی حد تک مؤرخ کو جھوٹا کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی - ممکن ہے لاہور میں مطلع صاف رہے، کراچی میں نہ رہے - ایسے واقعات عہد صحابہ میں پس آچکے اور کتب حدیث میں درج ہو چکے ہیں) - امام ابوحنیفہ کا قول مشہور ہے کہ مسرق کی رویت سارے مغرب پر واجب العمل ہے - حدید علم ہٹت بھی یہی کہتا ہے کہ اگر ڈھاکے میں چاند ہو گا تو کراچی میں بھی لازماً ہو گا (چاہے ابر کے باعث رویت نہ ہو سکے) لیکن نہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا اور نہ حدید علم کہتا ہے کہ مغرب کی رویت سارے مشرق پر عائد ہو سکے - فرض کیجئے مدینے سے ایک ساندنی سوار نکلتا ہے اور نجد و بحرین میں خبر پتھانا ہے اس کے نکلنے کے دن مثلاً پندرہ دن قبل فلاں واقعہ پیش آیا - ممکن ہے مدینے اور نجد میں رویت ہلال میں ایک دن کا فرق ہو چکا ہو اور مدینے کا راوی ایک تاریخ لکھے اور نجد کا راوی اسے اس کے ایک دن بعد کا واقعہ قرار دے -

ضرورت ہے کہ جدید الکثرانک مثنیوں سے حساب کر کے بتایا جائے کہ فلاں ہجری مہینے میں رویت ہلال کرۃ ارض کے کس نقطے پر غروب آفتاب کے وقت ہوئی - اور منٹ ہی نہیں سیکنڈوں کے کسور کو بھی جمع کر کر کے ان سارے چودہ سو سالوں کی جنتری مرتب کی جائے تو پھر کہیں واقعہ قدرت کی حد تک وہ جنتری صحیح ہوگی، واقعہ انسانی و تاریخی کو اس سے اختلاف رہا - ہو سکتا ہے -

یہ نہ خیال کیا جائے کہ یہ کمزوری صرف قمری سال میں ہے۔
 عیسائیوں سے پوچھنے کہ ان کے ہاں ایسٹر کی عید کب منائی جاتی ہے؟
 وہاں اس سے دس گنا زیادہ سچائی ہے۔ پارس کی مذکورہ رصد گاہ سے
 شائع شدہ معویم کے مؤلف بھی اس بارے میں کہتے ہیں اور ”فلاں عسائی
 مدرسہ دیباب کے فلاں شخص کا جو اس کا متخصص ہے یہ بیان ہے“
 کر کے اپنا بیچھا چھڑا لیتے ہیں۔

ابھی اوپر نستی اور کبسہ کا ذکر آیا۔ حیدر الوداع سے قبل نک
 مکے میں اس کا رواج تھا۔ لیکن وہ کس فارمولے پر عمل کرتے تھے؟
 میرے پاس جو مواد جمع ہوا ہے اس میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے
 کہ ہر سال، کوئی ہر دو سال میں ایک بار، کوئی ہر بیس سال میں
 ایک بار ذی الحجہ اور محرم کے مابین ایک بار حالی یا زائد قمری مہینے کا
 اضافہ کرنے کا ذکر کرتے ہیں۔ السرونی نے جو پیچیدہ تفصیل دی ہے اور
 دور بنائے ہیں کہ اسے سال فلاں طرز کے، ان کے بعد انے سال فلاں
 طرز کے، — یہ میری داسب میں خواہشمندانہ ہیں مؤرخانہ نہیں۔
 جو بھی ہو اس اختلاف کا اثر ان باریحوں پر پڑیگا جو یہ مؤلف مرتب
 کریں اور ہم ناظر ان میں فرو دیکھ کر بہ کہے پر مجبور سے ہو جائیں گے
 کہ ان میں سے کوئی نہ کوئی جھوٹا ہے۔

لنکر میرے پاس جو مواد جمع ہو رہا ہے، اس سے آہستہ آہستہ
 بعض گھماں حل ہوتی جا رہی ہیں چنانچہ آج ایک کے ذکر پر اس نوٹ
 کو حتم کرتا ہوں۔

امام بیہقی کی دلائل النبوة ابھی تک کمالاً چھپی نہیں۔ بڑی کئی
 جلدوں کی کتاب ہے۔ اس کا بڑا حصہ استانبول میں کوپر دلو کے کتب خانے
 میں ہے (جہاں ایک جلد کم ہے)۔ اس میں ایک بڑا دلچسپ اور اہم

بیان زیر بحث مسئلے کے متعلق ملتا ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت عمر کے زمانے کے سرکاری فیصلے سے قبل مسلمانانِ مدینہ میں شمار کے لیے ہجرت کو نقطۂ آغاز قرار نو دے لیا گیا تھا لیکن حساب تین طرح کا تھا۔ (محرم تو سب کے ہاں سال کا پہلا مہینہ نہا لیکن) کچھ لوگ اس محرم سے حساب کرتے جس کے ذی الحجہ میں عقبہ ثانیہ کے معاہدے کے نتیجے کے طور پر مسلمانانِ مکہ ہجرت کر کے مدینہ جانے لگے (گویا ہجرت سے ایک سال پہلے سے شمار ہو گا)۔ کچھ لوگ اس محرم سے شمار کرتے تھے جس کے دو تین ماہ بعد ربیع الاول میں خود رسول اکرم نے ہجرت فرمائی (اور یہی اب رائج ہے) اور کچھ لوگ اس محرم سے شمار کرتے تھے جو رسول اکرم کے مدینہ آنے کے بعد پہلی مرتبہ آیا (یعنی ہجرت کے ایک سال بعد سے)۔

یہ بیان بڑا اہم ہے۔ اس سے تین سال کا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ اب اس کی روشنی میں ایک معین واقع کو لہجئے :

(۱) صحیح بخاری میں کتاب المغازی باب غزوة بنی المصطلق میں لکھا ہے : ”موسیٰ بن عقبہ کے مطابق یہ ۵۴ میں پیش آیا“

(ب) طبقات ابن سعد (طبع لندن جلد دوم حصہ اول صفحہ ۱۴۵) : یہ شعبان ۵۵ میں واقع ہوا۔

(ج) ابن ہشام (برحاشیۃ روض الانف للسہیلی جلد دوم صفحہ ۲۱۶) : یہ شعبان ۵۶ میں وقوع پذیر ہوا۔

کیا بیہقی کی توضیح کے بعد ان بینوں میں سے کسی ایک کو بھی جھوٹا یا کم از کم ناقص العلم فرار دیا جاسکتا ہے ؟ یقیناً ان بینوں کا ماخذ مدنی راوی ہونگے۔ اسی لئے سال کا تو فرق ہے ، ماہ کا نہیں۔ لیکن اگر راوی مکی اور مدنی دونوں قسم کے ہوں ، یا کم از کم باکیسی اور بے کیسیہ تقویموں کو ذہن میں رکھنے والے ہوں تو ماہ کا بھی فرق آتا ہے۔ مثلاً

معاهدہ حدیبیہ کے متعلق عام طور پر مؤرخ نسلیں کرتے ہیں کہ یہ ذی قعدہ ۶ھ کا واقعہ ہے۔ لیکن کتاب الخراج میں امام ابو یوسف لکھتے ہیں کہ رسول اکرم رمضان میں حدسہ گئے، اور تاریخ ابن کثیر میں ہے ”حدیبیہ کی صلح عروہ کے مطابق سوال میں طے ہوئی اور عروہ کا یہ بیان عجیب و غریب ہے“۔ لیکن اگر ہم اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ مکے میں جو مہینہ رمضان ہے وہ کبسہ کو سہار نہ کرنے کے باعث ۶ھ میں مدینے میں ذی قعدہ ہو سکتا ہے یہ بھی نہ بھلایا جائے کہ واقعی اور ابن سعد کے ہاں کسی واقع کی تاریخ بکرب یوں بیان ہوتی کہ رسول اللہ کے مدینہ آنے کے انے مہینے کے بعد۔ اس کا سہار محرم کی جگہ ربیع الاول سے کرنا ہو گا اور خلط ملط کا امکان بڑھ جائیگا۔

غرض تاریخ وریاضی و ہشت کے تعاون کے متقاضی یہ مسائل اس قابل ہیں کہ ان پر ایک سے زائد دماغ وقت واحد میں کام کریں۔
وباللہ الوفیوں

مسعود سعد اور امیر خسرو



از
سید ہاشمی فرید آبادی

(شائع شدہ اورینٹل کالج میگزین مئی ۱۹۶۳ء)

مسعود سعد اور امیر خسرو

۶۳۹ ہجری (۱۲۴۱ ع) میں چنگیزی مغول کے ہاتھوں ہمارے
 نہر لاہور کی تباہی، کئی اعتبار سے اسی خوفناک تباہ کاری کا نمونہ
 تھی جو ۱۷ سال بعد مدینۃ السلام بغداد میں تاریخ کا الم ناک سانحہ بن
 کر دنیا کو یاد رہی۔ مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہانا، ان کے آباد
 شہروں کو منہدم، ویران، خاکستر کر دینا کفار مغول کا عام مشغلہ
 تھا لیکن یہاں ہمارا اسارہ تہذیبی عواقب کی طرف ہے کہ جس طرح
 بغداد کی بربادی سے مسلم ثقافت کو صدمہ پہنچا اور مسلمانوں کی تہذیب
 کا سلسلہ (کم سے کم مشرقی ممالک سے) منقطع ہوا، کچھ اسی قسم کے
 تہذیبی رخنے لاہور کی تباہی سے پڑے اور ہندوستان کے مسلمانوں کی
 تاریخ میں ان ولایات کا، جو اب مغربی پاکستان کہلاتی ہیں، غزنوی
 دور بالکل بعید و بیگانہ ہو گیا۔ اہل اللہ اور بزرگان صوفیہ کو مستثنیٰ
 کرنا ممکن ہے ورنہ صدها ملوک و امرا کے نام اور کام مٹ گئے۔
 اہل علم و ادب کے بے شمار شاہکار انقلابات روزگار کی آندھیوں میں
 اڑ گئے جنہیں ہماری ہزار سالہ تعلیم و ثقافت کے اجزائے فائقہ ہونا
 چاہیے تھا۔ ادنیٰ مثال کے طور پر ذیل کا مختصر ادبی موازنہ پیش
 کرنے کی جسارت کی گئی ہے :

ممالک ہند میں امیر خسرو کی شاعری بے مثل شہرت و قبول سے
 بہرہ مند ہوئی۔ اس میں ان کے دوسرے اوصاف اور سب سے بڑھ کر ان
 کے مقدس و محترم پیر سلطان نظام الدین اولیاء کی دعائیں شامل حال

تھیں۔ براؤن ادبیات ایران کے مشاہیر اساتذہ میں امیر خسرو کو شریک نہیں کرنا لیکن ایرانی سخن شناس، مثنوی اور غزل میں انہیں صف اول کا شاعر ماننے پر مجبور ہیں۔ ہندوستان خاص میں ان سے پہلے کے چند نام اور جستہ جستہ نمونہ کلام ناریخوں میں سلامت رہ گئے (ناصری، روحانی، عمید، شہاب) لیکن بھول دھاؤنی، آفتاب خسروی کے طلوع ہونے پر یہ سب، چاند ناروں کی طرح ماند اور بے نور ہو گئے۔ امیر کے چار دیوان اور نو مثنویوں کا لشکر ابھی تک آراستہ استاد ہے۔ اس کے مقابلے میں بعد کا کوئی حریف میدان میں نہیں ٹھہرتا۔ لیکن حق یہ ہے کہ اداسات فارسی کے وسیع دنگل میں فصیدہ گوئی خاقانی و انوری پر ختم ہو گئی تھی اور غزل اور مثنوی میں بھی امیر خسرو حضرت سعدی رح اور نظامی رح کو استاد مان کر ہی اکھاڑے میں اترتے ہیں۔ (حسب روایہ مشہور) اپنے مرشد کی وجہ سے سعدی کی جلالت قدر کا عالم واقعہ میں مشاہدہ ہوا تو سر جھکانا پڑا اور خمسہ نظامی کے جواب میں پنج گنج لکھا تو ہزل گو عبید (زاکانی) نے وہ طعنہ دیا جسے خسرو کے مداح تک نقل کیے بغیر نہیں رہتے۔

نمی زبید خسرو را ز خامی
کہ سبکپخت در دیگ نظامی

تاہم امیر خسرو کی چار ناریخی مثنویاں ان کی بے نظیر یادگار ہیں۔ ایران (و ہند) کی افسانہ پسند، حقیقت دشمن ذہنیت کا تو ذکر ہی کیا ہے، شاید دنیا کی کوئی قوم بھی ایسی واقعاتی، سچی اور نفیس نظموں کا مجموعہ پیش نہ کر سکے گی۔ اس خصوص میں اہل تاریخ کا امیر خسرو کو یگانہ روزگار تسلیم کرنا بے جا نہ ہوگا۔

ادبی موشکافیوں سے قطع نظر کیجیے اور بحث کو ممالک ہند کی

فارسی ادبیات تک محدود رکھے تو آپ دیکھیں گے کہ امیر خسرو کے ترانے آج تک یہاں کی بزمِ حال و قال میں گونجتے ہیں اور ان کے پس منظر خصوصاً غزنوی لاہور کے سخن وروں کو دہلی و دواپ کیا، خود پنجاب نے بھلا دیا۔ عہدِ مغلیہ کی تاریخوں اور تذکروں میں اُس دور کے لاہور سے کم اعتنائی کی بعض نارینی اور نفسیاتی وجوہ عارض ہوئیں جن کی شرح کا یہ محل نہیں۔ غنیمت ہے کہ حالیہ شوقِ تحقیق نے وہاں کے دو بلند پایہ نغمہ طرازوں کو شہرِ خموشاں سے باہر نکالا اور ثابت ہوا کہ اسی روئےِ سندھ کے یہ لاہوری شاعر فارسی ادبِ عالیہ میں امیر خسرو سے کچھ کم مسلم الثبوت نہ تھے۔ ان میں بزرگ تر استاد ابوالفرج رونی گزرا ہے لیکن اس کے کلام کا صرف مختصر مجموعہ ایک روسی قدر شناس کے طفیل شائع ہو سکا (طہران ۱۳۴۵ ع) البتہ دوسرا، مسعود سعد سلمان اور اس کا ۱۸ ہزار شعر کا دیوان ایرانی فاضل یاسمی کی طبعِ جدید کی بدولت نقد و موازنہ کا بہتر موقع فراہم کرتا ہے۔

پہلی خصوصیت، جس میں امیر خسرو ایک طرف، شاہِ دنیا کا کوئی شاعر بھی مسعود سعد کا مقابلہ نہ کر سکے گا اس کی زندانی شاعری یا ”حبسیات“ ہیں۔ اصل میں وہ کئی دفعہ قید یا نظر بند کیا گیا جس کی مجموعی مدت ۱۳ سال گنوا تا ہے۔ قاسم خوانساری نے عہدِ حاضر میں مسعود کی شاعری پر غالباً پہلا مستقل رسالہ شائع کیا (طہران، ۱۳۱۷ ف) وہ اس کے ایک قید خانے ہی کے نام پر ”حصارِ نامے“ موسوم ہے اور زیادہ تر اس کے حبسیہ قصائد ہی سے بحث کرتا ہے۔

امیر خسرو سے مسعود کی ایک مماثلت عوفی کی اس اطلاع پر مبنی کی جا سکتی ہے کہ اُس نے ”ہندی“ میں بھی ایک دیوان شعر مرتب کیا تھا (بابِ الاباب۔ ۲۔ ص ۲۴۶)۔ علامہ آزاد بلگرامی اس روایت

کی تائید میں عوفی سے مقدم نظامی عروضی کا قول بھی پیش کرتے ہیں (خزانہ عامرہ، طبع بمبئی - ص ۱۵) خود مسعود کے موجودہ کلمات میں ہندی نگاری کا ذکر نہیں ملتا۔ اس وقت مسلمانوں کے لیے بہ چنداں لائق اظہار بات بھی نہ تھی لیکن سال مغربی ہندوستان میں آن دنوں کوئی مشترک ”ہندی“ زبان ناہمی مراسلت اور معاملات کا وسیلہ ضرور موجود تھی اور سلطان محمود اعظم رح کے آخر زمانے سے خاص غزنی میں ایک ہندی شعبہ وزارت قائم کیا گیا تھا۔ افسوس ہے مسعود کا یہ ہندی کلام بالکل معدوم ہو گیا اور زبان کی صحیح نوعیت کا کوئی تعین اب نہیں ہو سکتا ناہم عوفی کی روایت نا قابل یقین نہیں ہے۔ مسعود سعد لاہور میں پلا، بڑھا۔ آگے چل کر کچھ مدت جالندھر کا حاکم رہا۔ اس کی ذہانت سے مطلق بعد نہیں کہ مقامی بولی سے واقف اور یہاں کی کسی ”ہندی“ میں شاعری کر گیا ہو۔ رہا اس کا ضائع ہو جانا ہو مسعود کا عربی کا دیوان، ایک خلاصہ ساہ نامہ اور خود فارسی کلام کا ایک حصہ بھی بقینا ضائع ہو چکے ہیں۔ ادھر اسیر خسرو کے جو ہندی یا ہندی آمیز اشعار، گب وغیرہ گلے جاتے ہیں، ان کا ہی کوئی مستند مجموعہ ہم تک سلامت نہیں پہنچا ہے۔

آگے بڑھے سے پہلے مسعود سعد کا مختصر حال دہرا لینا مناسب ہوگا فاضل یاسمی نے اس کے دیوان کی تصحیح کی اور طبع (مکرر) کے ساتھ شاعر کے حالات مقدمہ دیوان میں بڑی تحق و تدقیق سے فراہم کیے۔ (طہران ۱۳۱۸، اللہی) ہمارا خاص ماخذ وہی ہے۔ مسعود کا باپ سعد سلطان ۳۷۲/۱۰۳۶ء میں غزنوی ”ولایت ہند“ کا مستوفی یعنی صدر محاسب مقرر ہو کر لاہور آنا اور یہیں متوطن ہو گیا جسے مسلمان فاتح آن دنوں ایک بارونق بڑا شہر بنا رہے تھے۔ مسعود کی ولادت ۳۵۵ھ/

۱۰۴۴ یا کچھ بعد لاہور ہی میں ہوئی۔ سہری وطن کے ”فرزند“ ہونے کی اصطلاح آج سے نو سو برس پہلے ایک پرائر حبسبہ طعمے میں استعمال کر گیا ہے :

اے لاہور ویک بے من چگونہ
بے آفتاب روسن ، روشن چگونہ
ناگہ عزیز فرزند از تو جدا سدست
با درد او بہ نوحہ و شون چگونہ
(دیوان ص ۴۹۳)

اس قصیدے میں صراحہ کی ہے کہ میرے باپ کی جاگیر ، میرے اہل و عیال اور دو بہنیں لاہور میں ہیں۔ مسعود کی تعلیم کا کچھ زمانہ دارالسلطنت غزنی میں گزرا جو ان دنوں عام و فن کی بھی راجدہانی ہو گیا تھا۔ یہ سلطان محمود اعظم کے پوتے ابراہیم ابن مسعود کا عہد سلطنت (۱۰۹۹-۱۱۰۱/۱۰۹۹) تھا۔ اس اقبالمند بادشاہ کے ایک بیٹے کا نام بھی محمود تھا جو ۵۴۶ھ سے ۱۰۸۸/۱۰۸۸ تک غزنوی ولایت ہند کا نائب السلطنہ اور شہر لاہور کی تعمیر و تزئین میں نمایاں حصہ دار تھا۔ اس سے بعد کے تاریخ اور تذکرہ نویسوں نے اسے اپنے نامور بردادا سے ملتبس کر دیا ہے۔ حالانکہ غزنوی دربار سے اسے ”سبب الدولہ“ اور خلافت بغداد سے ”صنع امیر المومنین“ کے امتیازی خطابات دئے گئے تھے۔ ہمارا شاعر اس شہزادے کا ندیم خاص تھا اور غالباً اسی وجہ سے جب یہ شہزادہ معزول و معتوب ہوا تو اس کا مداح شاعر بھی قلعہ دھک میں قید یا نظر بند کیا گیا (اسے موجودہ سرحد افغانستان کا ”ڈکھ“ خیال کیا گیا ہے) کئی قصیدے اس مصیبت کی یادگار ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے محبوس شاعر کی یہ فریاد و فغان ارباب حکومت کو ناگوار گزری اور وہ دو اور قید خانوں

میں ڈالا گیا ، جہاں پہلے سے زیادہ سختی کی جاتی تھی ۔ آخر دس برس قید
بٹ کر سلطان ابراہیم کی عنایت سے معافی اور لاہور آنے کی اجازت ملی
(دیوان ، ص ۲۵۲)

چند سال بعد جب سلطان ابراہیم کا بیٹا علاء الدولہ مسعود ثالث
باب کا جانشین ہوا (صاحب ”چہار مقالہ“ نے ابراہیم کو واقعی سال
وفات سے ۲۰ برس پہلے مرحوم بنا کر غلطان کھائیں اور دوسروں کو
سلط فہمی میں ڈال دیا تھا) تو لاہور کی امارت اس کے فرزند عضدالدولہ
سیر راد کو تفویض ہوئی (۱۰۹۹/۴۹۲) اسی کے دور امارت میں مسعود
خاندہر کا حاکم اور کئی سال رئیسانہ زندگی بسر کرنا رہا یہاں تک کہ
اس کا مربی وزیر ابوالصبر نرسی عتاب ساہی کی جھپٹ میں آیا اور اسی
۔ دمے کے سلسلے میں ہمارا ساعر بھی معزول اور ایک مرتبہ پھر نظر بند
داگما ۔ اس نظر بندی میں زیادہ تکلیف و مشقت نہ تھی پھر بھی سردیوں
میں گرم نچمل کو یاد کرنا تھا ”جس سے لاہور کی خوشبو آئے“
”نچملے ناید از خدا وندم۔ کہ ازو یوی لاہور آید“

(ص ۵۹۴)

اسی حراسہ میں فرآن مجدد حفظ کیا اور شاید اسی کی برکت سے فناعت کا
نہ سنی سکھا کہ اہل قلم کو حکومت و سیاست راس نہیں آتی ۔ اس
مرتبہ آزاد ہونے کے بعد باقی زندگی نایہ تخت غزنی میں گزاری جہاں
ساہی کتب خانے کا مہتمم (: کتاب دار) (اور سلطان مسعود ، ارسلان ،
ہرام) نین بادشاہوں کی مصبہ خوانی کرنا رہا ۔ لاہور کی شصت سالہ
زندگی میں بے در بے ایسی تکلیفیں اٹھائی نہیں کہ پھر اس وطن عزیز سے
دل بیزار ہو گیا ۔ ایک قصیدے میں ان خیالات کا اظہار کرتا ہے ۔

(ص ۳۸۱) :

درد دل من، بہ ایزد، ارماند ذرہ از ہوائ ہندستان
چہ کنم من بہ لاهور آخر نزد آن قوم بے سر و سامان
کے کشد دل بہ بفعے کہ شود تالئی دوزخے بہ ناپسنان

ارسلان اور بہرام غزنوی کے مدحیہ قصائد سے مسعود کا شاعر دربار اور
مقرب سلطان ہونا نایا جانا ہے۔ حسب روایت ۵۱۵/۱۲۲۱ میں وفات
ہائی اور غزنی کے باہر اپنے باغ میں دفن ہوا۔

اس زمانے کے مذاق کے مطابق مسعود سعد قصیدہ نگار شاعر تھا۔
یہ صنف شعر غزنوی اور سلجوقی ترک سلاطین کی سر پرستی میں نقطہ کمال
کو پہنچی۔ مگر معاصر اساتذہ (حضرت سنائی، خطیبی، راشدی اور خود رونی)
مسعود سعد کے فضل و شرف کو تسلیم کرتے ہیں۔ سلجوقی دربار کے
ملک الشعرا امیر معزی نے یہاں تک مبالغہ کیا ہے کہ :

در مجلس بزرگان خالی مباد ہر گز پیرایہ بزرگی مسعود سعد سلمان
آن ساعر سخن ور کز نظم او نکوتر کس درجہاں کلامے نشید بعد قرآن
اگلی صدی کے مشہور نقاد شمس الدین رازی صاحب معانی... نے اسے
”فحول شعرا“ میں شمار اور مختلف صنائع کی نظیر میں مسعود کا کلام پسند
کیا ہے۔ (طبع براون، ص ۲۳۳ وغیرہ) غرض اس میدان میں امیر خسرو
ہمارے لاهوری شاعر کے حریف نہیں مانے جائیں گے۔ دوسری طرف فارسی
شاعروں میں غزل گوئی اس وقت تک حسن بیان اور اسالیب فصاحت میں
وہ بلندی اور وسعت نہیں پا سکی تھی جو عہد سعدی رح میں اسے نصیب
ہوئی۔ مسعود سعد کی معدودے چند غزلیں بھی قصیدے کا آہنگ رکھتی
ہیں۔ امیر خسرو کے غرۃ الکمال کی شیرینی اور سلاست کے سامنے ان کی
کچھ حقیقت نہیں۔ البتہ ایک غزل جو عاشقانہ رنگ میں مسلسل لکھی،
لائق ذکر ہے :

گنم کہ چند صبر کنم اے نگار، گفت ”ناہب عمر“ گنم رنجہ مدار، گفت
 ”بے رنجہ عشی نبود“، گنم ”نیم برج“ فرسودہ چند باسد ازین اے نگار، گفت
 . الخ .
 اس قسم کا گنم گننا کا مکالمہ امیر خسرو اور بعد کے شعرا کی بھی زیر مسمی
 رہا لیکن ممکن ہے اس کا آغاز مسعود کی غزل سے نا اس کے زمانے
 میں ہوا ہو ۔

امیر خسرو کی تاریخی مثنویاں ، جیسا کہ اوپر بیان ہوا ، بے نظیر
 ہیں ناہم مسعود کے فصائد اور بعض قطعات اس دور کی تاریخ کے گمسدہ
 حلقے تلاش کرنے میں ہمیں مدد دیتے ہیں ۔ ایک نئی طرز کی مثنوی
 ”برم نسر زاد“ نے نام سے شامل کلام ہے جسے فاضل یاسمی اعلیٰ
 درجے کا ”سائر“ (= تمثیل) قرار دیتے ہیں ۔ اس میں سہزادہ
 نائب السلطنت لاہور کی رسمی مدح کے بعد اس کی مجالس طرب کا نفسہ
 دکھایا ہے ۔ خاص خاص ندیم نام بہ نام مذکور ہیں ۔ ان کی (بہ معمول
 شاعر) بڑے لطاف سے کردار نگاری کی گئی ہے اور چند ارباب نساط کے
 واقعی حالات اور کمالات تحریر کیے ہیں ۔

مسعود نے ہندی ”بارہ ماسہ“ کی طرح فارسی مثنویوں اور دنوں
 پر بھی مختصر نظمیں لکھیں ۔ دنوں کے نام ندیم ایرانی رہنے دیے (جسے
 اسد روز، بہمن روز وغیرہ) لیکن ان اصناف سخن میں اس کا ”سپر آسوب“،
 سب سے عجب تصنیف ہے جس میں سو کے قریب چھوٹے چھوٹے قطعات
 شامل ہیں ۔ ان میں معاشرے کے مختلف طبقات یا افراد کے عنوان سے
 مثنوی سخن کی گئی ہے ۔ اشعار میں واقعی اور کام کی بایں کم ہیں لیکن
 نوری نظم کو پڑھیے تو غزنوی لاہور کے تمدن کا تصور ذہن میں گھومنے
 لگتا ہے ۔ مثلاً ، ہشوں اور پیشہ وروں کے نام یہ ہیں : زرگر ۔ آہن گر ۔
 دروگر (= مستری) نیر گر ۔ عطار ۔ طبیب ۔ منجم ۔ فال گیر ۔ شناور ۔

کشتی گیر - نغ زن - چوگان باز - فصاد - صاد - کبونر باز - وغیرہ
 (۲) اہل علم و فن : قاضی - قتبہ - ہندسی - نجومی - (= ہات دان)
 شاعر - فلسفی - صوفی - قلندر - واعظ - (۳) ارباب نشاط : نے نواز -
 رفاص - پاکوب - طبال (طبلجی) - بربطی - خنکی وغیرہ

معسوفوں کی متعدد قسمیں لکھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ
 برائے لاہور میں اس جنس کی افراط بھی - پوری نظم خاصی طولانی ہے
 (تقریباً تین سو شعر) - ہمارے علم میں امیر خسرو یا اور کسی شاعر نے
 اس صنف خاص میں طبع آزمائی نہیں کی ”ال نامے“ نثر میں لکھے گئے -

مجموعی طور پر یہ کہنا تو جائز نہ ہوگا کہ مسعود سعد کا کلام
 امیر خسرو سے بہتر ہے لیکن عثمیہ تغزل سے قطع نظر، موضوعی اور
 معروضی دونوں اعتبار سے ہم اسے زیادہ جاندار اور زیادہ دلکشا فرار
 دے سکتے ہیں - اور نہ اسی قسم کا باریک فرق ہے جیسا کہ قرن ہجری
 و ہستم ہجری کے (ایں روئے دجلہ) مسلمانوں کی عام سپرٹ و خصائل
 میں محسوس ہوگا -

زمانہ : مسعود سعد سلمان ۳۳۵-۱۱۲۱/۱۱۱۱

امیر خسرو ۶۷۱-۱۳۲۵/۱۳۱۵

ابوالفضل کا مذهب

از

ڈاکٹر ظہور الدین احمد

لکچرار شعبہ فارسی، گورنمنٹ کالج، لاہور

(مطبع شدہ : اورینٹل کالج سکریٹری مٹی اگسٹ نمبر ۱۹۶۴ء)

ابوالفضل کا مذہب

اس میں کوئی شک نہیں کہ اکبر بادشاہ نے نہ صرف اسلامی اعمال کو ہی ترک کیا بلکہ وہ اسلامی اصول و عقاید سے بھی منحرف ہو گیا تھا۔ اس نے مشرکات سے شادناں کیں۔ تناسخ کا وہ قائل تھا^۱۔ آفتاب برستی اس کا شعار تھا۔ وہ سورج کو حضرت نیراعظم پکارتا تھا اور سنسکرت میں سورج کے نام لے کر مالا جپتا تھا^۲۔ آتنس پرستوں کی آتنس فروزی بھی اسے مرغوب تھی^۳۔ اس کے محل میں رات دن آگ روشن رہتی تھی۔ بدھوں اور جینیوں کی تقلید میں جبوہتیا کو بہت بڑا جرم سمجھتا تھا۔ اس نے دیگر مذاہب کو ملا جلا کر ایک ملفوبہ سا تیار کیا اور اس کا نام دین الہی اکبر شاہی رکھا۔ ابوالفضل چونکہ اس کا دست راست تھا۔ اس کا معتمد علیہ تھا۔ سفر و حضر میں اس کے ساتھ رہتا تھا۔ خلوت و جلوت میں اس سے مشورے ہوتے تھے۔ مذہبی محفلوں میں وہ پیشرو تھا۔ اس لیے اکثر کو یہی گمان ہوا کہ اکبر کو منحرف کرنے والا اور اسلامی بنیادوں کو اکھاڑنے والا یہی مرند بے دین ابوالفضل، اس کا بھائی فیضی اور اس کا باپ شیخ مبارک تھا۔ یہ الگ موضوع ہے کہ اکبر کو دین اسلام سے منحرف کرنے میں ابوالفضل کا کہاں تک ہاتھ تھا۔ اس وقت ہم صرف اپنی بات کو یہیں تک محدود رکھیں گے کہ آیا واقعی ابوالفضل بھی بے دین ہو چکا تھا۔ مسلمانوں نے تو اس کو کفر والحاد کی آماجگاہ

(۱) منتخب التواریخ (نولکشور ایڈیشن) صفحہ ۲۲۳ -

(۲) ایضاً صفحہ ۲۳۷ -

(۳) ایضاً صفحہ ۲۲۳ -

نمائے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ ابوالقاسم رفیق دلاوری نے تو ان کو ائمہ نلیس میں سے ایک امام شمار کیا ہے^۱۔ سب سے بڑا الزام نرائس کو اس کا ہم عصر اور درباری ملازم ملا عبدالقادر بدایونی ہے۔ اس ملا کی شہادت پر متاخرین نے اپنے خیالات کو اس کا ہم نوا بنا لیا۔

ملا جی گوھر افسانی کرتے ہیں :

”نمار روزہ و حج پس ازان سافط سندہ بود و بعضی اولاد الزنا چون سر ملا مارک، ساگرد رشید، سیخ ابوالفضل رسائل در باب مدح و تسخر این عبادات بدلائل نوسہ و مقبول افادہ باعث برین گشت“^۲

ابوالفضل کی خوس نصیبی سمجھے کہ اس کے چند نجی خطوط حوادث رورڈر سے بچ کر محفوظ رہ گئے ہیں جن کے مطالعہ سے اس کے اصلی عبادت پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ خطوط رفعت ابوالفضل کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ خطوط اس نے اپنے زمانے کے مقتدر علما اور صوفیہ کرام کو لکھے ہیں۔ ان میں جابجا قرآن مجید اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بڑی عزت و احترام سے کیا ہے۔ مثلاً سیخ عنان دہلوی کے نام خط صفحہ ۱۱۸ پر۔ صدر جہاں کے نام صفحہ ۱۲۲ پر اور سیخ نظام ہانی ہتی کے نام صفحہ ۱۲۳ پر ملا حفظ کیجئے۔ سیخ بوالفتح خیرآبادی کے نام خط میں قرآن مجید اور رسول اکرم کا تذکرہ اس طرح کیا ہے :

”ابزد تعالیٰ و تقدس وجود شریف، عنصر لطف، محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و ازواجہ اجمعین بہترین مخلوقات

(۱) ائمہ تالیس رفیق دلاوری لاہور۔

(۲) مستخب التواریخ صفحہ ۲۳۰۔

اولی و آخری گردانید۔ اور ادر حسن خلق و نیکو سیرت در قرآن مجید و فرقان حمید یاد کرد و وجود باجود آن سعادت مند دارین بحلم و علم و خلق و وفار و تمکین تخمیر نموده و اخلاق حمیده اورا بسن از جمیع موجودات و بیش از تمام مخلوقات در وجود آورد،^۱

اس عبارت کو پڑھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک اسلام سے باغی اور احکام خداوندی کا نافرمان شخص اللہ کی کتاب اور اس کے سمبر کے متعلق اس قدر پختہ یقین کا کیسے اظہار کر سکتا ہے۔ یہ خطوط پڑھ کر مجھے شبہ ہوا تھا۔ ممکن ہے یہ خطوط اس زمانے سے پہلے کے لکھے ہوئے ہوں جب اکبر نے اسلام کو خیر باد کہا اور دین الہی جاری کیا اور جس میں ابوالفضل بھی شامل ہوا۔ لیکن یہ شک دور ہو گیا جب مولانا عصمت اللہ کے نام وہ خط مل گیا جس کے آخر میں سنہ ۱۰۰۴ ہجری یعنی ۱۵۹۵ عیسوی خط لکھنے کی تاریخ بھی موجود تھی۔ اس خط میں وہ مکتوب علیہ کے لیے دعائیہ کلمات یوں لکھتے ہیں۔

”آن علامہ روزگار را رجاءہ شریعت غرای محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ و ازواجہ مستقر داراد،“^۲

یہ خط دین الہی ایجاد ہونے یعنی ۱۰۸۲ سے تیرہ سال بعد لکھا گیا تھا۔ اس سے بخوبی واضح ہونا ہے کہ ابوالفضل شریعت محمدی کو کس نظر سے دیکھتا تھا۔

اب خاص طور پر نماز روزہ حج کے متعلق اس کے عقاید و اعمال کا حال بھی سن لیجیے۔ نماز کے متعلق قاضی عبدالستار کو لکھتے ہیں :

”خلاصہ وقت را تلاوت قرآن مجید و فرقان حمید بسر بردہ و شب

بیداری و سحر خیزی را بخود از جملہ اورا دو عادات قرار دادہ

(۱) رقعات ابوالفضل، نولکشور، صفحہ ۱۱۶۔

(۲) رقعات ابوالفضل، صفحہ ۱۰۰۔

وابواب عبودیت حق تعالیٰ پر روی دل کشادہ ،^۱
 ہو سکتا ہے کہ جب اکبر نے نماز با جماعت کو ترک کر دیا اور سرکاری
 طور پر منع کر دیا تو ابوالفضل نے بھی دربار سے اٹھ کر نماز پنجگانہ
 کو ترک کر دیا ہو لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز و عبادت و ذکر
 الہی سے غافل نہیں رہا۔ شب بیداری ، سحر خیزی اور ننہائی کی گھڑیوں
 میں رحمت خداوندی قبول کرنے کے لیے وہ اپنے دل کے دروازے کھلے
 رکھا تھا۔

سیخ عبدالبی کو جو خط لکھا ہے ، اس میں حج پر جانے کی
 خواہش کا اظہار کیا ہے لیکن ساتھ ہی بادشاہ کی طرف سے اجازت نہ ملنے
 کی محسوس بھی ظاہر کی ہے۔ پھر بھی اس سے السجا کی ہے کہ وہ
 روضہ اقدس میں پہنچ کر بارگاہ ایزدی میں گناہوں کی بخشش کے لیے
 دعا مانگے^۲۔ نظام بانی ہی کو جو خط لکھا ہے اس میں حج پر جانے اور
 مکہ مدینہ میں حاضر ہونے کا جس والہانہ انداز میں شوق کا اظہار کیا
 ہے ، وہ ان اسعار سے ظاہر ہے جو اس خط میں لکھے ہیں :

کی بود یارب کہ رو در یثرب و بطحا کم
 گہ بکہ منزل و گہ در مدینہ جا کم
 برکنار زمزم بر کم یک زمزمہ
 از دو چشم خون فشان آن چشمہ را دریا کم
 بارسول اللہ بسوی خود مرا راہی نما
 ناز فرق خود قدم سازم و دیدہ پاکم^۳

روزہ کے متعلق اس کی تحریروں میں ذکر نہیں آیا۔ اغیار نے بھی اس
 کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔

(۱) رقعات ابوالفضل ، صفحہ ۱۰۲ - (۲) ایضاً صفحہ ۱۹۷ -

(۳) ایضاً صفحہ ۱۲۳ -

ہادیونی نے ایک الزام یہ لگایا ہے کہ ابوالفضل بھی تناسخ کا قائل تھا۔ چنانچہ وہ اپنی تاریخ میں ۹۹۰ ہجری کے تحت واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جب اعظم خاں کو کہ بنگال سے واپس آئے نو اثنائے گفتگو میں شاہنشاہ نے اس سے کہا کہ ”مسئلہ تناسخ کی صداقت کے متعلق قوی دلائل کی بنا پر ہمیں پورا یقین ہو چکا ہے۔ شیخ ابوالفضل آپکو اس طرح سمجھائیں گے کہ آپ ضرور اس عقیدہ کو قبول کریں گے“ تناسخ یہ ہے کہ یہ دنیا غیر مختتم ہے۔ قیامت نہیں آئے گی۔ اعمال کا حساب وہاں نہیں ہوگا۔ ہم اسی دنیا میں اعمال کی سزا پاتے ہیں۔ اپنے کرموں کا پھل بھوگئے کے لیے ہماری روح ایک جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں داخل ہوتی ہے۔ جیسی روح ویسا ہی اس کو جسم ملتا ہے۔ انسانی روح کتنے بلی اور گلے کے جسم میں بھی جا سکتی۔ اسی طرح آواگون کا یہ چکر بدستور قائم رہتا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک یوم آخرت کا اعتقاد بنیادی حنیت رکھتا ہے۔ ابوالفضل کی اپنی تحریروں میں اس عقیدہ پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ اپنے بھائی فبضی کے لیے ایک خط میں یوں دعا گو ہے۔

باولیاہ اللہ در قیامت محشور شوید

اور پھر اپنے لیے دعا مانگتا ہے۔

الہم احشرنا فی زمرۃ الصالحین والمغفورین^۲

یوم آخر اور حشر و نشر کے اعتقاد سے تو تناسخ کی ساری عبارت متزلزل ہو جاتی ہے۔

ایک اور بہتان تراش مائرا لامراء کے مصنف کا بیان سن لیجئے۔
”جنت مکانی خود می نویسد کہ چون شیخ ابوالفضل پیدرمن

ذہن نشن کردہ بود کہ جناب خمی ساہی فصاحت تمام داست - فرآن
کلام اوس - لہذا وف آمدنس از دکن نہ برسنگہ دیوگمت کہ بفل آرد -
بعد ازین بدرم ازین اعتماد برگشت،^۱ -

نہ سان محض الزام ہے اور ابوالفضل کو - نام کرنے کے لئے ترسا گیا ہے -
فرآن مجدد کے معلق ابوالفضل کا عقدہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں - مآثر الامراء
کے مصنف نے خدا جانے جہانگیر کا نہ سان کہاں سے نقل کیا ہے -
بورک جہانگیری اور امالنامہ جہانگیری ہمارے سامنے ہیں - ان میں
اس قسم کا کوئی بیان نہیں - جہانگیر نے ابوالفضل کے صل کی وجہ بیان
کی ہے لکن مذکورہ بالا وجہ نہیں لکھی - ہم جہانگیر کا انسا مصدعہ
بیان یہاں نقل کرتے ہیں -

” در اواخر عہد بدر بزرگوارم سح ابوالفضل کہ از نسخ زادہ ہای
ہندوستان بمزب فصل ودائاتی اسماز نام داس و ظاہر خود را بزبور
احلاص آراستہ بمبارک گران سگ نہ بدرم فروجنہ بود - از صوبہ دکن طلب
داسد و چون خاطر او امن صاف نمود - ہمسہ در ظاہر و باطن سخنان مذکور
میساحت و درین انام کہ بنا بر اسناد فتنہ انگیزان خاطر مبارک والد
بزرگوارم فی الجملہ ارمن آزدگی داس، نین بود کہ اگر دول ملایم
در بابد، باعث زیادتی آن غبار حواہد گس و مانع دولت مواصلت گردیدہ
کار بجای حواہد رساند کہ بصورت از سعادت خدمت محروم باید گردند
و چون ولایت برسگہ دیو بر سر راہ او واقع بود، و دران ایام در جگہ متمردان
جاداشت، باو بیغام فرستادم کہ اگر بر سر راہ بران منشد فتنہ انگیز گرفتہ
او را نیست و نابود سازد، رعایت ہای کلی ازین خواہد یافت - توفیق
رفیق او گشتہ - در حینی کہ از حوالی ولایت اومبگدشت، راہ براو بست و

باندک ترددی مردم اورا پریشان و متفرق ساخہ اورا بتل آورد و سر اورا در آلہ آباد نزدمن قرسناد^۱

اقبالنامہ جہانگیری کے مولف نے جو واقعہ نقل کیا ہے، اس سے تو ظاہر ہونا ہے کہ ابوالفضل قرآن کو کلام خداوندی مانتا تھا اور قرآنی تفسیر کی اشاعت کا بھی خواہشمند تھا۔ چنانچہ اس نے اکبر کی ناراضی کو بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ اس نے لکھا ہے: ۱۰۰۷ ہجری یعنی اپنی وفات سے چار سال پہلے ابوالفضل نے اپنے باپ کی لکھی ہوئی تفسیر کے کافی نسخے اسلامی ممالک میں بھیجے اور بادشاہ نک کو خبر نہ کی۔ جہانگیر جو ابوالفضل سے ناراض تھا، اس نے اکبر کے سامنے اس بات کی شکایت بھی کی اور اکبر ناراض بھی ہوا^۲۔

صاحب مآثر الامراء نے ابوالفضل پر یہ بھی الزام لگایا ہے کہ وہ آذرکیوان کی تحریک کو قرآن سے زیادہ فصیح جاننا تھا۔ ہم اسکا بھی جائزہ لیتے ہیں۔ اس کا تفصیلی بیان یوں ہے:

”فرمانی بطلمب آذرکیوان (کہ سرآمد مجوسہان ایران دیار بود) رہم بذیرفت۔ او عذر خواست و نامہ از مؤلفات خود (کہ مشعر سنائیں مجردات و کواکب و متضمن نصایح و حکم بود) فرستاد مشتمل بر چہارہ جزو۔ ہر سطر نس فارسی بحت بود و نصیحت آن عربی و چون قلب میکردند، ترکی و باز مصحف آن ہندی میشد و نسخ ابوالفضل میگفت کہ این نامہ افصح از قرآن است“^۳

مصنف نے اس بیان کے ماخذ کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن یقیناً یہ سارا بیان دبستان المذہب سے ماخوذ ہے۔ اصل تحریر یہ ہے:

(۱) توزک جہانگیری، سرمد ایڈیشن، ۱۸۶۳ء، ص ۱۰-۱۱۔

(۲) اقبالنامہ جہانگیری، ص ۳۵۶-۳۵۸۔

(۳) مآثر الامراء ج ۲، ص ۳۸۵-۳۸۶۔

”نامہ ہا بہ آذرکیوان کہ سرگروہ یزدانیان و آبادانیان بود، بنشتند و اورا بہ ہند طلبیدند۔ آذرکیوان از آمدن عذر خواست۔ نامہ از نصائب خود فرسناد در ستایس واجب الوجود و عقول و نفوس و سیاوات و کواکب و عناصر و درنصاح بادشاہ۔ مستمل بر چہار دہ جزو ہر اول سطر آن ناری بخت دری بود۔ نصحبف آن مبخواندند عربی مشد و جون قلب مکردند، برکی بود۔ خون نصحبف آن مبخواندند، ہندی می گشت۔ نواب علامی سح ابوالفضل اعتقادی تمام باذرکیوان داست“

ان دونوں عبارتوں کے سائل سے ظاہر ہے کہ ابوالفضل نے آذرکیوان کی تحریر پر کیا بیان دیا ہوگا۔ ابوالفضل جسما عالم نسخہ کسی ایک پارسی کی تحریر کو قرآن سے افضل نہیں بتا سکتا۔ یہ محض بہناں ہے۔ مرا ہو یہ خیال ہے کہ سارا سان ہی جعلی ہے۔ دنیا کی کوئی زبان اس قسم کی سببہ گری الفاظ کی محمل نہیں ہو سکتی کہ اصل فارسی ہو۔ اس کے نقطے بدلے ہو عربی بن جائے۔ اس کو الٹے تو نہ کی ہو جائے۔ اور پھر نقطے بدلے تو ہندی بن جائے۔ تاریخ ادبیات میں اس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ یہ ہو کسی پارسی نے اسے مرشد کی فضیلت دکھانے کے لیے یہ بیان گھڑا ہے۔

تاریخ عالم آرای عباسی کے مصنف نے بھی سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے ابوالفضل کو نتطوی، حشر و نشر کا منکر اور اکبر شاہ کو دین اسلام سے منحرف کرنے والا لکھا ہے۔ مگر خبر یہ ہے کہ اس نے آخر میں لکھ دیا ہے کہ اصل حقیقت کو خدا جانے۔ اسکی اصلی عبارت یہ ہے :

”از واردین دیار ہند مسموع سد۔ کہ سخ ابوالفضل ولد شیخ

مبارک کہ از ارباب فضل و استعداد ولایت ہند در ملازمت بادشاہ عالیجہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ تقرب و اعتبار تمام یافتہ بود و این مذہب داشت - او بادشاہ را بکلمات واهیہ و سبع المشرب ساختہ از جادۂ شریعت منحرف ساختہ بود - منشوری کہ باسم مرسد احمد کاشی انشاء نمودہ فرستادہ بود ، در میان رسالہای او ظاہر شد ، دلالت بر این معنی نمود - العلم عند اللہ و هو عالم بمغایق الامور،^۱

اس عبارت میں احمد کاسی اور اس کے مذہب کا ذکر آیا ہے - جس کا معتقد ابوالفضل بھی نہا - تاریخ عالم آرای عباسی کے مصنف نے خود ہی تصریح کی ہے :

احمد کاسی - در میان کتب و رسالہا کہ در علم نقطہ نوشتہ بود ، ظاہر شد کہ آن طایفہ بمذہب حکماء عالم را قدیم شمرده اند و اصلاً اعماد بمشتر اجساد و قیامت ندارند و مکافات و حسن و قبح اعمال را در عافیت و مذلت قرار دادہ بہشت و دوزخ ہاں را می شمارند نعوذ باللہ ازین اعتقادات فاسدہ^۱

مصنف نے ابوالفضل کی تحریر بیش نہیں کی جس سے اس کے الزام کی تصدیق ہو سکتی - اس لیے یہ محض الزام ہی رہے گا - ابوالفضل حسر و نسر کا معتقد تھا - اس ضمن میں ہم پہلے تحریری ثبوت پیش کر آئے ہیں -

ابوالفضل بر سب سے اہم اعتراض یہ ہے کہ وہ دین الہی میں شامل ہوا - ہدایونی کے قول کے مطابق جو شخص دین الہی میں شامل ہوتا تھا وہ ایک عہدنامہ پر دستخط کرتا تھا - اس کے الفاظ یہ تھے :

میں اس تقلیدی و مجازی اسلام کو چھوڑتا ہوں جو میں نے اپنے

باب دادا کے ہاں دیکھا اور سنا ہے اور ان چارگانہ مراتب
اخلاص کو قبول کرنا ہوں یعنی مال کی قربانی - جان کی قربانی -
ناموس کی قربانی اور مذہب کی قربانی^۱

اب سوال یہ پیدا ہونا ہے کہ آیا وہ شخص جو دین الہی میں
شامل ہونا نہا کیا وہ مسلمان رہا نہا یا نہیں - ابوالفضل کی تحریروں
سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ دین الہی کا سرو ہوتا ہوا بھی وہ شخص
مسلمان رہا نہا - اس لیے عہد نامہ میں اسلام تبدیلی و مجازی چھوڑنے
کا وعدہ کیا ہے نہ کہ اصلی و حقیقی اسلام چھوڑنے کا - اور چارگانہ اخلاص
مطالبہ کرنے کا مقصد یہ نہا کہ اکبر اپنے ارد گرد مخلص کی ایسی
جانب پیدا کرنا چاہا نہا جو اس کے لیے جان ، مال ، آبرو اور مذہب
نک قربان کرنے کو تیار ہو - یہ چارگانہ اخلاص کا تصور سنسکرت کی
کتاب کلہ، دمنہ سے لیا گیا - اس میں چار قسم کے دوستوں کا ذکر ہے -
اول وہ جو دوست کی خاطر مال و دولت قربان کرنے کو تیار ہوں -
دوسرے وہ جو جان دینے کے لیے حاضر ہوں - تیسرے وہ جو اننی عزت
و آبرو قربان کرنے کے لیے موجود ہوں - اور چوتھے وہ جو مذہب نک
کو خیر باد کہنے پر آمادہ ہوں^۲ -

اسلامی نقطہ نظر سے ایک اور باب قابل اعتراض یہ تھی کہ
سروان دین الہی اپنے مرشد یعنی بادشاہ کے سامنے سجدہ کرتے تھے -
ابوالفضل نے اس کو سجدہ نبایس ، اور سجدہ سپاسگزاری کہا ہے^۳ اور
سجدہ عبودیت سے اس کو الگ خیال کیا ہے - اکثر صوفیہ بھی اس کو
محبوب نہیں سمجھتے اور انے مرشد کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور بعضوں
نے ایسے سجدہ سپاسگزاری کے لیے قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ

(۲) عیار دانش ، ص ۶۳۳ -

(۱) منتخب التواریخ ص ۲۳۹ -

(۳) ائین اکبری ، ص ۱۵۷ -

کہا ہے جہاں یہ ذکر ہے کہ حضرت یوسف کے بھائیوں نے حضرت یوسف کے سامنے سجدہ کیا - آیت یہ ہے - فقہوالہ ساجدین^۱

اللہوں پر یہ بھی واجب تھا کہ وہ کسی کی موت کے بعد ضامنیں نہ کریں بلکہ وہ شخص اپنی زندگی میں ہی خیرات کرے - جہاں نک ممکن ہو گوشت نہ کھائیں - اپنے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور نہ کھائیں - قصابوں ، ماہی گیروں اور سنکاريوں کے ساتھ بیٹھ کر ایک ہی رتن میں نہ کھائیں - حاملہ ، بوڑھی ، بانجھ اور کم عمر عورتوں سے اختلاط نہ کریں۔^۲ کسی ہنگامی ضرورت یا مجبوری کے وقت تو شاید یہ احکام انفرادی یا اجتماعی طور پر مفد ہوں لیکن ان کی ہر وقت اجباری پابندی تو ضرر رساں ہو سکتی ہے - ابوالفضل بڑے جاہ و منصب کا آدمی تھا - اس لیے شاید ہی ان احکام پر عمل کرنے کی ضرورت پڑی ہو - اس کا دسترخوان بڑا وسیع تھا اور وہ خود بھی بڑا خوش خور تھا اور گوشت کھانا اس نے ترک نہیں کیا تھا - اس کی چار بیویاں تھیں اور صرف ایک ہی سے بٹا پیدا ہوا تھا - اس لیے بانجھ عورتوں سے اختلاط کی ممانعت پر ناساں ہی عمل ہوا ہو - باقی حدود و قیود موزوں و مناسب ہو سکتی ہیں -

اللہوں نے رائج طریق مخاطب یعنی السلام علیکم اور علیکم السلام کو چھوڑ کر اللہ اکبر جل جلالہ اختیار کر لیا تھا - آپس میں ملاقات کے وقت ان کلمات کا استعمال اپنی جماعت کے آدمیوں میں ہی رائج تھا - ابوالفضل جب دوسروں کو مخاطب کرتا ہے تو وہ بھی سلام مسنون کے الفاظ ہی استعمال کرتا ہے -

دین الہی کے یہ قواعد و احکام یقیناً اسلام سے اجنبی ہیں اور ان پر اعتقاد رکھنے والے اور عمل کرنے والے کو پختہ عقاید کا مسلمان نہیں

(۱) قرآن 'س ۱۲' آیت ۱۰۰ - (۲) آئین اکبری 'آئین ۷۷ -

سمجھا چاہیے۔ ابوالفضل کی سیرت و کردار کے مطالعہ کے بعد ہم اس
 نسخے پر پہنچے ہیں کہ ابوالفضل دل سے اس قسم کی فضول رسموں کو
 نہیں چاہتا تھا لیکن چونکہ وہ سرکاری ملازمت میں داخل تھا اور
 سپہنشاہ کے بے شمار احسانات اس پر تھے اور بادشاہ کی شخصیت سے اس قدر
 وابستہ ہو چکا تھا کہ اس سے جدا ہونا اس کے لیے فعال زندگی سے جدا
 ہونا تھا۔ وہ اسے دوست اور محسن کے لیے ظاہرداری اور وضعرداری سے کام
 لےتا تھا وگرنہ اکبر نے جو بدعات اور مذہبی قوانین رائج کئے تھے وہ
 خود اس کو دل سے ناپسند کرنا تھا چنانچہ وہ اپنے بھائی فیضی کو لکھتا
 ہے۔

”احکام بادشاہی کہ بشرع محمدی مسفق نبفند، ازان اجتناب تمام
 فرماند ونا بوانند در رفع و دفع آن کوششی مالا کلام بکار
 بوند“^۱

انک دوسرے خط میں فیضی کو لکھا ہے۔

”اگر در صحت ملوک گذر افند ظاہر را با پشان سپارید و باطن
 را بچو گراید“^۲ ناد خدا و خدمت سلطان نبض نیست۔ دل را
 بچو نہ بند وزبان را بجا کری“^۲

فارسی کا ایک اور تذکرہ مُذَكِّرُ الْأَصْحَابِ

از
ڈاکٹر سید عبداللہ

(شائع شدہ : یونیورسٹی اورینٹل کالج میگزین ، مئی ، اگست ۱۹۶۴ء)

فارسی کا ایک اور تذکرہ - مَذْكُرُ الْأَصْحَابِ

اورینٹل کالج میگزین - شمارہ فروری ۱۹۲۷ء میں ڈاکٹر عبدالسار صدیقی صاحب سابق پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی کا ایک مضمون چھپا تھا جس کا عنوان تھا ”فارسی ادب کی تاریخ“ — اس مضمون میں موصوف نے ڈاکٹر ایتے کے ایک طویل مقالے کی پہلی فصل کا ترجمہ پیش کیا جس کا تعلق فارسی ادب کے مآخذ سے ہے چونکہ ان مآخذ میں فارسی تذکرے بڑی اہمیت رکھتے ہیں - اس لیے محولہ بالا مضمون میں فارسی تذکروں کی ایک فہرست بھی آگئی ہے - ترجمہ شدہ مضمون کے حواشی میں ایڈیٹر (ڈاکٹر مولوی محمد تنفیہ) نے مفید اضافے بھی کئے ہیں - اس کے بعد فارسی تذکروں کی مزید نشاندہی کا سلسلہ کئی شماروں میں جاری رہا - ڈاکٹر محمد تنفیہ صاحب نے لیتے کی معلومات پر جو اضافہ کیا - وہ میگزین کے شمارہ مئی ۱۹۲۷ء اور شمارہ اگست ۱۹۲۷ء میں موجود ہے -

آج میں ایک اور تذکرے کا ذکر کرتا ہوں جس کا حال فارسی تذکروں کے مذکورہ تفصیلی جائزے میں موجود نہیں - اس کا نام مَذْكُرُ الْأَصْحَابِ ہے اور اس کے مصنف کا نام محمد بدیع بن محمد شریف سمرقندی المتخلص بہ ملیح ہے^۱ -

(۱) یہ قلمی نسخہ میرے پاس ہے - جہاں تک میں معلوم کر سکا اس تذکرے کا کوئی نسخہ کسی اور جگہ نہیں - مثنوی نے کتاب ادبیات فارسی میں تاریخ شعرائے بخارا کا ذکر کیا ہے لیکن بظاہر یہ تذکرہ اس سے مختلف ہے -

تذکرے کا آغاز اس شعر سے ہونا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم مصرع برجستہ نظم قدیم

آغاز میں آٹھ شعر ہیں۔ ان کے بعد نثر شروع ہوتی ہے :

آغاز : بذکرہ حمد حامد آن محمودے را سزد کہ ذکرش نہ
لسان ہر ذا کراس ، مذاکرہ سکر از لسان ساکراں سکورے را ارزد ،
الخ ۔

حمد و نعت کے بعد جس میں نظم بھی کافی ہے ”ترتیب مہدمات
بہر ابتدا و تمہید عبارات پر از مدعا“ کے عنوان کے تحت ، مصنف تذکرہ
نگاری کی یاد گاری اہم اور شعر و شاعری کی فضیلت پر اظہار خیال
کرنا ہے ۔

اس کے بعد سبب تالیف بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ میری زندگی بے
مقصد گزر رہی تھی اور طبیعت کو کسی ایسے مفید اور تشبہ خیز
مشغلے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی جو یادگار رہے ۔ آخر نہ سوجھی
کہ ایک تذکرہ مرتب کیا جائے ۔ کام بہت مشکل تھا اس لیے خاصی
مدت لت و لعل میں گزاری ۔ پھر سوچا سابقہ تذکرہ نگاروں کے نمونوں
سے کون بصیرت حاصل نہ کی جائے ۔

”آنحضرت مقدمین ساختہ آند مرغوب است و طریقہ

کہ آن طائفہ یرداحہ اند اسلوب است“

اس سلسلے میں دولت شاہ سمرقندی ، نفحات الانس مولانا نور الدین
جامی ، میر علی سیر کی مجالس النفاث ، نزاری نفس بندی کے تذکرہ ”مذکرہ“
احباب ، اور ریاض الشعرائے صادق اور تذکرہ طاہر نصر آبادی کا ذکر

(۱) مذکور احباب کے لیے دیکھو فہرست ایشیائیک سوسائٹی بنگلہ (الوٹاف) ۔

عدد ۲۱۹ (گروزن) ، مخطوطات فارسی ۔

کرنا ہے اور کہتا ہے کہ ان سب تذکروں میں سے ہر ایک کا جدا جدا طریق کار ہے۔ اپنے تذکرے کے اصول کار کا ذکر کرتے ہوئے یہ بنانا ہے کہ

اختیار را برآں قرار دادم کہ آنجہ از زمرہ نظما کہ خود دہدہ ام
وطائفہ نجبا کہ معتقد این کار اند و صاحب تخلص از جہت امتیاز شعر
خود از اشعار دیگران شدہ اند۔۔۔ نویسم۔۔۔

بدیع سمرقندی تذکرہ نگاری کے اس طریقے کے حق میں نہیں کہ
ہر کج ذہن پر خود غلط آدمی کو تذکرے میں جگہ دی جائے۔
مصنف یہ بھی باور کرانا ہے کہ اس تذکرے سے اسے کوئی دنوی
غرض نہیں۔

”بجز بے مقصدی چیزے نمی دید“۔ تاہم دعائے خیر کا طالب
ضرور ہے۔

ہر کہ از ماکند بہ نیکی یاد نامش اندر جہاں بہ نیکی باد

قبولش بود نزد ہر مفلح شود شمع بینای ہر محفلے
بہر انجمن ہم جوگل و انسود کہ احباب را مجلس آرا شود

بدیع کو لوگوں کے اس اعتراض کا بھی بڑا خیال ہے کہ
شعروں کے انتخاب میں اپنے ذوق پر زیادہ انحصار کیا ہے۔ سو اس
کا کوئی علاج نہیں کیونکہ دنیا میں اتفاق رائے ممکن نہیں۔ اسی طرح
ترتیب میں تقدیم و تاخیر کا مسئلہ بھی مشکل تھا مگر اس کا علاج
یوں کر لیا گیا کہ شعرا کے نام یا تخلص حروف تہجی کی ترتیب کے
مطابق لائے گئے۔

مصنف کا نام محمد بدیع المتخلص بہ ملیح ہے اس نے اپنے تذکرے
میں اپنے تخلص کے تحت اپنے حالات بھی دئے ہیں۔

اس کے بعد کتاب کے آغاز کی سعری تاریخ ہے۔ جو تذکرے کے نام بذکر الاصحاب سے نکلتی ہے، جس کے عدد ۱۱۱۲ھ نکلتے ہیں تذکرے کے آغاز کی تاریخ کججہ بھی ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اس کی تدوین میں بہت سا زمانہ صرف کیا اور سارا تذکرہ سک وب نہیں لکھا بلکہ مصنف وقتاً فوقتاً لکھتا رہا چنانچہ ۱۱۰۱ھ کے علاوہ (جس کا ذکر کئی موقعوں پر سال رواں کے طور پر کیا ہے۔ سلا ورق ۶۵ب، ورق ۷۷ الف، ورق ۸۰ب، ورق ۱۲۵ الف، ورق ۱۷۸ ب وغیرہ) ورق ۸۷ الف پر ۱۱۰۲ھ ورق ۱۹۲ پر ۱۱۰۳ھ، ورق ۳۲ الف پر ۱۱۱۲ھ، ورق ۱۹۴ پر ۱۱۱۱ھ بھی ہے اور قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تکمیل کا سلسلہ ۱۱۳۳ھ کے بعد تک جاری رہا۔ چنانچہ ورق ۶۶ب کے حاشیے پر میر سدا سرف راقم کی تاریخ درج ہے جو محمہ بدیع نے لکھی اور سال تاریخ ۱۱۳۳ھ ہے۔

جہاں اصل تذکرہ ختم ہوتا ہے وہاں یہ عبارت درج ہے۔

بسم یعون الملک الوہاب در دہم

سہر ذی فعدہ ۱۱۴۴ھ تمام سند

اس عبارت کے بعد محمد بدیع ملبجا کا لکھا ہوا ایک خاتمہ بھی ہے، ۱۱۴۴ھ تاریخ کتابت بھی ہو سکتی ہے لیکن خاتمے کی عبارت قدرے پریشان کی ہے۔

اسی ورق پر دوسری طرف اختتام کے قریب یہ عبارت ہے :

”در وقت عزم زیارت حرم زادہ اللہ تعالیٰ (کذا) ہمراہ جلیل القدر شاہ ذوالفقار صدر ارادہ شدہ بود راقم خواست کہ این مجموعہ ہمراہ باشد بر سبیل استعجال از نسخہ اصل کہ بہ تفصیل بود ابجاز کردہ نوشتہ“

یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ عبارت کس کی لکھی ہوئی ہے - بظاہر مصنف کی نہیں مگر کوئی تعجب نہیں کہ مصنف ہی کی ہو -

اصل مذکر الاصحاب کے ساتھ ملحقات کے نام سے ایک ضمیمہ بھی شامل ہے اس میں ان شاعروں کے حالات ہیں جن کا ذکر پہلے نہیں آیا - اس کے علاوہ کچھ واقعات بھی ہیں - اس حصے میں بھی کئی موقعوں پر ۱۱۰۳ سال رواں کے طور پر مذکور ہے البتہ ورق ۲۱۱ الف پر ۱۱۰۹ بھی ہے -

اس مذکورے میں جن شعرا کے تراجم خاص طور سے آئے ہیں - ان کی تفصیل یہ ہے :

ردیف الف - احمد آکاییانی ، زاہد افکار ، درویش آدم مشہدی ، میرزا مقیم ، احسان مشہدی ، محمد امینی ، ادا سبیک خا رنگی ، حاجی عرب شاہ آگہ بلخی ، خواجہ سمیع بلخی افسر ، میرزا عرب محمد اخگر ، عباد اللہ امتحان ناشکندی ، محمد امین ارشد سمرقندی ، الف بخاری ، مشہدی کاشانی ، انور کاشانی -

ردیف ب - حاجی بہرام بخاری ، مرزا بدیع کتابدار صفہانی ، قاضی عبداللہ آفرین کندی بہجت ، بافلا کاشانی ، میرزا علی بسمل بخاری ، سفیع بہجت عراقی -

ردیف ت - اخوند ترسون زادہ فرایضی ، ٹائمپ ہراقی بھا ، تماشا ساز (؟) ، باقی تاراج ،

ردیف ث - ثانی قلندر ،

ردیف جیم - وفا جوہر فرازی ، میر جلال کتابدار بخاری ، ملا جامی حصار ،

ردیف ح - مرزا بدیع حیات ولد طاهر نصر آبادی ، خواجه قاسم حاتم
پسر فاضی خواجه شاه بخاری ، حسین بدخشانی -

ردیف خ - امیر ابراهیم خلیل صدر سمرقندی ، باقی خواجه خاشع
خراری (؟) ، خازن عراقی ، خاکسار حصاری ، خادم بسطامی -

ردیف د - خدمت دستور قرکی باقی ، داغی کوفی -

ردیف ذ - حاجی ذوالفقار فلندر سپهر ، ذکری بدخشانی -

ردیف ر - امیر سید سریف خواجه راقم ، رسوا فلندر ، آغا بخاری
ملا رضا ، ملا ناز فلندر رونی تاسکندی ، مرزا محمد رفع راقم بخاری ،
ربیع بدخشانی ، رحمت دیوان سمرقندی ، رفعت نشا پوری ، رفعت
حصاری ،

ردیف ژ - زال خان حاکم سرخس ، قاضی مسجد رایت (؟) سمرقندی ،
زمان پروانه صفاهانی ،

ردیف س - خواجه سمیع سادات سمرقندی ، سمندر خواجه فرشکی ،
ملا سمیع بلخی ، حاجی فریدون بیگ سابق صفاهانی ، سعیدای مفتی
کاشانی ، ملا سرفراز سمرقندی ، سیاح سبزواری ، ملا سیدای نسفی ،
ملا عبدالله سد خاکی ، سلیم رمال ، سلطنت تاشکندی ،

ردیف ش - اخوند ملا سریف کیشی ، خواجه شاهای حصاری ، قاضی
لطف الله بخاری ، اخوند ملا شرف الدین ، خواجه شهابی مشهور
به خواجه نوبت ، شوکت بخاری ، میر شاه شاهد سمرقندی ، خواجه
شعله بخاری -

ردیف ص - حاجی صادق صاحب صفاهانی ، صاحب مسیحا کاشانی ،
ضدالدوله صفای کاشانی -

ردیف ط - میرزا طاهر نصر آبادی -

ردیف العین - آمانصور سبحانی عاشق عباد الله عنوان ، عاطفا ،
علی الرضوی خراسانی ،

ردیف غین - اخوند ملا ابراهیم غبار ، غیور خان ؟

ردیف الفا - خواجه دانبال فیاض ، فاضلای کاشانی ، محمد کاظم فیاض
کاشانی فائز ، سد کمال فطرت سمرقندی ، محمد فضلی افضل
سمانی ، عابد فضا ، فکری سعدی ، فتاح جهود -

ردیف ق - قاسم محمد خان ، ملا علی بخاری ، قاسم بیگ مشهدی ...
خواجه قاصد بخاری ، سیدای قصاب کاشانی ، .. قبائی قلندر -

ردیف ک - کاظم کاشانی ، حاجی عبدالکریم نبشا پوری ، ملا نیاز کاتب ،
کاظم عرب سبزواری -

ردیف ل - لطیف بساطی -

ردیف م - اخوند ملا بقا ... مضطرب ، ملا مستفید بلخی ، ملا محمد جان
مستعد بخاری ، ملا مفید بخاری ، خواجه عبدالرحمن کتاب دار منعم ،
عوض بیگ سرور ، بابا خواجه منصف سمرقندی ، مولدی
بخاری ، مسعود صفاهانی ، ملا عابد ممتاز ابوالمعانی واقعہ نویس ، مانع
سمرقندی ، معین صفاهانی ، مومن سبزواری ، مهجور تاشکندی ، نصیرای
مشتاق صفاهانی ، مسیحای سمرقندی ، قاضی یوسف مظهر جویباری ،
ملا حاجی منظور سمرقندی ، مطیع .. ، مفیم بخاری ، ملهم بخاری ،
مختار بخاری ، مهدی صفاهانی ، ملیح سمرقندی -

ردیف نوں - قاضی ناصر بخاری ، ملا شاه محمد نوبر ، خواجه کوکناری
نادم ، نعمت سمرقندی ، نکست الدین (۹) ، میر نجات سبزواری ،
میر شریف محرم نسیم ، ملا نظار کاشغری ، ملا نشاط قلندر ،
طاہرا نقاش ، بخیا کاشانی ، نصیرا کاشانی ، ملا نانی ، نورس سماتی ،

بالتونشان خواجہ احراری ، نائی بلخی نزاکت حافظ عبداللہ مفری
یوحسد ، عبداللہ نوا -

ردیف واو - مرزا فضل منشی والی ، وحسد صفاهانی ، سد وحشت ،
عبداللہ وحسد صفاهانی ، واصلائی گلانی ، واہب بخاری ، درویش
جللا واحدی ، واف بشگچی فندھاری -

ردیف ہ - ہادی کشانی ، ہستی داغسانی ، ہادی قمی ، ہادی بخاری ،
ہوندای نقی -

ردیف الیا - لامی فرسکی ، حاجی یحیی کور ، یگانہ فرسکی ، خواجہ محمد
ناق یکا -

ملحقات کے مطالب

ملحقات میں شعرا کے حالات کے علاوہ دوسرے مباحث بھی ہیں ،
تمایاں عنوانات یہ ہیں :- بان نارخ فوب خواجہ بہاءالدین عمر
احراری ، در بان مزار . . . خواجہ احرار فوس سرہ ، مولی شدن ملاولی
بہ ساعری (؟) بگور خانہ صاحبقرانی ازاورنگ زبب بادشاہ عالمگیر ،
جناب (احوند ملا مرزا محمد گفسار نقی) سمیم ، خواجہ حامد ، فقیری ،
اسبازباب ملا عری سیرازی و ناظم ہرائی ، میر قاسم ولد عوض میرک
داسکندی ، فاسد ، مرزا صائبہ ہریزی ، حاجی صابر سمرقندی ، محمد امین
صراف ، آصفی ، انجام ، عاسی ، علی بگ صفاهانی ، ملا عبدالرحمن جوٹباری ،
ملا محمد امین مخمور ، محمد شریف بن ملا کلان ، عوض محمد پابوس ،
شاہ رفیق فلدیر ، ملا غیور ، عبدالسلام کاری ، نظام الدین محمد سنخ میرک ،
فیروز اندکائی ، عرفانی بدیع ، آداب فربان ، وارستہ ، (میں نے بعض شعرا
کے نام اختصار کی خاطر ترک کر دئے ہیں اور بظاہر انکی اہمیت بھی
نہیں) -

فعل ماضی کے اقسام

ار

مولانا عبدالقدوس
صدر شعبۂ اسلامیات ، پشاور یونیورسٹی

(شائع شدہ : اورینٹل کالج میگزین ، مئی ، اگست ۱۹۶۴ء)

فعل ماضی کے اقسام

عربی زبان میں قواعد کی اہمیت :

۱۔ اسلام کو اپنے اصلی مآخذ قرآن کریم اور احادیث نبوی سے سمجھنے کے لیے عربی زبان سے واقفیت لازم ہے۔ کسی زبان سے واقفیت حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں سفاہی اور کتابی۔ سفاہی واقفیت زیادہ مفید ہوتی ہے کہ اس سے زبان کے مختلف اسالیب کے علاوہ اس کے طرز ادا سے بھی واقفیت پیدا ہو جاتی ہے مگر اس طریقہ کو نبھانے کے لیے ماحول اور ذوق سلیم کی بڑی ضرورت ہے۔ غیر اہل زبان نو کہا خود اہل زبان بھی جب کسی عبارت کے مفہوم و مطلب کے بارے میں آپس میں اختلاف کرنے لگتے ہیں تو اس اختلاف کا سلجھانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے جس طرح استدلال کی صحت و سقم کو ہرکھنے کے لیے منطق کی ضرورت ہے اور وزن شعر کو ہرکھنے کے لیے علم عروض سے کام لیا جاتا ہے اسی طرح کسی جملہ کا مفہوم متعین کرنے کے لیے بھی قواعد زبان سیکھے بغیر چارہ نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ کلام الہی کو اپنے اصلی نظم میں سمجھنے اور عربی کلام سے کماحقہ، واقف ہونے کی خاطر عربی زبان کے قواعد کی طرف توجہ دی گئی اور عام روایت کے مطابق حضرت علی نے اس کی ابتدا کی۔ شروع شروع میں اس علم کا مقصد زبان کے ابتدائی قواعد مرتب کر کے عوام کو اداۓ مطالب میں فاحش لحن سے بچنے کی راہیں آسان بنانا تھا اس کے بعد اس کے مقاصد میں یہ بھی شامل ہوا کہ ان استثنائی تراکیب کے لیے

نظائر و اسال کے ذریعے جواز کا ثبوت ہم پہنچایا جائے جو عام مروجہ اسلوب سان سے بظاہر مخالف ہیں۔ شوو تجسس نے استثنائی نراکیب کی جی وسع پیدا کر دی اور زبان کا دائرہ ان سواذ کی بدولت اتنا وسع ہو گا۔ کہ فہمی اخلاعات کی طرح یہاں بھی نمرباً ہر لحن کے لیے وحہ حواز سدا ہوئی۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں ادبی میدان میں عربی کے اتنا بردازوں کی کوسس نہ رہی ہے کہ زبان کو ایک مصطط، نگرے بندھے قانون کا ناہد بنانا جائے اور اس کے برعکس نحاہ نے رباں کے استعمال میں عوام کے النحاں کے لیے اور گعائس سدا کرنے کی خاطر قدمائے عرب کے کلام کا سہارا لیا اور نظائر و اسال کے ذریعہ نمریاً نر موقعہ پر فاعدہ کی مخائست کو جائز قرار دیا۔ نحاہ کی ان کوسسوں کی وحہ سے صرف و نحو کی مبسوط کتابیں وجود میں آئیں۔ علم نحو بذاب سود وسیع علم بنا اور ایک طالب علم کو اس کے رائج ذخیرہ سے واقفیت پیدا کرنے کے لیے بھی کافی وقت صرف کرنا پڑا۔

۲۔ مہلی صدی میں اس کا رد عمل شروع ہوا۔ دنیائے عرب نے یہ ضروری سمجھا کہ نحو کے نظریاتی علم اور اخلاف مراتب کی متحمل وجوہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی بہ نسب یہ بہتر ہوگا کہ نحو کے عملی پہلو سے کام لیا جائے اور صرف ان مسائل کو شامل درس رکھا جائے جو عربی کی انشا بردازی میں کام آئے ہیں۔ قدیم سے انحراف کی یہ بوجیہ کسی حد تک موزوں بھی اور عرب ممالک میں مستحق ترویج۔ جہاں تک اس نصاب کا تعلق ہے جو ہمارے مدارس نظامیہ میں رائج بنا مجھے اس میں ایک خوبی نظر آتی نہی اور میں سمجھا ہوں کہ ہمارے اس نصاب میں ایک بہ دی حکمت عملی کام کر رہی بھی۔ یہاں ابتدائی تعلیمی زبان فارسی بھی۔ عربی صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں فارسی کے ذریعہ

بڑھا کر فن کا آسان بنانا مقصود تھا۔ اس کے بعد عربی زبان میں ہی قواعد کی کتابیں بڑھانے کے ذریعہ طالب علم کو ایک طرف زبان کی مشق کرائی جاتی تھی اور دوسری طرف قواعد سکھائے جاتے تھے۔ فن کی اونچی کتاب شرح جامی تھی۔ اس کتاب کے بڑھانے میں یہ حکمت تھی کہ طالب علم کے ذہن پر مسائل کا بوجھ زیادہ نہ پڑنا تھا، عقلی سوال و جواب کے ذریعہ وہ مسائل خوب ذہین نشین ہو جاتے تھے۔

موجودہ دور میں ہم مصر سے قواعد زبان کی تعلیم کے بارے میں جو کچھ اخذ کر رہے ہیں اس کے افادی پہلو بھی ہیں مگر دو بڑے نقص ہیں، جن کے ازالہ کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔ اول یہ کہ یہ قواعد ترنسب وار اور مکمل نہیں اس لیے غیر اہل زبان جو صرف کتاب کے ذریعے زبان سکھنا چاہے اس ان کے علم کو یہ کتابیں ادھورا جھوڑ دیتی ہیں، اور بول چال کی عام زبان کو سمجھنے میں ایسی خلائی باقی رہ جاتی ہیں جن کو بر کرنے کا موقعہ طالب علم کو بعد میں نہیں ملتا۔ دوم یہ کہ ان کتابوں کی مشقیں اہل زبان کی ضرورتوں کی پس نظر رکھ کر تیار کی گئی ہوتی ہیں، غیر اہل زبان بسا اوقات ان مشقوں سے استفادہ کے قابل نہیں ہوتے۔ اور غالباً انہی دو نقائص کی بدولت بے سراغ نقص یہ پیدا ہو جاتا ہے کہ آج ہمارے طالب علموں کی اکثریت نفسیر کلام اللہ اور متون کی دوسری شروح کی ان معلومات سے کماحقہ فائدہ نہیں اٹھا سکتی جو قواعد کی توجہ کی بدولت پیدا ہوئی ہیں اور تشریحی اختلاف و تنوع سے تعلق رکھتی ہیں۔

میری تجویز یہ ہے کہ ہمیں ہر درجہ میں قواعد کی ایک کتاب ایسی رکھنی چاہیے جو عربی زبان کے ذریعہ قواعد سمجھائے، جو سبق پڑھائی جائے تاکہ ان کتابوں پر عبور حاصل کرنے کی بدولت ایک طرف

طالب علم کے علم قواعد العربیہ میں خلا باقی نہ رہے اور دوسری طرف وہ ہمارے قدیم ذخیرہ سے گہا حقہ استفادہ کر سکے ۔

قواعد کی تعلیم کے بارے میں تجویز کے پیش کرنے کے بعد میں اپنے سزے کے اصل موضوع کی طرف غور کرنا ہونا ہوں اور وہ ہے ۔

۲۔ عربی میں ماضی کے اقسام :

عربی قواعد میں فعل کی قسم صرف ضروریات کے لحاظ سے عموماً تین اقسام کی طرف کی جاتی ہے ۔ ماضی ، مضارع اور امر حاضر ۔ ماضی کی مزید قسم مختلف زمانوں یا مختلف اقسام کی طرف نہیں کی جاتی :

فارسی اور اردو زبان کے قواعد کے بارے میں جرکتائیں ہمارے ہاں مسند سمجھی جاتی ہیں ان میں ماضی کی چھ اقسام بنائی گئی ہیں جامعہ حساب مولوی نجف علیخان جو فارسی قواعد کی مسند کتاب احسن القواعد کے مصنف ہیں فرماتے ہیں ۔

(س) ماضی کی کئی قسمیں ہیں ۔

(ج) چھ قسمیں ہیں : مطلق ، فرب ، بعد ، سکھ ، استمراری اور

تمائی ۔

اس کے بعد ان میں سے ہر قسم کی تعریف سوال و جواب کے پیرایہ میں بنائی گئی ہے اور مثالیں دی گئی ہیں ان اقسام ششگانہ کی مثالیں ۔ کرد ۔ کردہ است ۔ کردہ بود ۔ کردہ بود ۔ کردہ ہاسد ۔ میگرد یاہمی کرد اور کردے وغیرہ کی شکل میں آج فارسی قواعد کے ہر طالب علم کو از یاد ہیں ۔ جناب مولوی فتح محمد خان صاحب جالندھری نے بھی اردو قواعد کی کتاب مصباح القواعد مرتب کرتے وقت اس منوال کو ہی سامنے رکھا اور ماضی استمراری کی مزید قسم ماضی استمراری اور ماضی نا تمام کی طرف کر کے ان چھ قسموں کو سات کی طرف بڑھا دیا ۔ اگرچہ

ماضی نا تمام کے بارے میں ان کی دی ہوئی مثال مشتبہ اور محل بحث ہے^۱
تاہم یہ بحث سر دست ہمارے موضوع سے خارج ہے ۔

عربی زبان کے قواعد کو اسی منوال پر مرتب کرنے کی خاطر بعض
اردو میں لکھنے والے مصنفین نے عربی قواعد میں بھی ماضی کی چھ اقسام
بہ تفصیل ذیل بتائی ہیں ۔

جس ماضی سے پہلے اور کوئی سابقہ نہیں ۔ وہ ماضی مطلق ہے
جیسے علم

جس ماضی سے پہلے حرف قد کا سابقہ ہے وہ ماضی قریب ہے جیسے
قد علم

جس ماضی سے پہلے فعل ناقص کان ہے وہ ماضی بعید ہے جیسے
کان علم

جس ماضی سے پہلے لعلا ہے وہ ماضی شکہ ہے جسے لعلا علم
جس مضارع سے پہلے فعل ناقص کان ہے وہ ماضی استمراری ہے
کان یعلم

- (۱) مولوی صاحب ان اقسام کے لیے مندرجہ ذیل مثالیں دی ہیں ۔
ماضی مطلق :- کسی کو ہم نے اہا نہ پایا جسے پایا اے پیگانہ پایا
قریب :- پھونکا ہے فصل کلے صور آکے پھر چمن میں
اک حشر مایا ہے مرغان نغمہ زن میں
بعید :- ہائے واں بھی شور بھرنے نہ دم لینے دیا
لے گیا تھا کور میں ذوق تن آسانی مجھے
نا تمام :- ہاتے تھے چین کب غم دوری سے گھر میں ہم
راحت وطن کی یاد کریں کیا سفر میں ہم
شرطی :- ہے یقین زہر ہلاہل مجھ کو دیتے آشنا
گو میں حال نزع میں بھی جام شربت مانگنا
ممکنی :- گو کہ حالی اگلے استادوں کے آگے ہیچ ہے
کاش ہوئے ملک میں ایسے ہی اب دو چار ہیچ
نا تمام کی دوسری قسم استمراری اور ماضی شکہ کی مثالیں شعروں میں نہیں دی گئیں ۔

پھر جس طرح ماضی کے چودہ صیغوں کی گردان ہوتی ہے اس طرح ان اقسام ششگانہ کی گردانیں بھی دھرائی جاتی ہیں -
اس سذرہ کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ ماضی کی یہ تقسیم عربی قواعد میں فارسی کی تقلید ہے -

عربی قواعد میں ان اقسام کا وجود نہیں اور فارسی کے تتبع میں ان اقسام کی منقہ عربی قواعد کے اصول سے کسی قدر انحراف پر منتج ہوگی -

عربی قواعد میں ماضی کی صرف ایک ہی قسم ہے اور وہ ہے ماضی^۱ بلامد اطلاق - باقی اقسام میں سے ماضی فریب ایسی قسم ہے جسکا ذکر اگرچہ عربی قواعد میں نہیں ناہم عربی قواعد اس ترکیب کی اجازت دیتے ہیں چنانچہ علامہ زنجیری فرماتے ہیں

ومن اصناف الحرف حرف الترتیب حرف کی اقسام میں سے ایک حرف
وهو قد نعر بالماضی من الحال اذا لم یفریب ہے اور وہ حرف قد ہے جب
مد فعل ومنه قول المواذن قد فاست متکلم قد فعل کہہ دینا ہے تو قد
الصلاة کے ذریعہ ماضی حال سے فریب ہو

جاتی ہے بکیر میں قد فاست الصلاة
کا مقصد بھی ماضی کو حال کے
فریب لانا ہے -

اور ابن هشام فرماتے ہیں :

ولها (ای قد) خمسة معان قد کے باغ معنی ہیں ان میں سے
الثانی تقریب الماضی من الحال تقول دوسرے معنی ماضی کو حال کے

(۱) مطلق قید لگانے سے خواہ مخواہ غلط فہمی پیدا ہوگی کہ شاید ماضی مفید بھی کوئی قسم ہے -

قام زید فبجتمل الماضی القریب قریب لانا ہے جب متکلم قام زید
والماضی البعید فان قلت قد قام اختص کہنا ہے تو قام میں قریب اور بعید
بالقریب^۱۔
دونوں زبانوں کا احتال ہوتا ہے

جب قد قام کہہ دیا جائے تو فعل
ماضی زمانہ ماضی قریب سے مخصوص
ہو جائے۔

ماضی اور ماضی قریب کے علاوہ دوسری چار قسمیں عربی قواعد کی رو سے
ماضی کی اقسام میں شامل نہیں ہو سکیں بلکہ ان چاروں مطالب کو جن
نراکیب کے ذریعہ ادا کیا جاتا ہے وہ جملے ہیں اور ان تمام کے بارے
میں موجودہ رجحان یہ پایا جاتا ہے کہ انہیں جملہ اسمیہ میں شمار کرنا
چاہیے۔ ماضی تمنائی بنانے کے لیے یہ تجویز کی گئی کہ ماضی سے پہلے لیتا کا
اضافہ ہو یہ تجویز دو وجوہ کی بنا پر ناموزوں ہے۔ اولاً یہ کہ لیت کے
اخیر میں ما کا لگانا اگرچہ جائز ہے مگر اس کے بعد اسے ماضی پر
داخل کرنا خود محل بحث ہے

چنانچہ ابن ہشام فرماتے ہیں :

وتفترن بها ما الحرفیة فلا یزلیها لیت کے ساتھ ما حرفیہ (ماکافہ) بیوست
عن الاختصاص بالاسماء۔ لا یقال لیتا ہو جانا ہے اس کے باوجود اس میں
قام زید خلا خالد بن ابی الریبع و یہ امتیاز باقی رہتا ہے کہ یہ صرف
طاہر القزوینی اساء ہر داخل ہو سکتا ہے چنانچہ لیتا

قام زید کہنا جائز نہیں صرف خالد
بن ابی الریبع اور طاہر قزوینی اسے
جائز سمجھتے ہیں۔

(۱) ملحوظ خاطر رہے کہ اس عبارت میں الماضی القریب اور الماضی البعید سے
مراد الزمن الماضي ہے نہ کہ الفعل الماضي۔

ثاناً خود قرآن کریم میں اور فصحاء کے کلام میں ایسے مواقع ہر جملہ

اسمیه کا استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے :

فالت نا لبثی مت قبل هذا (سورہ مریم)

اسی طرح اسمہ ابن ابی الصلب کا شعر ہے -

قلبتک ادلم برع حی مودتی فعلت کما الجار المجاور یفعل

ترجمہ : حب تو نے میرے حی دوستی کی رعایت نہ کی تو کاش تم انا

ہی کر لیتے جتنا انک بڑوسی کرنا ہے

یہی حال ماضی سکیہ کے لئے لعلا کے استعمال کا ہے۔ لعل کے ساتھ

ماکافہ اگرچہ رائج ہے چنانچہ فرزدق کا مندرجہ ذیل شعر عموماً اس کے

استنبہاد میں بہن کبا جانا ہے

اعد نظرا نا عبد قس لعلا اضام لک النار العار المقیدا

ناہم فصحا کا استعمال ایسے مواقع کے لئے بھی لعل کو جملہ اسمیہ میں

استعمال کرنا ہے جسے حدیث شریف میں ہے لعلا اللہ اطلع علی اہل بدر فقال

اعملوا ما ستم فقد غنرت لکم - رہا ماضی بعد اور ماضی استمرار کے لئے کان

کا استعمال ہو وہ دراصل فعل ناقص کو اسم و خبر کے ساتھ استعمال کرنا

ہے جو قدیم قواعد کے مطابق جملہ فعلیہ اور جدید رجحان کے مطابق جملہ

اسمیه میں شمار ہوتا ہے - انہیں ماضی کی اقسام میں شمار کیا جائے تو مخاطب

اور متکلم کے صفوں میں تو کوئی اشکال نہیں پڑتا مگر غائب کے صفوں

میں اگر فاعل مطہر ہو تو اشکال پڑے گا اس لئے کہ کانا علما الرجال

اور کانوا علموا الرجال الخ کا استعمال غلط ہوگا صحیح استعمال ہوگا کان

الرجال علما اور کان الرجال علوا و علی هذا القیاس -

و علی هذا القاس چنانچہ قرآن کریم میں بھی ماضی استمراری کے

مفہوم کو ایک مقام پر یوں ادا کیا گیا ہے ”وکان فی الملائنة تسعة رهط

بفسدون فی الارض ولا یصلحون“ ظاہر ہے کہ یہاں کان ماضی فعل نذص
رہط اسکا اسم اور یفسدون فی الارض اس کی جبر ہے نضاه اسے جملہ فعلیہ
تسعة مانتے ہیں اور جدید مصری مولفین اسے جملہ اسمہ بھی شمار
کرتے ہیں ۔

ہمارے ہاں اس غلط فہمی کے رواج کی بدولت ہی قواعد کی موجودہ
بعض کتابوں میں کان جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العرب جسے جملے
درج ہو گئے ہیں جو عربی اصول کی رو سے اضاہر قبل الذکر پر مشتمل اور
سراسر غلط ہیں ان کی بجائے صحیح ترکیب کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم جاء ہے ۔

ممکن ہے کہ بعض فاضل مقاضی ضروریات کے طور پر پاک و ہند
میں اس طرح کے تراجم کو لحن کے باوجود الف لہلہ کی عبارتوں کی
طرح جائز سمجھتے ہوں ۔ اور اگر بالکل ابتدائی جماعتوں میں قدم عربی
زبان میں ترجمہ کے طرز پر تفریر و تحریر کی مشق بچوں کے لئے ضروری
ہو تو وجہ جواز ہذا ہو بھی سکتی ہے ۔ ناہم اصولی بات یہی ہے کہ
طلبہ کو اصل عربی تراکیب سے روشناس کرنا اور مختلف زبانوں کی رائج
تراکیب اور قواعد کا فرق واضح کر کے زبان سے گہری واقفیت کے وسائل
مہیا کرنا زیادہ مفید ہے ۔

لفظ «سمرو» کی تحقیق

از

امین اللہ وٹیر

لیکچرار شعبہ عربی ، یونیورسٹی اورینٹل کالج ، لاہور

(شائع شدہ : اورینٹل کالج میگزین ، مئی ، اگست ۱۹۶۴ء)

لفظ ”سُمرُو“ کی تحقیق

گذشتہ فروری کی بات ہے کہ ترکی سے ہمارے پرنسپل جناب ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب کو ایک خط موصول ہوا، اس کے لکھنے والے M. Getin Organ ہیں، جو انقرہ کی Middle East Technical University میں طالب علم ہیں۔ ان صاحب نے لکھا کہ ترکی میں بعض لڑکیوں کا نام Sumru ہے، مگر وہاں کوئی نہیں جانتا کہ اس لفظ کا معنی کبہ ہے، اور اس کی اصل کس ہے، نیز یہ لفظ کہاں سے آیا۔؟

استفسار کنندہ Sumru کے معنی و مفہوم اور اصلیت سے آگاہی چاہتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے مندرجہ بالا لفظ کی تحقیق و تفتیش کا کام مجھ ہیچ مدد کے سپرد کیا، میں نے ان کے حسب ارشاد کتابوں کی ورق گردانی شروع کر دی، لیکن ساتھ ہی ترکی میں مستفسر کو خط لکھا گیا کہ آپ از راہ کرم اس لفظ کو عربی رسم الخط میں تحریر کیجئے تاکہ اس کی اصل کے بارے میں کوئی یقینی رائے قائم کی جا سکے۔

ہمارے اس خط کے جواب میں ترکی سے جو خط آیا، اس میں Sumru کو عربی میں سُمرُو لکھا گیا تھا۔ لیکن چونکہ خود صاحب موصوف کو بھی غالباً عربی رسم الخط سے ناواقف ہونے کی بنا پر، اپنی عربی تحریر پر شبہ تھا، اس لیے انہوں نے صُمرُو بھی لکھ بھیجا۔

اس مقالے میں کوشنس کی گئی ہے کہ لفظ زیر بحث کے مفہوم اور اصل کی تحقیق و جستجو کی جائے، گو اسے حرف آخر قرار نہیں دیا جاسکتا، ممکن ہے کہ کوئی اور فاضل شخصیت اس پر مزید روشنی ڈال سکے۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

چونکہ استفسار کنندہ ایک ترک ہیں، اس لیے مناسب یہی ہے کہ سب سے پہلے لفظ 'سمرو' کو ترکی لغات کی روشنی میں ڈھونڈنے کی کوشنس کی جائے۔

Red House کے صفحہ 1077 پر سمر کے ذیل میں حسب ذیل

معلومات ملتی ہیں :

سُمر (Sumr) (a) pl. of اُسْمَر and اُسْمِر—dark, brown, Swarthy.

سمرا Semra (a) fem. of اُسْمَر (pl. سُمر) (1) dark, brown, Swarthy; (2) A proper name.

سمرت: darkness, brownness, Swarthinness.

ظاہر ہے کہ سمر ترکی زبان میں عربی سے آیا، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سمرا کسی کا نام ہوتا ہے۔ اسی لغات کے صفحہ 1079 پر س-م-ر کے سلسلے میں مزید الفاظ ملتے ہیں :

سُمیر (Sémir),—A gossip, or intimate companion, a night-gossip.

سُمیرا (Sumeyra) (a) dim. of سُمر (1) Small, tawny; (2) A name of women.

گویا ترکی زبان میں سُمرا اور سُمیرا نام موجود ہیں۔ خصوصاً سُمیرا تو عورتوں کے ناموں میں سے ایک نام ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

عربی میں س-م-ر کے مادے سے حسب ذیل معانی آتے ہیں :

گرم سلائی سے آنکھ پھوڑنا ، رات کو قصہ گوئی کرنا ، دودھ میں پانی ملا کر پتلا کرنا ، شراب پینا ، گھاس چرنا ، دروازے کو میخ سے مضبوط کرنا ، تیر چلانا ، سفیدی اور سیاہی کے درمیان رنگ والا ہونا ، گندم گوں ہونا ، رات ، رات کی تاریکی ، چاند کا سایہ ، زمانہ ، بیول کا درخت ، ہیرا ، نیزہ ، ہرنی کا دودھ ، بغیر بارش کا خشک سال ، پانی اور گیہوب ، پانی اور نیزہ ، تیز رفتار ، اسیل آونٹنی ، پوستین — وغیرہ۔
 E. W. Lane نے Arabic-English Laxicon میں مادہ س۔م۔ر کے تحت بڑی وسیع معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ یہاں اس قابل قدر لغات کے صفحہ 1424 وبعده سے زیر بحث لفظ کے سلسلے میں چند معانی نقل کیے جاتے ہیں :

سَمَرٌ : Conversation, or discourse, by night.

سَمَرٌ ، سَمَرٌ : Inf. N. of each سَمَرٌ —He or it, was, or became [tawny, brownish, dusky, or dark in colour; i.e.] of the colour termed سَمَرٌ

حَلَفَ بِالسَّمَرِ وَالْقَمَرِ : He swore by the darkness and the moon.

سَمِيرٌ وَ سَامِرٌ : A partner in conversation, or discourse, by night.

إِنْ سَمِيرٍ : The night in which is no moon.

إِنَّا سَمِيرٍ : The night and the day.

سَمَرٌ : A tawny, or brownish, colour; duskiness, darkness of complexion or colour.

أَسَمَرٌ : [.....] of the colour termed سَمَرٌ fem. سَمَرٌ and pl. سَمَرٌ.

السَّمَرَاءُ : Wheat because of its colour.

مسمور : Nailed ; made fast, firm, or strong with a nail.

A man, having little flesh, strong built in the bonesAnd with : A woman or girl, or young woman, compact, or firm, in body.

Cowan انہی جدید عربی لغت میں تشریح کرتا ہے :

سَمَر : (Samar) nightly or evening chat , conversation, talk, chat, night, darkness.

سُمْرَة : (Sumra) brownness, brown colour.

سَمِير : (Samir) companion in nightly entertainment entertainer (in general, with stories, songs, music ..).

سَمِيرَة : (Samira) woman partner..... woman entertainer, woman companion (who entertains with lively conversation).

اَسْمَر : (Asmar) F. **سَمْرَاء** (Samra) pl. **سَمَر** (Sumr) brown, tawny, pl. **سَمَرَاوَات** brown skinned women.

بہتر ہوگا اگر ہم ترکی اور عربی لغات کے علاوہ فارسی کی بعض اہم لغات کی وری گردانی بھی کرتے جائیں۔ فرهنگ آئندہ راج کا مصنف سمر کی تشریح کے سلسلے میں رقم طراز ہے :

سمر : بالتحریک و سکون رائے مہملہ (ع) شب و افسانہ شب و ضوء صبر، روز کار و زمانہ و تاریکی شب و مجلس افسانہ گویان و خواب نکردن شب و بیرون کردن چشم را یا شکستن آنرا، و تنگ گردانیدن شب را باب و رہا کردن تیر را و چریدن چاروا گاہ را، و خوردن سراب را و میخ دور کردن چیزے را و استوار نمودن ۔

سمر : بروزن قمر (ف) نام پادشاہی ہونے سے ترک، و دست افزاری
است جولہگانرا

سمراء : بالفتح (ع) مونت اَسمَر است واسپ صفوان بن ابی
صہبان و شتر مادہ است و نام دختر نہیک -

سُمرہ : بالضم (ع) گندم گونی و آن رنگی است مسان سفیدی و سباهی،
و گندم گون شدن^۱ -

فرہنگ آنند راج میں س - م - ر کے بیان میں حسب ذیل الفاظ
اور ان کی تشریحات بھی ملتی ہیں^۲ -

سَمراء : بفتح اول و یائے معروف (ع) نام موضعی است در راء مکہ^۳ -

و سمیراء مصغر سمراء موضعی اس^۴ و نام دختر قیس کہ صحابیہ است
سمیرا : بروزن نصیرا (ف) بمعنی ساخ حجام، و نام عمہ شہربن ہودہ
و ترجمہ مہین بانو است -

سمیرہ : کجھینہ (ع) زنی بود از اولاد معاویہ کہ دندان بالائی دندان
داشت - و گوہیست کہ دندانس تشبیہ دہند - و وادی است
نزد حنین -

فرہنگ آنند راج کے مندرجہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ
ترکوں میں سمر کے نام سے کوئی بادشاہ گزرا ہے - برہان قاطع، مطوعہ
تہران کے صفحہ ۱۱۶۷ پر بھی لفظ سمر کی تشریح اس طرح ملتی ہے :

۱- فرہنگ آنند راج، صفحہ ۲۴۷۱ - جلد سوم، مطوعہ تہران -

۲- ایضاً صفحہ ۲۷۷۸ -

۳- دیکھیے معجم البلدان - المجلد الثالث، صفحہ ۲۵۵ -

۴- معجم البلدان، المجلد الثالث، صفحہ ۲۵۷ -

سمر - بفتح اول بروزن قمر - نامِ پادشاہی بودہ از نرک - و در
عربی افسانہ و افسانہ گفتن باسد -

ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ سمیرا عورتوں کا نام ہے - جیسا کہ
فرہنگ آئند راح میں سرع کی گئی - بلکہ یہ بھی ہتہ چلتا ہے کہ فرہاد
کی محبوبہ سیرس کی عمہ کا نام سُمرا تھا - اسی لغت میں سند کے طور پر
نظامی کا یہ شعر بھی نقل کیا گیا ہے :

سُمرا نام دارد آن جہانگیر

سمر را مہین بانو است نفسیر^۱

برہان قاطع سے بھی سمیرا کے مندرجہ بالا مفہوم کی تائید ہوتی ہے :

..... و بضم اول و فتح ثانی مہین بانوی عمہ سیریں بانسد^۲

اب تک س - م - ر کے سلسلے میں جو تشریح بس کی گئی -
اس سے معلوم ہونا ہے کہ سمر ، سمرا ، سُمیرا ، سَمراء ، سَمِراء وغیرہ
نام عربی ، فارسی اور ترکی زبانوں میں موجود ہیں - اور یہ کہ ان کی
اصل عربی مادہ س - م - ر ہے -

(س - م - ر) سمر کی جگہ میں بے جا نہ ہوگا اگر سمر فند (سمرکند)
کا ذکر بھی کر دیا جائے -

سمرقند ، ترکستان کا ایک مشہور شہر ہے اور مسلمانوں کے زمانہ
عروج میں علم و فن کے اہم مراکز میں سے شمار کیا جاتا تھا - عرب اس
شہر کو بھی اپنے قدیم آباء و اجداد کا کارنامہ اور تخلیق بتاتے ہیں -
جب کہ فارسی لغات کے بیان کے مطابق اس کی بنیاد کسی ترک بادشاہ
نے رکھی تھی -

باقوت الحموی، نے معجم البلدان میں سمرقند پر تین صفحات سے

۱- فرہنگ آئند راج ، صفحہ ۲۳۷۸ -

۲- برہان قاطع مطبوعہ تہران ، ۱۱۶۸ -

دہ میں بس کی ہے اور اپنی معلومات کے مطابق اس کے نام کی تشریح
وضیح اور اس کی تاریخ بیان کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ وہ
یہتا ہے :

سَمَرُ قَنْدُ : بفتح اولہ و ثانیہ - و یقال لها بالعریة سمران -
مُ معروف مشہور - قیل انه من اہل ذی القرنین بماوراء النہر -
ہو قصبۃ الصغد و قال الأزهري بناها سمر بن ابی کرب
سمت سمر کنت فأعربت سمرقند - هكذا تلفظ به العرب
کلامها و أشعارها^۱

سمرقند نام رکھنے کے سلسلے میں یاقوت نے کچھ اور وجوہات
بی بیان کی ہیں - وہ کہتا ہے :

. . . . قال : لعمامة ناسر يُنعم الملك قام بالملك من بعده
مر بن اریقیس بن ابرہہ ، فجمع جنوده ، و سار فی خمس مائۃ الف
جل حتی ورد العراف فسار من العراف لا یصدہ صاد الی
الا دالین فلما صار بالصغد اجتمع اهل تلك البلاد و تحصنوا منه
بمدینۃ سمرقند ، فأحاط بمن فيها من کل وجه حتی استنزلهم بغیرامان ،
مثل منهم مقلۃ عظیمۃ و أمر بالمدينة فهدمت ، فسمیت سمر کند
ی سمر هدمها فعربتها العرب فالت سمرقند^۲ -

یاقوت نے اپنے اس بیان کی تائید میں ایک عرب شاعر دعبیل
الخزاعی کے ایک قصیدہ کے دو اشعار بھی نقل کیے ہیں - اس قصیدے

۱- معجم البلدان - المجلد الثالث - ص ۲۳۶ -

۲- نیز دیکھئے : انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ، جلد چہارم ص ۱۳۰ -

جہاں سمرقند کے ضمن میں ہے :

- Shimar-Kant-Shimar destroyed it.

میں دعبیل ، تباسعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے :

و ہم کَسَبُوا الْکِتَابَ بِبَابِ مَرُو و بِبَابِ اَنْصَفَ کَانُوا کَانِیْنَا
و ہم سَمَوْا وَدِیْمًا سَمَرَفَنْدَا و ہم غَرَسُوا هُنَاکَ التُّبَّیْنَا^۱

با قوب ہی کا مان ہے کہ بن کے ”سَع“ ، اَلَاوَن بن ابی مالک بن ناسر بن
یعمر نے بھی عراف پر حملہ کیا تھا ، اور حب وہ عرافی سے آگے بڑھ کر
سمرند میں پہنچا تو یہ سپر بہاہ و برناد بڑا بھا ۔ حناحہ اس نے اس
سپر کی از سر نو نعمر کا حکم دیا ، اور اس کی رونق گم گنشہ کو
بحال کیا^۲ ۔

اسی مصنف نے سمرند کی نناء کے بارے میں بعض لوگوں کا یہ
خال بھی پایا ہے کہ آسے سکندر نے نعمر کا تھا ۔ وقیل ان
سمرند من بہاء الاسکندر^۳ ۔

برہان قاطع کی سرخ کے مطابق سمرکند ایک برکی برکب
ہے ۔ سمر ایک برک ناساہ کا نام ہے ، اور کد برکوں کی زبان میں
فصہ نا سپر کو کہتے ہیں ۔

سمرکد : ناکاف ، بزوں و معنی سمرند اس ۔ و آن سپری باشد
در ماوراء النہر کہ کاغذ خوب از انجا آورند ۔ و سمرند معرب
آنست ۔ و معنی ترکیبی آن ده سمر اس ۔ و سمر نام پادشاہی
بودہ از ترک ، و ’رکان ده را کند میگویند ، و این ده را
او بنا کردہ بودہ است و بمرو ایام سپر شدہ^۴ ۔

(۱) معجم البلدان - المجلد الثالث - صفحہ ۲۳۷ -

(۲) ایضاً

(۳) ایضاً

(۴) برہان قاطع ، جلد دوم ، صفحہ ۱۱۶۵ -

فرہنگ آنند راج سے بھی اس خیال کی نائید ہوتی ہے ، اور بعض دلچسپ معلومات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے :

سمرقند : (ع) سمرکند - صاحب مؤید و کشف نوشنہ اند کہ در نوارخ طبری مرفوم است کہ سمر نام بادشاہی و کند بزبان ترکان شہر را گویند - و معنی ترکیبی آن شہر سمر اس -

بعض لوگوں کی رائے میں سمر نو یساً ایک ترک بادشاہ گزرا ہے ، لیکن سمرکند کی وجہ نسیمہ یہ ہے کہ اس نے اس شہر کو نباہ کر ڈالا تھا - ان لوگوں کے نزدیک کند ، فارسی کے مصدر کنند سے ہے - فرہنگ آنند راج میں ہے :

و ابن خلکان در نوارخ خود و نرسی در شرح مقامات حریری نوشتہ اند کہ کند بکاف عجمی بمعنی خراب و سمر نام بادشاہ شہری را خراب کردہ بود ، لہذا آن شہر را سمرکند گفتندی ، حالا معرب کردہ سمرقند گویند -

ایک اور وجہ بھی سنئے :

و صاحب رشیدی نوشتہ کہ دراصل شمرکند بشین معجمہ زیر کہ شمر بن یقثن بن ابرہہ با اہل مدینہ سغد جنگ نمودہ و بعد فتح کردن مدینہ سغد را ویران کردہ ، شہر از سر نو تعمیر نمودہ شمرکند نام نہاد ، و کند در لغت ماوراء النہر بمعنی شہر و قریہ باشند -

سمرقند کے متعلق انسائیکلو پیڈیا بریٹینیکا میں بھی ایک مختصر سا آرٹیکل ملتا ہے ، جس کے مطابق اس شہر کا پرانا نام مارا کندا ہے :

The city is the ancient Maracanda, the capital of Sogdiana.^۱

لیکن عربوں کی فتح کے بعد سے سمرقند ہی معروف ہے :

The city appears as Samarkand at the time of the Arab conquest.^۲

لیکن Barthold اس خیال کا مؤید نظر نہیں آتا کہ سمرقند عربوں نے سانا تھا ، اس کی رائے میں یہ محض افسانہ ہے ، وہ لکھتا ہے :

Nasafi gives the name of the builder of the outer wall of the town as Abu Nu'man, probably thinking of one of the same-legendary Yemenite Kings, whom the authors of historical legends brought to Samarkand, apparently for no other reason than that the name of one of them was Shammar.^۳

Barthold نے تو صرف عربوں کے نظریہ ہی کی دے لفظوں میں تردید کی بھی ، بعض لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ سمرقند (یا سمرقند) کے شروع میں جو س (سن) ہے ، ابھی تک تاریخی طور پر یہ سنہ ہی نہیں چل سکا کہ وہ کہا ہے ، اور کہاں سے آیا ؟

برہان قاطع میں ہے :

مغرب آن سمرقند و سمران نضم اول (معجم البلدان) - پہلوی Samarkand ، یونانی Marakanda ریشہ جزو اول سمر نا کنوں معلوم نشدہ ، جزو دوم Kand - از بارسى ناسان Kanta ، سغدی Kanp (شہر) مستی از Kan (کند)۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے :

(۱) Ency. Britannica Vol. 19, Page 919

(۲) Ibid. Page 920

(۳) Turkestan, Page 85

(۴) برہان قاطع ، جلد دوم ، صفحہ ۱۱۶۵ ، حاشیہ نمبر ۴۔

....While the first part has not yet been satisfactorily explained.....¹

ہندوستان کی تاریخ میں ۱۷-۱۸ ویں صدی بڑے اضطراب اور سیاسی انتشار کا زمانہ تھا۔ شاہ عالم ثانی کے زمانے میں بیگم سمرو (یا سمروء) کے نام سے ایک عورت معرض وجود میں آئی، جس نے تاریخ میں خاصا نام پایا، اس عورت کی مختصر سی داستان بھی مزے سے سنی جائے گی۔ اس کا خاوند ایک یورپی باشندہ تھا، جو سمرو کے نام سے مشہور ہوا، اور اس کی ہندوستانی بیوی بھی اسی کے نام پر بیگم سمرو کہلائی۔ پروفیسر بنرجی نے باقاعدہ ایک کتاب "Begum Samru" تصنیف کی ہے، اس یورپی باشندے کے بارے میں وہ لکھتے ہیں :

....he for a while wandered about in Bengal and was ultimately engaged by Gurgin Khan, the Armenian General of Mir Qasim, the Nawab of Bengal....

Reinhardt was by temperament a grave, sullen, and morose man, and the gloom of his countenance gained for him the nickname of Sombre from his friends, while he was in the French service. This rather harsh appellation was softened on the Indian tongue into Samru.

کتاب کے اسی صفحہ کے حاشیہ پر لکھا ہے :

According to other accounts Samru is the corruption of an alias, Summers, assumed by him when he enlisted in the British Army.²

بیگم سمرو کون تھی، کہاں سے آئی؟ یہ بھی پروفیسر بنرجی

کی زبانی سنئے :-

General Samru while in the service of the Jat Raja Jawahir Singh, took part in his master's unsuccessful siege of Delhi in 1765. There a young girl of Arabian extraction was brought to his notice, whose personal attractions and exceptionally fair complexion charmed him. This

Muslim girl is known to history as Begam Samru of Sardhana.¹

مصنف نے اس لڑکی کے خاندان اور نام کے بارے میں مختلف روایات بیان کی ہیں۔ ان روایات کے مطابق سنگم سمرو کا اصل نام (غالباً) فرزانه بہا اور خاندانی اعتبار سے وہ سدانی یا مغل باکشمیری تھی۔^۲

An Oriental Biographical Dictionary میں ان دونوں مابین سوئی کو ”سمرو“ اور ”سمرو بیگم“ لکھا گیا ہے اور ان کے بارے میں حسب ذیل معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں :-

Shamru, Samru or Sombre (سمرو), whose real name was Walter Reinhardt, a person of obscure parentage He entered early as a common soldier, the service of the French, taking for him nom-de-guerre Summer, which his comrades, from his saturnine complexion, turned into Somber, and the Indians, by corruption, Samru and Shamru.

Shamru Begam (سمرو بیگم) — The celebrated princess of Sardhana, whose native title was Zeb-un-Nisa, was the wife, or rather concubine, of Shamru or Sombre Her first lord, Reinhardt, who brought her when a young and handsome dancing girl, married and converted her to the Roman Catholic religion.³

جنرل ”سمرو“ کے بارے میں The Cyclopaedia of India مصنف رقمطراز ہے :-

Sumroo, the name by which Walter Reinhardt was known to the natives of India, supposed to be a dialectical variation from Sombre, which was the pseudonym applied to him by his French comrades.⁴

(۱) "Begum Samru" Page 14

(۲) ایضاً (Footnote) صفحہ ۱۵ بمطابق Pondichery Records

(۳) An Oriental Biographical Dictionary . By Beale Page 373

(۴) The Cyclopaedia of India, Vol 111, Page 766-7

اب ہمیں معلوم کرنا چاہئے کہ اس لفظ Sombre کے معانی کیا ہیں۔ جس سے یہ ہندوستان کا یورپی جنرل مشہور ہوا اور جو بعد میں سمرو یا شمرو کے دیسی تلفظ میں بدل گیا۔

Shorter Oxford English Dictionary میں Sombre کے ذیل میں یہ معانی ملتے ہیں :-

1. Of inanimate natural objects and their attributes : characterized by the presence of gloom or shadow ; depressingly dark, dusky or obscure.
2. Of persons etc. : gloomy, lowering, dark and sullen or dejected--
Of thoughts, feelings etc. : Melancholy, dismal, dark-some.
3. Conveying gloomy ideas or suggestions.
4. Of colour and colouring : of a dark shade or tinge ; dark, dull.^۱

مولوی عبدالحق صاحب نے اس لفظ کے حسب ذیل معانی بتائے ہیں -

تاریک ، اندھیرا ، نیرہ و نار ؛ افسردہ ؛ مغموم ، اداس -^۲

غور کیا جائے تو عربی کے سمر اور انگریزی کے Somber میں خاصی معنوی مشابہت پائی جاتی ہے۔ کیا تعجب کہ Somber بھی دراصل سمر ہی ہو اور اسی لئے اس جنرل کو ”سمرو“ اور اس کی بیوی کو ییگم سمرو کے نام سے پکارا گیا۔

سندھ میں ایک خاندان ایک لمبے عرصے کے لیے برسر اقتدار رہا ہے۔ بعض روایتوں کے مطابق (قیاساً) اس خاندان کی حکومت

۵۲۷ء سے ۵۷۲ء تک رہی۔^۱ اس خاندان کو سومرہ کہا جاتا ہے۔ اس خاندان کی اصل کے بارے میں بھی مؤرخوں کا بڑا اختلاف ہے۔ بعض لوگ انہیں خالص ہندوستانی نسل کے راجپوت بتاتے ہیں اور یہ سوں کے نزدیک وہ غیر ہندی بلکہ حالصاً عربی النسل ہیں اگر سومرہ عربی النسل ناپ ہو جائیں تو یقیناً اس لفظ کی اصل بھی مادہ س۔ م۔ ر ہی میں تلاش کی جائے گی۔

Cyclopaedia of India کا مصنف لکھتا ہے :-

Sumra—a dynasty of Agnicula Rajputs, who in A D 750 succeeded to the Arabs in the government of Sind. The Sumra during the early part of their sway continued to be Hindus; indeed many of the tribe still remain so, and roam as shepherds through the thals of Jeysulmir and the Upper Dhat country to the east of Sind. The Sumra of the desert are one of the sub-division of the Pramara Rajputs, and from their frequently combining with the Umra, the two gave name to the large tract of country which is still recognised as Umra Sumra, and within which Alor is situated.

.... The Sumra, before they apostalized from their ancestral faith to Mohammadanism, intermediately adopted the tenets of Karamatian sect The name was originally pronounced Samra.^۲

اسی طرح انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، جلد ۴، صفحہ ۱۳۶، سندھ گزیٹیئر ۱۸۷۶ء اور سندھ گزیٹیئر ۱۹۰۷ء میں بھی سومروں کو راجپوت (ہندوستانی) قرار دیا گیا ہے۔

سید ابو ظفر ندوی اپنی ”تاریخ سندھ“ میں مختلف آراء تحریر

(۱) تاریخ معصومی اردو ترجمہ صفحہ 43 -

(۲) Cyclopaedia of India, Vol. III, Page 766 (۲)

کرنے اور ان پر بحث کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سومرہ خاندان دراصل عربی النسل ہے، اور یہ لوگ حجاج بن یوسف الثقفی کے عہد میں سندھ میں آکر آباد ہوئے تھے۔ ان کا بیان ہے :

سومرہ کے متعلق مؤرخوں میں اختلاف ہے۔ الفنسٹن صاحب^۱ نے ان کو ہندو راجپوت لکھا ہے، البٹ صاحب اور دیگر یورپین مصنفوں نے ان کو نومسلم راجپوت قرار دیا ہے، مولانا عبدالحلیم شرر نے سامرہ فرقہ سے نومسلم یہودی سمجھا ہے، اور حیرت ہے کہ تاریخ طاہری کے مصنف نے بھی ان کو ہندو کہا ہے۔ ان لوگوں نے اپنے دعویٰ کے متعلق کوئی دلیل پس نہیں کی ہے، اس لیے میرا خیال ہے کہ فقط ان کے ہندوؤں کے جسے ناموں نے مؤرخوں کو مشتبہ کر دیا، پس انہوں نے ان کو ہندو یا نومسلم سمجھا۔ لیکن علامہ سلیمان ندوی نے ”عرب و ہند کے تعلقات“^۲ میں ان کو عرب و ہند کی خلوط النسل قوم قرار دیا ہے، جو بالکل قرین قاس ہے۔

یہ حقیق ہے کہ سومرہ خاندان کے اکثر و بیشتر حکمرانوں کے نام خالصتاً ہندوانہ ہیں، اور غالباً ان کو ہندو قرار دیتے وقت مؤرخوں نے اس حقیقت کو یقیناً پیش نظر رکھا ہے۔ سید ابو ظفر ندوی اس دلیل کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں : ”جن لوگوں کی نظریں

(۱) الفنسٹن کے اصل الفاظ یہ ہیں :

The advance of the Mahometan arms ceased with the life of Casim
... the Mussulmans were expelled by the Rajput tribe of Sumera.
... (The History of India, Page 304), صفحہ ۳۰۴،

۲۔ سید صاحب مرحوم نے سومروں کی اصل و نسل سے بحث کرتے ہوئے خاصی تفصیل سے کام لیا ہے۔ اس کے لیے ان کی مذکورہ کتاب کے صفحات ۳۵۲ تا ۳۵۳ دیکھنے چاہئیں۔ انہوں نے سندھ کے سہ قبیلہ اور بعض دیگر قبائل کو بھی عربی النسل قرار دیا ہے۔ ان کی تحقیق یہ ہے کہ فتوحات سندھ کے ابتدائی دور میں بہت سے عرب قبائل اس خطے میں آباد ہو گئے تھے۔

(۳) تاریخ سندھ، حصہ اول، صفحہ ۲۷۷۔

تاریخوں پر ہیں، وہ خوب جانتے ہیں کہ الپ نگین، سبکتگین، التوتاش، سنجہر، بلبٹ، بولک، الپ ارسلان، قزل ارسلان وغیرہ اسلامی (عربی) نام نہیں ہیں، حالانکہ اپنے اپنے وقت میں یہ سب بہترین اسلامی حکمران تھے، اس لیے فقط نام کی مناسبت سے سومرہ ہندو قرار نہیں دیئے جا سکے۔۔۔۔ پس مندرجہ بالا تحریر سے ثابت ہو گیا کہ سومرہ کو محض لباس اور ناموں کے سبب سے غیر مسلم نہیں کہنا چاہیے، کیوں کہ اسماعیلی آج بھی انہی اوصاف کے ساتھ موجود ہیں^۱۔

”سومرہ نہ بے پرسب تھے اور نہ مشرک، بلکہ خالص موحد تھے، اور خاص توحید تمام دنیا کے مذاہب کے برخلاف صرف اسلام میں ہے۔ پھر سندھ کا ہر مؤرخ لکھا ہے کہ سومرہ نے سعد نامی زمسدار کی لڑکی سے سادی کی، اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو مسلمان اپنی لڑکی کافر کو کس طرح دیتا، اس لیے یقینی طور پر سومرہ مسلمان تھے۔ مصنف کی رائے میں سومرہ مسلمان، اسماعیلی تبیعہ تھے، جن کا تعلق مصر کے فاطمی اماموں سے بھی قائم تھا۔ اس سلسلے میں ان کا کہنا ہے کہ جب تک ملتان کی مستقل حکومت قائم رہی، مذہبی اور ملکی عہدہ یہاں کے حکام کو حاصل رہا، لیکن بباہی کے بعد مذہبی عہدہ یہاں کے ایک طاقتور رئیس کو عطا کیا گیا۔ اور یہ عہدہ ”شیخ“ کا تھا، اس شیخ کا نام سومرہ تھا۔ اور اس کے بعد اس کا لڑکا پال ہوا، جس کے نام دروزیوں کے امام نے خط بھیجا تھا۔ اس خط کا ایک حصہ مندرجہ ذیل ہے:

”ملتان اور ہندوستان کے مؤحدوں کے نام عموماً، اور شیخ ابن سومرہ راجہ بال کے نام خصوصاً“۔۔۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ

(۱) تاریخ سندھ، حصہ اول، صفحہ ۲۷۹ - (۲) ’یضاً‘ صفحہ ۲۸۰۔

سومرہ، ملتان والے اور دروزی ہم مذہب تھے^۱۔

اسی مصنف نے ابن بطوطہ کے سفر نامے کے حوالے سے بھی سومرہ خاندان کو عرب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ (ابن بطوطہ کا بیان اسی مضمون میں کسی دوسری جگہ نقل کیا گیا ہے) وہ لکھتے ہیں :

اس سے معلوم ہوا کہ سومرہ اپنے کو عربی النسل سمجھتے تھے ، اور اپنی آبادی کو حجاج بن یوسف ثقفی کے عہد کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اور اس زمانے کے مؤرخوں نے بھی ایسا ہی لکھا ہے ، اور یہ کوئی عجب بات نہیں ، سندھ میں عربی النسل قبائل النمنش ، بلکہ خلجی تک موجود تھے^۲۔

پس ان حالات کی موجودگی میں یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ سومرہ ہندو راجپوت نہ تھے بلکہ وہ عرب بھی جو ہندوستان میں آباد ہو گئے تھے ، اور پشت در پشت یہاں رہ کر ہندی نژاد بن گئے ، جس کی صحیح مثال ہندوستانی سادات ہیں^۳۔

میر علی شیر قانع ٹھٹھوی سومرہ کے متعلق تحریر کرتے ہیں :

”خود مختاری کے دور سمیت اس قوم کے لوگوں کی کل مدت حکومت پانچ سو سال بیان کی گئی ہے ۔۔۔۔۔۔۔“

بہر حال اس قوم کی اصلیت کے بارے میں کوئی ثبوت دستیاب نہیں ہوا۔ البتہ جیسا کہ اس سے پیشتر مذکور ہو چکا گان غالب ہے کہ یہ سومرہ عرب ہیں ، جو چوتھی صدی ہجری میں سندھ آئے تھے۔“

مندرجہ بالا عبارت تحفۃ الکرام جلد سوم (اردو ترجمہ مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ) سے نقل کی گئی ہے۔ اس کتاب کے حواشی مخدوم

(۱) تاریخ سندھ ، حصہ اول ، صفحہ ۸۲-۸۱ -

(۲) ایضاً صفحہ ۲۸۲ -

(۳) ایضاً صفحہ ۸۳-۸۴ -

امیر احمد اور ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے لکھے ہیں، انہوں نے سومرہ کی تاریخ اور اصل کا کھوج لگانے کی کوشش کی ہے، اور آخر میں اپنی رائے بھی پیش کی ہے :

”سومرہ سندھ کی ایک قدیم قوم ہے، جس نے طویل مدت تک سندھ میں حکومت کی ہے، لیکن ان کی حکومت کی تاریخ برگمنامی کے ایسے تاریک پردے پڑے ہوئے ہیں کہ اس کی نظیر شاید ہی کسی ملک یا قوم کی تاریخ میں مل سکے۔ آج تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ سومرہ قوم کی نسل کہاں سے شروع ہوتی ہے۔ کچھ مؤرخ کہتے ہیں کہ یہ دراصل عرب قوم سے ہیں، جو حجاج کے دنوں میں تسخیر سندھ کے موقع پر عراق کے شہر سامرہ (سمرن رأی) سے ہجرت کر کے آئے، یہاں انہیں پہلے سامری کہا جانا تھا، لیکن بعد میں تلفظ اور لہجہ کے تغیر کی وجہ سے سومرہ کہا جانے لگا۔ ابن بطوطہ اس خیال کی ناؤد کرنا ہے، اور شہر جنانی کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

”ہم دریائے سندھ کی راہ سے سفر کرتے ہوئے دو دن کے بعد شہر جنانی پہنچے۔ یہ دریائے سندھ کے کنارے ایک بڑا اور خوبصورت شہر ہے۔ اس کے بازار دلکس ہیں، یہاں کے باشندوں کو ”سامرہ“ کہا جاتا ہے، وہ عہد قدیم سے یہاں آباد ہیں۔ تسخیر سندھ کے مؤرخوں کی تحریر کے مطابق ان کے بزرگ یہاں اس زمانے سے رہتے ہیں جس زمانے میں کہ حجاج کی نگرانی میں سندھ فتح ہوا تھا“۔

(ابن بطوطہ کے اصل الفاظ یہ ہیں :

و سرنا من نهر السند یومین و وصلنا الی مدینة جنانی - مدینة کبيرة حسنة علی ساحل نهر السند - لها أسواق ملیحة و سکاها طائفة یقال لهم السامره - استوطنوها قدیمًا حین فتحها علی أيام

الحجاج بن یوسف حسبا أثبت المؤرخون في فتح السند^۱۔ لیکن تاریخ دانوں کا دوسرا طبقہ سومروں کو سندھ کا اصلی اور قدیمی باشندہ اور راجپوت قرار دیتا ہے۔ جساکہ ایلیٹ اپنی مشہور کتاب ”ہسٹری آف انڈیا“^۲ (جلد ۱، صفحہ ۴۸۴) میں لکھتا ہے کہ :

تاریخ طاہری کے قلمی نسخہ کے صفحہ ۲۵ پر واضح طور پر مرموم ہے کہ سومرہ اصل میں ہندو تھے، ریاست الور کے ہندو راجپوتوں میں سے۔ اسی طرح ”ایلیٹ“ نے اپنی کتاب ”سند“ کے حاشیہ صفحہ ۸۹ پر سومروں کے متعلق کافی بحث و تمحیص کے بعد گجرات کی تواریخ کے حوالوں کی بنیاد پر نابت کہا ہے کہ سومرہ راجپوت ہندو تھے۔

تحفة الکرام یا دیگر تواریخ میں سومروں کی جو رسومات بیان کی گئی ہیں مثلاً سومرہ سرداروں کا اپنے مطیع لوگوں کے شانوں پر داغ دینا تاکہ وہ ان کے غلام شمار کیے جائیں۔ خود کو دوسروں سے ممتاز ثابت کرنے کے لیے اپنے ہاتھوں، بیروں کے ناخن جڑ سے اکھڑوا دینا۔ جو عورت ایک بار بیچہ جنے پھر کبھی اس کے قریب نہ جانا۔ نیا کپڑا ایک بار پہن کر میلا کرنے کے بعد بھر دوبارہ نہ پہننا وغیرہ وغیرہ۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سومرہ عرب نژاد

(۱) رحلة ابن بطوطه، صفحہ ۷-۳۹۶، بیروت، ۱۹۶۰ء۔

(۲) Sir H M Elliot نے اپنی کتاب میں سومروں کی قدیم تاریخ اور ان کے نسلی اعتبار سے عرب یا ہندوستانی ہونے کے بارے میں خاصی مفصل بحث کی ہے۔ اس کے لیے اس کی تاریخ کی جلد اول کے صفحات ۴۸۳ تا ۴۹۴ دیکھنے چاہئیں۔ اگرچہ خود ایلیٹ نے آخر میں سومروں کے راجپوت ہندوستانی ہونے کی رائے دی ہے لیکن ان صفحات میں بعض ایسے دلائل بھی موعود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ خالص عرب بلکہ قریشی تھے۔ اس نظریے سے بعض یورپی علماء کی آراء بھی متفق ہیں۔ اور ان دلائل کو باہمی جہٹلایا نہیں جا سکتا۔

ہرگز نہیں تھے۔ کیونکہ عربوں میں نہ جاہلیت کے زمانے میں کبھی اسی رسمیں رائج تھیں اور نہ عہد اسلام میں، اس لیے یہ رائے زیادہ وزن دار معلوم ہوتی ہے کہ سومرہ اصل میں ہندو راجپوت تھے۔ سومرہ حکمرانوں کے ٹھٹھ ہندی نام بھی اس خال کی تائید کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ عرب ہوتے تو ان کے نام بھی ضرور عربی قسم کے ہوتے۔ (سومروں کی بعض رسومات کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے۔)

وہ لکھا ہے :

وہولاء الطائفۃ المعروفون بالسامراء ، لا ناکون مع احد و
لا ينظر الہم احد حين ناکون۔ ولا يصاہرون احدا غیرہم و
لا يصاہر الہم احد۔ وکان لہم فی هذا العهد أمير یسمی وناہ
و سنذکر خبرہ^(۱)

سمہ اور سومرہ قبائل کی اصلیت کے بارے میں ایک تیسری رائے اور بھی ہو سکتی ہے جس کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی۔ وہ یہ کہ یہ دونوں قومیں ایشیا کی اس مشہور ”سمیری“ قوم کی شاخیں ہیں۔ جنہیں عربی میں سامی کہا جاتا ہے۔ قدیم زمانے میں یہ بڑی طاقتور قوم بھی جس کا وسط ایشیا میں بے حد اثر و اقتدار تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی حصہ اسی زمانے میں سندھ کی طرف آنکلا ہو اور سندھ کو اپنا وطن بنایا ہو۔^۲

ناریخی معصومی کے مطابق سومرہ ایک شخص کا نام بھی تھا، جسے لوگوں نے مسند حکومت پر لا بٹھایا ”الغرض دران اوان مردم سومرہ از نواحی تہری جمعیت کردہ سومرہ نام شخص را بر مسند ریاست اجلاس دادند“^۳

(۱) رحلہ ابن بطوطہ، صفحہ ۳۹۷۔

(۲) تحفہ الکرام (اردو ترجمہ) حاشیہ صفحہ ۱۱۳ و بعد۔

(۳) تاریخ معصومی صفحہ ۶۰۔

تعجب ہے کہ سید ابوظفر ندوی بھی سومروں کو عرب فرار دینے پر اتنا زور بیان صرف کرنے کے باوجود آخر میں کہتے ہیں کہ بہ لفظ دراصل سوم رائے ہے۔ سوم کے معنی چاند اور رائے کے معنی راجہ جس کا ہم معنی لفظ چندر رائے ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ سومرہ کسی خاندان کا نام نہیں بلکہ کسی شخص کا ذاتی نام یا لقب تھا۔ اور محمود غزنوی سے پہلے سومرہ کسی خاندان کا نام نہ تھا۔^۱

۱۸۷۶ء کے مطبوعہ ”سندھ گزیٹیئر“ میں اس خاندان کے ایک شخص کا نام ابن سومر بنایا گیا ہے۔ جس نے اس خاندان کی حکومت کی بنیاد رکھی تھی۔ اور وہ بڑا بہادر حکمران تھا۔

. In H. 423 (A.D. 1032) Ibn Sumar the ruler of Multan, believed to be himself a Sumera, seems to have laid the foundation of the Sumra dynasty in Sind and to have governed the country with great vigour and discretion.

اس خاندان کے آخری حکمران کا نام Urrah Mehl تھا جسے سمہ خاندان کے لوگوں نے قتل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا۔^۲

جیسا کہ پہلے گزر چکا سندھ کے سومروں کے بارے میں چونکہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ وہ راجپوت ہیں اور پرانے چندر بنسی (بعض کے نزدیک سورج بنسی) خاندان سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ بعض لوگوں نے سومرو کو دراصل سوم رائے ہی بتایا ہے۔^۳ اس لیے ”سومرات“ کے متعلق چند سطر میں لکھ دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ

(۱) دیکھئے تاریخ سندھ جلد اول صفحہ ۲۸۴۔

(۲) A gazetteer of the Province of Sind, page ۲۸

(۳) History of India, page ۴۹۰

دونوں میں سوم (چاند) مشترک ہے -

البیرونی "سومناٹ" کے سلسلے میں حسب ذیل معلومات بہم پہنچانا ہے :

ہو حجر سومناٹ و سوم ہوا القمر و ناٹ الصاحب - فہو صاحب القمر^۱

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد چہارم صفحہ (۵۵۰) میں ہے :

Sūmanāt or rather Somanath (Moon Lord). . .

البیرونی نے سومناٹ کے مندر کی تعمیر کے متعلق اپنی کتاب میں بعض عجیب و غریب روایتیں بیان کی ہیں - وہ ہندو عقیدے کے مطابق بعض کہانیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :

و ذالک ان هذا الحجر كان مصوباً على الساحل غرباً عن مصب نهر سرتی فی البحر ناول من ثلث میل و شرقاً عن موضع فلعة ۰۰۰۰ و كلما طلع القمر و غرب ربا ماء البحر بالمد ففرقه واذا وافی فلک نصف النهار و الل نضب با لجزر فأطهره ، فكان القمر مواظب علی خدمته و غسله ولذاک نسب الہ -^۲

برہان قاطع میں بھی سومناٹ کی شرح ملتی ہے :

بضم اول و فتح مہم و نون بالف کشیدہ بروزن مہملات بتخانہ ای بود در ملک گجرات، گویند سلطان محمود غزنوی آنرا خراب کردہ و منات را کہ بتھائی مشہور است در آن بتخانہ می بود شکست - و بعضی گویند کہ قریش منات را گریزانیدہ بودند، و از راہ دریا بدانجا آوردہ، و بسکون مہم ہم گفتہ اند - و گویند این لغت ہندوی است کہ مفرس شدہ

(۱) کتاب "فی تحقیق مالہد" صفحہ ۲۵۲ -

(۲) ایضاً صفحہ ۲۵۳ -

یعنی فارسی گردیدہ ، وآں نام بتے بود - ومعنی ترکیبی آن سوم نات است
یعنی صنمے است نمونہ قمر - چہ سوم بھندی قمر را گویند و نات نعظیم
است۔^۱

فرہنگ آند راج میں ”سومنات“ کی وجہ تسمہ دو تین طریقوں
سے بیان کی گئی ہے -

... واین لفظ در اصل ہندیست - رشیدی در فرہنگ خود آورده
کہ سوم بمعنی قمر است و نات بمعنی عظیم، چونکہ آن بتخانہ را بھکل قمر
ساختمہ بودند ، سومنات گفتند شیخ سعدی گفته

بتے دیدم از عاج در سومنات مرصع چو در جاہلیت منات
شیخ عطار گفته :

لشکر محمود اندر سومنات یافتند آن بت کہ نامس بود نات
درس صورت نام بت نات و نام بتخانہ سوم خواہد بود و برخی گفته اند ،
سوم نام پادشاہی بودہ کہ آن بت را ساختمہ و نام آن بت و ہر دو نام
از کثرت استعمال یکے شدہ مانند بعلبک و نات در ہند بمعنی بزرگ و
صاحب است ، چنانکہ جگنات یعنی بزرگ خلائق چہ جگ بمعنی
خلائقیست و نات بزرگ -

... و در غیاث نوشتہ کہ سومنات در اصل سومناتہ ، سومنانہیہ
بودہ ، در استعمال فارسی حرف ہاء از حرف ساقط شدہ -^۲

معلوم ہونا کہ سومنات در اصل ہندی نام ہی ہے اور عربی سے
اس کا تعلق ، غالباً ، افسانوی ہے - سوم سنسکرت کا بڑا مشہور لفظ ہے -
platt کی ہندوستانی ڈکشنری میں سوم کے حسب ذیل معانی ملتے ہیں

(۱) برہان قاطع جلد دوم صفحہ ۱۱۹۲ اس صفحے کا حاشیہ بھی دیکھیے -

(۲) فرہنگ آند راج جلد سوم صفحہ ۲۵۱۵ -

اور سومنات کی شرح بھی کی گئی ہے۔

Water ; The moon ; air ; winds ; heaven ; Sky ,
Somnath, Soma's lord, The divinity set up by Soma or
the Moon ^۱

چاند ایک خوبصورت چیز ہے اور دنیا کی بہت سی زبانوں کی ساعری
میں اس سے محبوب کا تصور وابستہ ہے۔ عجب انفا کی بات ہے کہ
خود ترکی میں بھی سوم-م کے مادے سے بعض الفاظ ملے ہیں۔ جن
میں محبت کے معانی پائے جاتے ہیں؟ کہیں ہندوستانی کے سوم اور
ترکی کے حسب دیل الفاظ کی اصل و نسل ایک ہی تو نہیں ہے؟

سومہ (Soume) An act of Liking, loving, fondling . . . a
feeling of liking or love.

سوملو—lovable, genial, affable.^۲

عراق زمانہ قدم میں دنیا کی بعض عظیم الشان تہذیبوں کا
مرکز و منبع رہا ہے۔ یہاں انک قوم ”سُمیری“ یا ”سومر“ یا
”سامری“ آباد تھی۔ ان کی سب سے بڑی آبادی کا نام بھی ”سامریہ“
بھا۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کے اس مقالے کے مطابق جو Samaria کے
بارے میں لکھا گیا ہے، اس سہر کی کھدائی ہارورڈ یونیورسٹی کے بعض
ماہرین کے زیر اہتمام ۱۰-۱۹۰۸ میں ہوئی تھی جس کے نتائج ۱۹۲۴ ع
میں دنیا کے سامنے پس کئے گئے۔ اس شہر کے آثار قدیمہ سے عبرانی
زبان کے بعض بہت قدیم کتبے بھی ملے۔ کہا جاتا ہے کہ اسرائیلی
بادشاہ Omri نے وہ پہاڑ جس پر بعد میں اس نے شہر کی تعمیر کروائی

اور آسے اپنا دارالحکومت بنایا اس کے مالک Shemer سے خریدا تھا۔^۱
 ممکن ہے اسی Shemer سے Samaritan بنا ہو، جسے ہم
 ”سمیری“ یا ”سومر“ قوم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

”سمیری“ قوم کے متعلق انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں موجود مقالہ
 کے چند افہاسات نیچے درج کئے جاتے ہیں جو اس قدیم نسل انسانی کی
 تاریخ پر روشنی ڈالتے ہیں :

Samaritans—The name given to a peculiar religious community formerly wide spread throughout Samaria in Palestine and now represented by a few families at Nablus, near the site of the ancient Shechem. They claim to be descendents of the ten tribes... Their religion, they assert, represents the true, unalloyed teaching of Moses...

The Origin of the sect is obscure because the native and the Jewish accounts are alike tendentious...^۲

سورۃ طہ کے بعض حل طلب مقامات کی تشریح و توضیح کے
 سلسلے میں مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے سمیری قوم کی مختصر تاریخ
 بھی بیان کی ہے اور بنو اسرائیل کے ”سامری“ کو اصلاً اسی قوم کا
 ایک فرد بتایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

قیاس کہتا ہے کہ یہاں ”سامری“ سے مراد سمیری قوم کا فرد
 ہے کیونکہ جس قوم کو ہم نے سمیری کے نام سے پکارنا شروع کر دیا
 ہے، عربی میں اس کا نام قدیم سے سامری چلا آ رہا ہے اور اب بھی
 عراق میں ان کا بقایا اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہاں قرآن کا السامری
 کہہ کے اسے پکارنا صاف کہہ رہا ہے کہ یہ نام نہیں ہے اس کی قومیت
 کی طرف اشارہ ہے یعنی وہ شخص اسرائیلی نہ تھا، سامری تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً ساڑھے تین ہزار برس پہلے دجلہ و فرات کے دواہ میں دو مختلف قومیں آباد ہو رہی تھیں اور ایک عظیم الشان تمدن کی بنیادیں اٹھا رہی تھیں۔ ان میں سے ایک قوم جو جنوب سے آتی تھی، عرب تھی۔ دوسری جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ نبال سے ابری سمیری تھی۔ اسی قوم کے نام سے نارنج قدیم کا شہر سامر اور آور آباد ہوا تھا۔ جس کا محل اب نل العبد میں دریافت ہوا ہے اور وہاں سے نارنج ہزار برس بستر کے بنے ہوئے زیور اور سنہری ظروف برآمد ہو رہے ہیں۔

سمیری ویم کی اصل کہا بھی؟ اس بارے میں اس وقت تک کوئی قطعی رائے قائم نہیں کی جاسکتی ہے لیکن نینوا میں آشور بن پال (۶۲۶ ق۔ م) کا جو کتاب خانہ نکلا ہے اس میں تختیوں کا ایک مجموعہ لغت کی کتاب کا بھی ہے جس میں آکادی اور سمیری زبان کے ہم معنی الفاظ جمع کئے گئے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سمیری زبان کے اصوات سامی حروف کے اصوات سے چنداں مختلف نہ تھے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ بھی دراصل انہی قبائل کے مجموعہ سے کوئی بعدی نعلق رکھتے ہوں، جن کے لیے ہم نے نوران کی اصطلاح ”سامی“ اختیار کر لی ہے۔۔۔۔۔

پھر حال سمیری قبائل کا اصلی وطن عراق تھا مگر یہ دور دور تک پھیل گئے تھے۔ مصر سے ان کے تعلقات کا سراغ ایک ہزار سال قبل مسیح تک روسی میں آچکا ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے اسی قوم کا ایک فرد حضرت موسیٰ کا بھی معنقد ہو گیا اور جب بنی اسرائیل نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ نکل گیا۔ اسی کو قرآن نے ”السامری“ کے لفظ سے یاد کیا ہے۔^۱

یہ واضح ہے کہ سمیری قوم، قدیم سامی نسل کی ہم عصر تھی۔
 یا کم از کم دونوں بہت قریبی زمانے میں تہذیب و تمدن پھیلا رہی
 تھیں۔ فارسی کی ایک کتاب ”تاریخ ملل قدیم آسائی غربی“ میں اس
 خطہ ارض کی تمام پرانی افوام کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ ”سومری“
 قوم کے متعلق چند سطریں یہاں تحریر کی جاتی ہیں :

بین النہرین سفلی کہ تاریخ تشکیل اراضی آن بانسبہ جدید است
 نا پنج ہزار سال پیش از میلاد مسح مسکون نبوده، سومریہا برائے
 خود شہرہائی در حوالی خلیج فارس و کنارہ ہائے فرات ایجاد کردند...
 بنا بریں مملکت سومر بر اراضی میان فورنہ فعلی و خطی کہ از کوت البجارہ
 بہ بحر نجف در نہال میرسد اطلاق مبشودہ^۱۔

یہ قوم خاصی متمدن تھی۔ اور اس کی نگ و ناز کا دائرہ
 دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔

سامبھا درآکاد، کہ از آگادہ تا کیش پراگندہ شدہ بود سومریہا
 کہ در درہ ہائی میاب نپورو دریا سکنی داشتند، تمدن ہر دو قوم،
 ظاہراً در آغاز کار یکسان و مساوی بودہ، لیکن سومریہا در توسعہ
 و رواج تمدن توفیق بیشتری یافتہ... مملکت سومر تقریباً یک ناحیہ
 صنعتی بود وشہرہائی زیاد و آباد و تجارت سرشار داشت^۲۔

نفوذ سومر ازیں بابت بہ دو ناحیہ متمدن آنروز یعنی درہ نیل
 در مغرب و درہ سند در مشرق نیز رسید^۳۔

(۱) تاریخ ملل قدیم آسائی غربی صفحہ ۳۴۔

(۲) ایضاً صفحہ ۲۴۔

(۳) تاریخ ملل قدیم آسائی غربی صفحہ ۶۔

سومریہا در بین النہرین سفلی یعنی سر زمین سومر مسکن داشتہ اند (بین النہرین میانہ کہ امروز بغداد مرکز آن محسوب میشود۔ در آن زمان آکاد نام داسہ)۔۔۔ یعنی بے ریزی تمدن در آسبائی غربی بدست سومریہا و قبول و انتشار آن از طرف سامبہا (کہ بعدہا جانشین سومریہا شدہ اند)۔۔۔ منشاء سومریہا هنوز بدستی معلوم نیست عدہ ای تصور میکنند کہ آنها از نفاط کوهستانی باین حدود آمدہ و جہاقتی مگویند کہ موطن اصلی آنها نواحی دریائی بودہ است^۱۔

اسی صفحے کے حاسہ میں مندرجہ ذیل الفاظ ملتے ہیں :

ولی نام اصلی این سر زمین ہاں سومر است کہ ہم خود اہالی وہم مردم سہرہائی مجاور آبرا بہمن نام مخواندند۔۔۔۔ سر زمین سومر در بوراب ستعار خواندہ شدہ۔

Lane نے س۔ م۔ ر عی کے مادے میں السامریون کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس کی لغات میں ہمیں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

[The Samaritans, a people said to be] one of the tribes of Israel . . . and are known by the appellation of السامریون : most of them are in the mountain of En-Nabulus. السامریہ is the rel. N. of السامریہ

حرف آخر

اوراف بالا میں سس کی گئی تصریحات سے چند امور کی وضاحت ہوتی ہے۔

عری میں سمیراء اور سمیرا عورتوں کے نام موجود ہیں۔ ترکوں میں بھی ایک بادشاہ عہد قدیم میں سمر نامی گزرا ہے۔ فارسی لغات سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ایران میں سمراء (برنام دختر

نہیک) اور سمیراء (برنام عمہ شیرین) عورتوں کے نام ہوتے ہیں۔
خود ترکیہ میں بھی سمیراء نام پایا جاتا ہے۔

یہ سب نام عربی کے مادہ س-م-ر سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں جس کا معنی گندم گوں ہونا، سفیدی و سیاہی کے درمیان رنگ والا، ہونا ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق ترکی زبان میں بھی یہ لفظ عربی ہی سے آیا۔ جہاں تک خود لفظ سمرو Sumru کا تعلق ہے۔ کسی لغت (عربی، فارسی، ترکی) میں دستیاب نہیں ہوا۔ ہماری رائے میں دراصل یہ سمیراء تھا یا غالباً سمرۃ (Brownish) جو سمرو بن گیا۔

انک اور توجہ بہ بھی پیمس کی جا سکتی ہے۔ فارسی میں عام سی ترکیب ہے :

سیاب - سیم - یر - سیم - تن - سیم بدن - اور سیمیں تن - سیمیں بدن -
ممکن ہے کہ سمرو بھی اس طرح دراصل فارسی کے دو الفاظ سیم اور رو (سیمرو) یا سیمین اور رو (سیمینرو) کا مرکب ہو— یہ محض انک ذاتی رائے پیش کی گئی ہے۔ آخر سندھ کے سمرہ خاندان کے بارے میں بھی تو کہا گیا ہے کہ یہ ہندی کے دو الفاظ سوم اور رائے (سومرائے) کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

ایک بنگالی دوست نے بتایا ہے کہ ان کے علاقے میں بھی شمر و خان نام بعض لوگوں کا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عربی کے چند دیگر مادے بھی یہاں تحریر کر دیے جائیں جو س-م-ر سے ملتے جلتے ہیں :

ث-م-و (تمہ)

تمہ : بھلاؤ ہونا۔

امتہ : نتیجہ خیز بنانا۔

الشَّمْرُ: پھل (واحد نَمْرَةٌ) نسل - اولاد -

نَمْرَةُ الْقَلْبِ: دوستی - محبت -

شَجَرَةُ نَمْرَاءُ: پھلدار درخت -

ش - م - ر (شمر)

شَمَرٌ: تیز چلنا - نکبر سے چلنا -

الشَّمْرُ: فیاض - سخی - صاحب نصرت -

الشُّمْرَةُ: ایک ہودہ جس کے پھول زرد رنگ کے اور دانے سبز رنگ کے
لئے ہوتے ہیں -

ص - م - ر (صمر)

صَمَرٌ: بخیل ہونا - دودھ کا ترش ہونا -

الصَّمْرُ: تازہ مشک کی خوشبو -

الصَّمْرُ: برکت وغیرہ کا کنارہ -

الصَّمْرَةُ: کھٹا دودھ ^۱ -

اور آخری گزارش یہ ہے کہ جو کچھ صفحات بالا میں تحریر کیا
گیا محض ایک ابتدائی سی کوسس ہے - اہل علم حضرات کی طرف سے اس
بارے میں مزید علمی تحقیقات کی توقع کی جا سکتی ہے :

کرس گئے اہل نظر نازہ بستیاں آباد

مصر میں مسلمانوں کے آباد کردہ دو مشہور شہر فسطاط اور قاہرہ

از

ذوالفقار علی ملک

لیکچرار شعبہ عربی، یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

(شائع شدہ : اورینٹل کالج میگزین، مئی، اگست ۱۹۶۴ء)

مصر میں مسلمانوں کے آباد کردہ دو مشہور شہر

فسطاط اور قاہرہ

فسطاط

خطہ مصر میں مسلمانوں کے آباد کردہ شہروں میں الفسطاط سب سے قدیم ہے۔ حضرت عمرو بن العاص نے ۶۴۱ھ میں اس کی بنیاد رکھی^۱۔ اس کا محل وقوع موجودہ قاہرہ اور مصر عتیقہ کے مابین تھا اور اس کے آثارات میں سے جامع عمر اور اس کے ارد گرد کے کھنڈرات آج تک موجود ہیں جو جبل المقطم تک پھیلے ہوئے ہیں۔

فسطاط کی تعمیر

مسلمانوں نے حضرت عمرو بن العاص کی زہر نیادت ۶۴۱ھ میں مصر پر حملہ کیا^۲۔ فرما اور بلبیس کی فتح کے بعد وہ مصر یا بابلوں پر حملہ آور ہوئے۔ شہر تو تھوڑی سی مقاومت کے بعد فتح ہو گیا لیکن عربوں کو چھ ماہ تک قلعہ کا محاصرہ جاری رکھنا پڑا۔ حصن بابلوں پر قابض ہونے کے بعد عربوں نے ڈیلٹا کے علاقے پر حملہ بول دیا اور رومیوں کو اسکندریہ میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کر دیا۔ ۶۴۱ھ میں ہی مسلمان فوجیں اسکندریہ کی طرف بڑھیں اور اس پر قابض ہو گئیں^۳۔ پھر رفتہ رفتہ سارا مصر عربوں کے زیر نگین آ گیا۔ اسکندریہ کی فتح کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے حضرت عمرؓ کو فتح کی خوش خبری کا ایک خط لکھا اور ساتھ ہی ان سے

(۱) معجم ۱۵: ۲۶۳ - (۲) الکامل ۲: ۳۹۵ - (۳) الکامل ۲: ۳۹۵

اسکندریہ میں امامت اختیار کر لئے کے بارے میں مشورہ طلب کیا! حضرت عمر نے فاصد سے پوچھا ”اسکندریہ اور مدینہ کے مابین کوئی دریا و عمرہ تو حائل نہیں“ اُس نے جواب دیا ”امیر المومنین جب نل میں سلاب آ جائے تو پانی حائل ہو جانا ہے“۔ یہ سن کر آپ نے حصرت عمرو بن العاص کو لکھا ”میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تم مسلمانوں کو ایسی جگہ آباد کرو جس کے اور میرے مابین سرما یا گرما کسی موسم میں بھی نانی حائل ہو۔ ناکہ میں جب چاہوں انی سواری بر سوار ہو کر تم تک پہنچ جاؤں۔“

حضرت : مر کا یہ فرمان سن کر عمرو بن العاص نے اسکندریہ کی حفاظت کے لیے مسلمان سپاہیوں کا ایک دستہ متعین کر دیا اور خود حصن بابلوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ انہوں نے مصر کے قدیم دارالخلافہ کے کنٹنڈروں سے دس میل کے فاصلے پر شمال کی جانب جدید اسلامی سہر کی تعمیر کے لیے مناسب جگہ تلاش کی جس پر فسراط آباد کیا گیا۔

فسراط کی وجہ تسمیہ

فسراط کی وجہ تسمیہ کے بارے میں ایک عجیب و غریب روایت بیان کی جاتی ہے اور وہ یہ کہ جب حصن بابلوں کو فتح کرنے کے بعد مسلمان فوجیں اسکندریہ کی طرف بڑھیں تو عمرو بن العاص نے اپنے خیمے (فسراط) کو اکھاڑنے کا حکم دیا۔ اُس وقت لوگوں نے دیکھا کہ خیمے میں ایک کبوری نے انڈے دیے ہوئے تھے۔ عمرو بن العاص کو اس کی خبر کی گئی۔ انہوں نے یہ بات سن کر کہا ”کبوری نے ہماری بناء ڈھونڈھی ہے اس لیے ہمارا فرض ہے

کہ اُس کی حفاظت کریں۔“ چنانچہ انہوں نے حکم دیا کہ خیمے کو علی حالہ باقی رہنے دیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ چند آدمی خیمہ کی حفاظت کے لیے بھی متعین کر دیے گئے^۱ جب مسلمان سپاہی اسکندریہ کو فتح کرنے کے بعد واس لوٹے اور حصن بابلیوں کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ عمرو بن العاص کا خیمہ (فسطاط) جوں کا توں کھڑا تھا اور اس میں کبوتری کے بچے بھی موجود تھے۔ چنانچہ وہ دوبارہ اُس جگہ فیام پذیر ہو گئے اور انہوں نے عمرو بن العاص کے فسطاط (خیمے) کے ارد گرد انے خیمے لگا لیے اور اُس جگہ کو فسطاط امیر کی مناسبت سے فسطاط کہنے لگے۔^۲ رفتہ رفتہ مختلف اشخاص نے وہاں اپنی رہائش کے لیے مکانات تعمیر کرنے شروع کر دیے۔ یہ دیکھ کر عمرو بن العاص نے حصن بابلیوں کے شمال میں ایک نہر کی بنیاد رکھی جسے فسطاط ہی کا نام دیا گیا۔ اس نہر میں ۲۰ محلے تھے جو حارہ کہلاتے تھے۔ عمرو بن العاص نے اپنے چار سرداروں معاویہ بن حدیج، شربک بن سمی، عمرو بن قعزم اور جبریل بن ناسرہ المعافری کے سپرد یہ کام کبا کہ وہ مختلف قبائل کو علیحدہ علیحدہ ان محلوں میں آباد کریں^۳ سر زمین مصر میں پہلا اسلامی نہر یعنی فسطاط اس طرح معرض وجود میں آیا۔ لفظ فسطاط کے تلفظ میں متعدد روانات ہیں۔ عرب اس کا تلفظ چھ مختلف طریقوں سے کیا کرتے تھے یعنی ‘فُسطاط‘، ‘فُسطاط‘، ‘فُسط‘، ‘فُسط‘ اور ‘فُسطاط‘۔ فسطاط کی وجہ تسمیہ کے بارے میں ایک اور نظریہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ لفظ فسطاط رومی لفظ فوسٹام سے مشتق ہے جس کے

(۱) معجم ۱۵ : ۲۶۳ -

(۲) ابن الفقیہ : کتاب البلدان ۹۰، یعقوبی : کتاب البلدان ۳۳ -

(۳) معجم ۱۵ : ۲۶۳ -

(۳) معجم ۱۵ : ۲۶۳ -

معنی قلعہ ہوتے ہیں۔ اس صورت میں مدینہ الفسطاط کے معنی قلعہ والا
سہر ہوں گے^۱

عمرو بن العاص نے فسطاط کے عین وسط میں جامع مسجد کی
مشرق جانب اپنا گھر تعمیر کروایا۔ اس کے سامنے ایک وسیع میدان
بھا جس میں مسلمان لاسکر خسمہ زن هوا کرتا تھا^۲ اس گھر کا نام
”دار الکبریٰ“ تھا^۳۔ اس کا صدر دروازہ ایک بازار میں کھلتا تھا جس
کا نام زفای الماديل تھا۔ اس بازار کو یہ نام اس لیے دیا گیا کیونکہ
وہاں امراء کے مکانات بھی جن کے دروازوں پر مندیلیں روشن رہا کرتی
تھیں^۴ بعد ازاں عمرو نے انے سٹے کے لیے ایک اور گھر بنوایا جو
دار عمرو الصغریٰ کے نام سے مشہور ہوا۔ زبیر بن العوام نے اس
گھر کے مغرب میں اپنا مکان تعمیر کروایا۔

فسطاط کے ابتدائی مکانات کچی ایٹوں کے سانہ تعمیر کئے گئے
اور وہ انک ایک منزل بلند تھے۔ لیکن حوں جوں مسلمانوں کے قدم
سر زمین مصر میں راسخ ہوتے گئے فسطاط کی شان و سوکت میں اضافہ
ہونا گیا۔ حتیٰ کہ متعدد وجوہ سے وہ کوفہ اور بصرہ پر بازی لے
گیا۔ اموی دور میں فسطاط میں بہت توسع ہوئی۔ امویوں کے گورنر
یہیں مقیم ہوا کرتے تھے۔ الفللسدی لکھتا ہے کہ عبدالعزیز بن مروان
نے جو انے بھائی عبدالملک کی جانب سے مصر کا امیر تھا فسطاط میں
ایک وسیع محل تعمیر کروایا جس کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ اسے
المدینہ کہا جاتا تھا۔ اس محل پر ایک بہت بڑا سنہری گنبد تھا۔
اموی خلفاء میں سے مروان الاول اور مروان الثاني فسطاط آئے۔

(۲) القاہرہ ۲: ۳۱۸۔

(۱) القاہرہ ۲: ۳۱۷۔

(۳) سفرنامہ ناصر خسرو، صفحہ ۷۳۔

(۴) یعقوبی: کتاب البلدان ۲۳۱۔

مروان الثانی جنگ زاب میں عباسیوں سے شکست کھا کر بھاگ تو کچھ عرصہ فسطاط میں ٹھہرا۔ پھر اُس نے دارالامارہ اور فسطاط کو جزیرہ روضہ کے ساتھ ملانے والے بل کو آگ لگوا دی اور نبل کے مغرب کنارے کی طرف بھاگ گیا۔ لیکن اُس کی یہ ساری احیاط رائیگاں گئی کیونکہ عباسی جرنیل صالح بن علی نے کسی نہ کسی طرح دریا کو عبور کر لیا اور یومصر کے قریب آئے جا لیا اور اُس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ عباسیوں نے فسطاط پر قابض ہونے کے بعد اس کی شمال مشرق جانب اپنی فوج اور اعیان سلطنت کے لیے ایک جدید شہر کی بنیاد ڈالی جو مدینۃ العسکر کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یہ شہر ۲۷۷ھ تک مصر کے والوں کا صدر مقام رہا۔ لیکن درحقیقت یہ نیا شہر فسطاط کی ہی اضافی بستی کی حیثیت رکھتا تھا۔ عباسی دور میں فسطاط کی وسعت میں بہت اضافہ ہوا اور لوگوں نے وہاں عظیم الشان محلات تعمیر کرنے شروع کئے جن میں سے بعض ناخ باغ یا سات سات منزل بلند بھیے اور اُن میں سے بعض اتنے وسیع تھے کہ اُن میں دو دو سو آدمی فہام پذیر ہو سکتے تھے۔ ابن حوفل کے قول کے مطابق عباسی دور میں فسطاط کا طول دریائے نیل کے کنارے کنارے تین میل تھا اور وہ اپنی وسعت اور آبادی میں بغداد کی ایک تہائی کے برابر تھا۔

خلافت بنو عباس کے کمزور پڑ جانے کے بعد مختلف صوبائی حاکموں نے اپنے اپنے علاقوں میں خود مختار ہونا شروع کیا۔ خلیفہ المہدی کے دور میں احمد بن طولون نے مصر میں خود مختاری اختیار کر کے دولت طولونیہ کی بنیاد رکھی۔ ابن طولون نے سلطنت پر قابض

(۱) القاہرہ ۲: ۳۲۶ - (۲) القاہرہ ۲: ۳۲۶ -

(۳) المسانک و المنازل: ۱۴۶، احسن التقاہیم ۱۹۸ -

(۴) المسانک و المنازل: ۱۴۶ -

ہونے کے بعد فسطاط اور جبل المقطم کے مابین اپنے لشکر اور حاشیہ نسوں کے لیے ”مطائع“ کے نام سے ایک جدید شہر بسایا۔ اس میں ابن طولون نے اپنے لیے ایک عظیم الشان محل تعمیر کروایا جس کے ساتھ ایک گھما اور خوب صورت باغ اور گھوڑ دوڑ کا ایک طویل و عریض میدان ملحق تھا۔ مطائع میں ہی اس نے اپنی مشہور مسجد تعمیر کروائی جو آج کل جامع ابن طولون کے نام سے معروف ہے۔

المطائع کی تعمیر کے بعد فسطاط کی رونق میں کچھ کمی واقعہ نہ ہوئی۔ کیونکہ نا سہر صرف فوج کے مراکز اور جھاؤنی کی حشیت رکھتا تھا۔ معب و حرف اور تجارت کا مرکز فسطاط ہی تھا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد المطائع، مدینہ العسکر اور فسطاط بنوں شہروں میں توسع کے باعث ان شہروں کے مکانات اور آبادیاں ایک دوسرے کے ساتھ مل گئیں۔ اور اس طرح یہ تین مختلف شہر ایک بڑے شہر کی صورت اختیار کر گئے جس پر ”مصر الفسطاط“ کا اطلاق ہونے لگا

احمد بن طولون کے بعد اس کا لڑکا خواروہ اس کا جانشین بنا۔ اس نے فسطاط میں ایک عظیم الشان محل تعمیر کروایا جس پر ۷۰۰۰۰۰ دینار صرف ہوئے۔^۱ فسطاط کے محلات میں سے ایک محل جو دار عبدالعزیز کے نام سے موسوم تھا بہت مشہور ہوا۔ اس محل کی شان و سوکت اور اس کے مانکوں کی دولت مندی ضرب المثل بن گئی۔ یہ محل دریائے نیل کے کنارے پر واقع تھا اور اس قدر وسع تھا کہ اس میں ہر روز پانی کے ۳۰۰ بڑے مشکبڑے استعمال کیے جاتے تھے۔^۲ بعض مورخین نے لکھا ہے فسطاط میں دریائے نیل کے کنارے پر واقع مکانات کے دریچوں

(۱) القاهرہ ۲: ۳۲۷ - (۲) الحطط ۱: ۳۲۰ -

(۱) القاهرہ ۲: ۳۲۷ - (۲) المعالک والمالک ۱: ۱۳۶ -

اور طافوں میں تقریباً ۱۶۰۰۰ ڈول لٹکتے رہتے تھے اور بوقت ضرورت اُن کے زریعہ دریا سے پانی حاصل کبا جانا تھا۔^۱

المقدسی جس نے چوتھی صدی ہجری میں فسطاط کی سیاحت کی نہیں اس کی تعریف میں بہت رطب اللسان ہے اور اسے فخر الاسلام، متجر الانام، اجل من مدینہ السلام قرار دیتا ہے^۲ وہ لکھتا ہے کہ میں ایک دن دریائے نیل کے ساحل پر چہل قدمی کر رہا تھا اور وہاں پر لنگر انداز کشتیوں کی کثیر تعداد کی بنا پر متحیر تھا کہ اچانک ایک شخص نے مجھ سے سوال کبا ”آپ کہاں کے رہنے والے ہیں“ میں نے جواباً کبا ”بیت المقدس کا“ اُس نے کبا ”بیت المقدس بہت بڑا شہر ہے۔ لیکن فسطاط میں اس قدر کشتیاں موجود ہیں کہ اگر وہ بیت المقدس جائیں تو وہاں کے تمام باشندوں، اُن کے مال و اسباب، اُن کے مکانات کی اینٹوں اور لکڑیوں سب کو اُٹھا کر بہاں لے آئیں حتیٰ کہ دیکھنے والا یہ کہے کہ وہاں تو کبھی کوئی شہر آباد ہی نہیں تھا“^۳ المقدسی کے مندرجہ بالا بیان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فسطاط اپنے دور عروج میں تجارت کا کتنا بڑا مرکز تھا۔ المقدسی مزید لکھتا ہے کہ فسطاط میں جمعہ کے دن اسام کے بیچھے نماز پڑھنے والوں کی تعداد ۱۰، ۱۰۰ ہزار تک پہنچ جاتی^۴ ناصری خسرو جس نے ۴۳۹ھ میں فسطاط کی سیاحت کی نے بھی المقدسی کے اس بیان کی تائید کی ہے^۵ بعض مورخین فسطاط کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں ۳۶۰۰۰ مسجدیں، ۸۰۰۰ سڑکیں اور گلیاں اور ۱۱۷۰ حمام تھے۔^۶ ان اعداد و شمار سے ہم

(۱) الخطط ۱: ۳۳۰ - (۲) احسن التقاسیم ۱۹۸

(۳) احسن التقاسیم ۱۹۸ - (۴) احسن التقاسیم ۱۹۹

(۵) رحلہ ناصری خسرو ۷۲ -

(۶) معجم ۱۵: ۲۶۳ - تاریخ المدن الاسلامی ۲: ۱۸۰ -

جنوبی اندازہ لگا سکے ہیں کہ اس شہر کی عظمت و شوکت کی کیا کیفیت ہوگی۔ المقدسی رقمطراز ہے کہ فسطاط تجارت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ وہاں انواع و اقسام کی اسعاء مسر نہیں۔ نام، مغرب، عراق، روم، حریرہ وغیرہ سے تجارتی اسعاء آتی رہتی تھیں۔ آبادی کی کثرت کے باوجود مہمیں بہت کم نہیں۔^۱ ناصر خسرو لکھتا ہے ”دور سے دیکھنے والے کو فسطاط یوں دکھائی دیتا ہے جیسے کوئی پہاڑ کھڑا ہو۔“ کیونکہ اس میں ۱۴، ۱۴ منزل اور سات، سات منزل اونچے مکانات موجود ہیں۔^۲ میں نے ایک بابل اعیاد شخص سے سنا ہے کہ ایک شخص نے اپنے سات منزل بلند مکان کی چھت پر ایک باغ لگانا ہوا تھا۔ اُس نے ایک نو عمر بچھڑے کو اس باغ میں پہنچا دیا اور پھر اُس کی پرورش کرنا رہا حتیٰ کہ وہ بل بن گیا۔ پھر اُس نے چھت پر نالی بہنچانے کے لیے چھت پر رھٹ لگایا جسے وہ بیل چلایا کرتا تھا۔ اُس نے چھت پر مالٹے، میٹھے، خروٹ اور دیگر انواع و اقسام کے پھلدار درخت اور بھول کاس کئے، ناصر خسرو فسطاط کے بازاروں میں سامان تجارت کی ربل بل اور اہالیان فسطاط کی ثروب کا تذکرہ بھی کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ فسطاط کے بازار سونے، چاندی اور انواع و اقسام کے رسمی نارچاہ سے ہر وقت بھر پور رہنے لگے۔ بازاروں میں اسکا ازدھام ہوتا تھا کہ مستری کو بٹھانے کے لیے جگہ نہیں ملتی تھی۔^۳ ابن سعد المغربی نے اپنے سفروں کے دوران میں فسطاط کی ساحت بھی کی وہ لکھتا ہے کہ فسطاط میں کھانڈ، صابون، چینی کے برتنوں، فولاد اور نانے وغیرہ کے کارخانے تھے۔^۴

المقدسی نے اگرچہ فسطاط کی بہت تعریف کی ہے لیکن اس کے

(۲) سفرنامہ ناصر خسرو ۷۱۔

(۱) احسن التقاسم ۱۹۹۔

(۳) سفرنامہ ناصر خسرو ۷۱۔

(۳) سفرنامہ ناصر خسرو ۷۱۔

(۵) القاہہ ۲: ۳۳۰۔

ساتھ ساتھ اُس نے وہاں کے چند عیوب کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ فسطاط میں کتوں اور بسوؤں کی کثرت اور پھلوں کی قلت ہے۔ مکانات تنگ اور غلط ہیں اور سنے کا صاف بانی میسر نہیں ہے۔ اہالمان فسطاط کے اندر بہت سی وحشیانہ رسوم رائج ہیں اور اُن میں اخلاقی کمزوریاں بھی موجود ہیں^۱

فاطموں نے مصر پر قابض ہونے کے بعد قاہرہ کے نام سے فسطاط کے نواح میں ایک جدید نہر کی بنا رکھی۔ اگرچہ یہ نہر ابتداء میں صرف عائدین سلطنت، فوج اور فاطمی خلفاء کی رہائش کے لیے بسایا گیا تھا لیکن رفتہ رفتہ عام لوگوں نے بھی اس میں اقامت گزریں ہونا شروع کر دیا اور اسی طرح قاہرہ کے عروج اور برق کے ساتھ فسطاط منزل کا سکار ہونے لگا۔ المستنصر باللہ الفاطمی کے ایام حکومت میں ۵۴۴ھ میں مصر میں جو شدید قحط سالی ہوئی اُس سے فسطاط کو خاص نقصان پہنچا اور اس کا بیشتر حصہ بر باد و بے آباد ہو گیا۔ ۵۶۶ھ میں فاطمی خلیفہ العاضد کے وزیر ساور بن مجیر السعدی نے فسطاط کو صلیبیوں کے قبضے میں جانے سے روکنے کے لیے وہاں آگ لگوا دی۔ فسطاط مسلسل ۴ دن تک نعلوں کا سکار ہوتا رہا^۲ شاور کے قتل ہونے کے بعد شیرکوہ وزیر بنا تو اُس نے لوگوں کو دوبارہ فسطاط میں آباد ہونے کی دعوت دی۔ لوگ رفتہ رفتہ وہاں آباد ہونے لگے۔ ۵۶۵ھ میں الملک العادل ابوبکر بن ایوب کے دور میں فسطاط پھر قحط سالی کا شکار ہوا اور اس کا اکثر حصہ دوبارہ بے آباد ہو گیا۔ ۵۶۷ھ میں جب صلاح الدین برسر اقتدار آیا تو اُس نے قاہرہ اور فسطاط کے بچے کھجے حصے کو ایک فصیل کے اندر لانے کی سکیم بنائی

لیکن وہ اس عظیم کام کو باہم تکمیل تک نہ پہنچا سکا^۱ ۶۹۳ء میں الناصر بن قلاؤن کے دور میں فسطاط اور قاہرہ کے مابین واقع ساری زمین پر مکانات تعمیر ہو گئے اور یہ دونوں شہر باہم مل گئے^۲ لیکن خاص فسطاط رجب قہمیری کا سکڑ ہونا رہا حتیٰ کہ ۷۰۸ھ میں الظاہر بیبرس کے انام میں لوگوں نے مجھے کھچے مکانات کو مہار کرنا شروع کر دیا اور اس طرح اس شہر کا معتدبہ حصہ کھنڈراب میں تبدیل ہو گیا۔ مدینہ الفسطاط کے معالم و آثار میں سے جامع عمرو بن العاص اور جامع ابن طولون آج تک باقی ہیں ذیل میں دونوں مساجد کا مختصر تذکرہ کیا جانا ہے۔

جامع عمرو بن العاص

جامع عمرو بن العاص سب سے پہلی مسجد ہے جو سر زمین مصر میں تعمیر کی گئی۔^۳ حضرت عمرو بن العاص نے حضرت عمر بن الخطاب کے حکم کی تعمیل میں اس کی بنیاد رکھی۔ جس جگہ پر مسجد تعمیر کی گئی وہ مسہ بن کلثوم کے قبضے میں تھی۔ اسکندریہ کی فتح سے واپس آنے پر عمرو بن العاص نے قسبہ سے مسجد کی تعمیر کے لیے جگہ مانگی تو انہوں نے وہ جگہ مسلمانوں کے لیے صدقہ کر دی۔

مسجد کا سنگ بنیاد ۲۱ھ میں رکھا گیا۔ ابتدا میں اس کا طول ۷۰ گز اور عرض ۳۰ گز تھا۔ اس کی تعمیر میں صحابہ کرام میں سے ۸۰ حضرات نے شرکت کی جن میں زبیر بن العوام، مقداد بن الاسود، عبادہ بن الصامت، ابوالدرداء، ابوذر الغفاری ایسے جلیل القدر صحابہ بھی شامل تھے۔^۴ مسجد کی تعمیر تھروں کے ساتھ کی گئی۔ اس میں

(۱) اقامہ ۲: ۳۳۶ - (۲) الخطط ۲: ۳۳۹ - (۳) الخطط ۲: ۲۳۶ -

(۴) المسالك والممالك ۱۳۶ - (۵) معجم ۱۵: ۲۶۳ -

سنگریزوں کا فرش بچھایا گیا اور اس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں سے
 نائی گئی جو کھجور کی لکڑی کے ستونوں کے سہارے کھڑی تھی۔^۱
 ۵۷۲ھ میں مسلمہ بن مخلد الانصاری نے جو امیر معاویہ کی جانب سے مصر
 کے والی تھی مسجد میں توسیع کی اور اسے آراستہ و پیراسہ کیا۔ ۵۹۲ھ
 میں قرۃ بن شریک العبسی والی مصر ہوا تو اس نے مسجد کو ولید
 بن عبدالملک کے حکم سے منہدم کروایا اور ولد کے احکام کے مطابق
 اسے دوبارہ تعمیر کروایا اور اس کی خوب تزئین کی۔ ۱۳۳ھ میں صالح
 بن علی بن عبداللہ بن العباس مصر کا والی مقرر ہوا تو اس نے مسجد میں
 اور توسیع کی۔ ۱۷۷ھ میں ہارون الرشید کے دور میں موسیٰ بن عسلی
 حاکم مصر نے مسجد میں توسیع کی۔ ۲۱۲ھ میں عبداللہ بن طاہر نے جو
 خلیفہ مامون کی جانب سے مصر کا حاکم تھا مسجد کی حدود میں اور
 اضافہ کیا اور ان تمام اضافوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسجد کا طول ۱۶۰ گز
 اور عرض ۱۷۰ گز ہو گیا۔^۲ احمد بن طولون حاکم مصر نے جامع
 عمرو بن العاص کے لیے ۳۰ مصری دینار روزانہ وظیفہ مقرر کیا ہوا تھا۔
 جو مسجد کی ضروریات پر خرچ کیا جانا اور خادمین مسجد کو بھی اسی
 سے تنخواہیں دی جاتیں۔^۱ ۲۷۷ھ میں مسجد میں آگ لگ گئی اور
 عبداللہ بن طاہر کا تعمیر کردہ حصہ اس کا شکار ہو گیا۔ خمارویہ بن
 احمد بن طولون نے جو اس وقت مصر کا حکمران تھا احمد بن محمد
 العجینی کو مسجد کی مرمت کا حکم دیا۔ چنانچہ اسی سال میں مسجد کی
 مرمت کر دی گئی اور اس کے نقش و نگار اور زیب و زینت کی طرف خاص
 توجہ دی گئی۔ بعد ازاں ہر دور میں مصر کے حکمران مسجد کی مرمت،
 توسیع اور تزئین کی جانب توجہ دیتے رہے۔ ۵۷۶ھ میں جب فسطاط

(۲) الفارہ ۲: ۳۳۹

(۱) معجم ۱۵: ۲۶۳

۳۔ احسن التقاسیم ۱۹۹، الخطط ۲: ۲۵۵۔

جل کر راکھ ہوگا تو مسجد کو بھی بہت نقصان پہنچا۔ جب ۵۷۶۸ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی برسرِ اقتدار آیا تو اس نے مسجد کی جانب خصوصی توجہ مبذول کی اور اسے زیب و زینت کے ساتھ آراستہ و پیراستہ کیا۔ سلطان صلاح الدین کے بعد آج تک متعدد بار اس مسجد کی مرمت کی گئی ہے۔ مسجد کی موحودہ مساحت تقریباً ۱۳۲۰۰ میٹر مربع کے قریب ہے^۱۔

جامع ابن طولون

امیر احمد بن طولون جب مدینہ النطائع میں اپنا محل تعمیر کروا چکا تو اس نے وہاں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کروانے کی جانب توجہ مبذول کی۔^۲ المضاعی جامع ابن طولون کی تعمیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لوگوں نے ابن طولون سے جامع عمرو بن العاص کی ننگی کا سکواہ کیا تو اس نے جبل یسکر بن جزیلہ کے قریب ایک نئی مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ ۵۲۶۳ء میں مسجد کی تعمیر کا آغاز ہوا اور ۵۲۶۶ء میں مسجد مکمل ہو گئی۔ احمد بن یوسف نے سیرۃ احمد بن طولون میں لکھا ہے کہ اس پر ایک لاکھ ۲۰ ہزار دینار خرچ آئے۔^۳ جامع ابن طولون دنیا کی چند وسیع ترین مساجد میں شمار کی جاتی ہے۔ اس کی مساحت ۴۰۰۰ فدان کے قریب ہے۔ مسجد کی شکل مربع ہے اور اس کے وسط میں ایک بہت بڑا غر منصف صحن ہے جس کے ارد گرد چاروں جانب رواق بنے ہوئے ہیں۔ مسجد کے ۲۱ بڑے دروازے ہیں۔ ان میں سے ہر دروازہ ایک بازار میں کھلا کرتا تھا کیونکہ مسجد کے ارد گرد بازار تعمیر کیے گئے تھے۔^۴ جامع کا محراب ایوان شرقی کے وسط میں ہے۔

(۲) الخطط ۲: ۲۶۵

(۳) معجم ۱۵: ۲۶۴

(۱) القاہرہ ۲: ۳۴۱

(۳) معجم ۱۵: ۲۶۳

اسی ایوان میں منبر ہے اور یہیں مسجد کی تاریخ تعمیر کنندہ ہے^۱۔ یہ ایوان پانچ رواقوں پر مشتمل ہے اور باقی ایوان دو دو رواقوں پر مشتمل ہیں۔ حسن و جمال اور زیب و زینت کے اعتبار سے بھی یہ ایوان بقیہ ایوانوں پر فائق ہے^۲۔ امیر ابن طولون کی یہ مسجد غرباء و فقراء خاص طور پر مغاریہ کا ملجأ و ماویٰ تھی۔ امیر نے ان کے لیے ماہانہ وظیفے لگائے ہوئے تھے۔ ان فقراء کا ایک نگران تھا جو ان کے اسور کی دیکھ بھال کیا کرتا تھا^۳۔ یہ مسجد الفوقانی کے نام سے بھی مشہور تھی۔ حضرت عمرو بن العاص کی مسجد کو السفلانی کہا جاتا تھا۔ الفوقانی السفلانی سے زیادہ وسیع اور زیادہ حسین و جمیل تھی^۴۔ اس مسجد کے وسط میں ایک بہت بڑا قبہ تھا جو قبہ زمزم کی طرز پر بنا ہوا تھا^۵۔ جامع عمرو بن العاص اور جامع ابن طولون کے مابین ایک اور مسجد واقع تھی جو کعبہ شریف کی مساحت پر بنی ہوئی اور اس کا نام مسجد عبداللہ تھا^۶۔

مسجد کی تعمیر کے بعد مختلف ادوار میں اس کی مرمت اور اصلاح کی گئی۔ ۴۷۰ھ میں بدرالجبالی نے جو فاطمیوں کا وزیر تھا اس کی مرمت کروائی ۵۷۶ھ میں الحافظ لدین اللہ نے اس کی مرمت کروائی۔ ۶۹۶ھ میں حسام الدین لاجین المنصوری نے اس کی جانب توجہ کی۔ اٹھویں صدی ہجری میں قاضی کریم الدین نے اس کے دو مسبار شدہ برج دوبارہ تعمیر کروائے۔ ۱۹۱۸ء میں فواد الاول نے دوبارہ اس کی چلی شان و شوکت لوٹانے کی کوشش کی اور اسی پر ۴۰ ہزار پونڈ خرچ کئے۔

(۲) القاہرہ ۲: ۳۵۸

(۴) احسن التقاسیم ۱۹۹

(۶) احسن التقاسیم ۱۹۹، الخطط ۲: ۲۶۵۔

(۱) القاہرہ ۲: ۳۵۸

(۳) رحلة ابن جبیر ۵۲

(۵) احسن التقاسیم ۱۹۹

(۷) القاہرہ ۲: ۳۵۹

قاہرہ

روز منگل ۱ شعبان ۵۳۷ھ کو جوہر الصقلی جو حوتھے فاطمی خلیفہ المعز کا جرنیل تھا مصر پر قابض ہو گیا۔^۱ وہ اپنے لشکر سمیت فسطاط میں داخل ہوا اور شہر کی سال مشرق جانب واقع کھلی زمین میں حمہ زن ہوا۔ اسی دن جوہر نے مصر کے جدید دار الخلافہ کی تعمیر کی ابتداء کی۔^۲ یہ شہر فسطاط اور عین نمس کے مابین تعمیر کیا گیا۔ جس جگہ پر اس کی تعمیر ہوئی اس کا نام ”منۃ الاصبیح“ تھا۔ شروع میں یہ شہر فاطمی خلیفہ، اس کے عمائدین سلطنت اور حاشہ نشینوں کے لئے تعمیر کیا گیا تھا۔ عوام کو وہاں آباد ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ لکن بعد میں عوام کو بھی وہاں بام نذر ہونے کی اجازت مل گئی۔ جوہر نے وہاں بڑے عظم الشان محل، بازار اور حمام تعمیر کروائے اور اس کے ارد گرد ایک ناقابل تسخیر فصیل بنوائی۔ شہر کے عین وسط میں خلیفہ کے لئے محلات بنائے گئے۔ سب سے بڑے محل دو تھے جن میں سے ایک کا نام العصر الکبیر الشرقی تھا اور دوسرے کا نام العصر الکبیر الغربی تھا۔ ان دونوں کے مابین ایک سڑک تھی جو شارع بن القصرین کے نام سے موسوم تھی۔ اس شہر کو ابتداء میں المعز کے والد المنصور کی جانب منسوب کر کے المنصوریہ کا نام دیا گیا۔ ۵ رمضان ۵۳۶ھ کو فاطمی خلیفہ المعز لدین اللہ مغرب سے مصر آیا اور قصر کبیر شرقی میں فروکش ہوا تو اس نے شہر کا نام بدل کر ”قاہرہ“ رکھ دیا۔^۳ قاہرہ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں ایک حکایت یہ بھی ہے کہ جوہر نے شہر کی حد بندی کرنے کے بعد ان حدود کے اندر رسیوں کے ساتھ گھنٹیوں کو لٹکا دیا تھا۔ اور مزدوروں کو یہ حکم دیا تھا کہ

(۱) الکامل ۷: ۳۱
(۲) الکامل ۷: ۳۱
(۳) الخطط ۱: ۳۰۰

(۱) الکامل ۷: ۳۱
(۲) الکامل ۷: ۳۶

گھنٹیوں کی آواز سنیں نو بنیادوں کی کھدائی شروع کر دیں۔ وہ ر کی ابتداء کے لیے مناسب وقت کا منتظر تھا کہ ناگہاں ایک کٹوا آن ب سے ٹکرایا اور گھنٹیاں خود بخود بجنے لگیں اور کھدائی کا کام ع ہو گیا۔ اُس وقت آسان میں ”فاہرہ“ سنارہ طلوع ہوا۔ اس بنا پر شہر کو یہ نام دیا گیا۔ لیکن یہ روایت قرین قیاس نہیں ہے کیونکہ یہ اس نام سے معز کے مصر آنے کے بعد مشہور ہوا۔ اُس وقت اس کی بس کو چار برس گزر چکے تھے۔^۱

جوہر نے شہر کے ارد گرد جو فصیل تعمیر کروائی اُس میں آنہ ازے تھے۔ المقریزی کے ایام میں (نویں صدی ہجری) اس فصل کا اکرو تر حصہ برباد ہو چکا تھا۔ وہ فصل کی اینٹوں کے طول و عرض بنا پر شدید تعجب کا اظہار کرتا ہے۔ ابتدائی دور میں قاہرہ کی ماقت ۳۷۰ فدان کے قریب تھی۔ جب کہ آج کل اس کی مسافت ۴۰۰۰ فدان سے زائد ہے^۲ ناصر خسرو اور المقریزی نے قاہرہ کے لات اور عمارت کا مفصل حال بیان کیا ہے۔ قصر کبیر شرق کی تعمیر ابتداء شہر کی بنیاد رکھنے کے ساتھ ہی شروع ہوئی اور متواتر چار س تک اسی کی تعمیر جاری رہی۔ مروی ہے کہ اسی محل میں ار ہزار کمرے تھے جو انواع و اقسام کے جواہرات، پردوں اور ہاڑ فانوس سے مزین تھے۔ یہ محل پتھر کا بنا ہوا تھا اور پتھروں کو یک دوسروں کے ساتھ اتنی مہارت کے ساتھ ملایا گیا تھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا گویا پورے کا پورا محل ایک پہاڑ کاٹ کر بنایا گیا ہے۔ محل کی دیواروں پر پرندوں اور حیوانوں کی تصویریں منقش تھیں۔^۳ بڑے کمروں میں رخام کا فرش تھا جس پر حسین و جمیل

(۱) القاہرہ ۳: ۳۱۱ - (۲) القاہرہ ۳: ۳۱۷ (۳) القاہرہ ۳: ۳۱۸

مس و نگار تھے۔ ان کمروں میں متعدد فوارے تھے جن سے بانی ہر وقت اچھلتا رہتا تھا۔ اس محل کے ۹ دروازے تھے جن میں سے سب سے بڑا اور اہم باب الذہب تھا۔ بقہ دروازے باب البحر، باب الریح، باب الزمرد اور باب العمد وغیرہ تھے۔^۱ فاطمی دور کے فادرہ کے جو معالم و آثار آج تک باقی ہیں ذیل میں ان کا مختصر تذکرہ کیا جانا ہے۔

جامعہ ازھر

جامعہ ازھر فادرہ کے ساتھ ساتھ نعمیر کی گئی۔ جوھر صقلی نے ۲۴۰ جادی الاولیٰ ۳۵۹ھ میں قصر فاطمی کے پہلو میں اس کی بنیاد رکھی۔ مسجد دو برس اور تین ماہ کے عرصے میں بن کر بار ہوئی اور ۷ رمضان المبارک بروز جمعہ ۳۶۱ھ میں اس کا افتتاح کیا گیا۔^۲ مسجد کی نعمیر ہکی اینٹوں اور چونے کے ساتھ کی گئی اور اسے انواع و اقسام کے نقش و نگار اور کتبوں سے آراستہ و پیراسنہ کیا گیا۔ حہت خام کے ستونوں کے سہارے کھڑی کی گئی جو رومی اور قبطی معابد سے حاصل کئے گئے تھے۔ ۳۶۹ھ میں یعقوب بن کلس نے جو العزیز باللہ بن المعز کا وزیر تھا جامع ازھر میں فقہ شیعہ بر اپنی تصنیف کا درس دینا شروع کیا۔ اطراف و اکناف مصر سے فقہاء قضاہ، ادباء اور علماء اس کے حلقہ درس میں شرکت کرنے کے لیے آنے لگے۔ اس طرح جامعہ ازھر علوم و فنون کا مرکز بن گئی۔ بعد ازاں ازھر میں درس و تدریس کے لیے علماء و فقہاء کا تعین ہونے لگا اور اس طرح یہ مسجد ایک یونیورسٹی کی صورت اختیار کر گئی۔^۳

(۲) الخطط ۲: ۲۷۳

(۱) مفرنامہ ناصر خسرو ۶۲

(۳) الخطط ۲: ۲۷۵

جامع الحاکم بامر اللہ

اس مسجد کی تعمیر کی ابتداء العزیز باللہ بن المعز نے ۵۳۸۰ میں کی اور اس کی تکمیل سے پینتر ہی ۵۳۸۱ میں اسے نماز کے لیے کھول دیا۔ العزیز باللہ کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے الحاکم بامر اللہ نے اس کی تکمیل کی اور ۵۴۰۳ میں اس کا افتتاح کیا۔ یہ مسجد العزیز کی بجائے الحاکم کی جانب منسوب ہو جانے کے باعث جامع الحاکم بامر اللہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ الحاکم نے اس کی تکمیل پر ۴۰۰۰۰ دینار صرف کئے۔ اُس دور میں جمعہ کی نماز باری باری الجامع الازھر الجامع الحاکمی، جامع ابن طولون اور جامع عمرو بن العاص میں ادا کی جاتی تھی۔^۱

فاطمی مصر پر تقریباً دو سو برس حکومت کرتے رہے تا آن کہ ۵۶۷ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لے کر دولت ایوبیہ کی بنیاد رکھی۔^۲ ایوبی تقریباً ۸۰ برس تک مصر پر حکمران رہے اس دور میں قاہرہ میں بڑی حسین و جمیل عمارات تعمیر کی گئیں۔ لیکن بد قسمتی سے اُن کے آثار آج کل باقی نہیں۔ ایوبی دور میں قاہرہ سلطنت کا اقتصادی اور علمی مرکز بن گیا۔ اس سے پیشتر یہ مقام فسطاط کو حاصل تھا۔ صلاح الدین نے سب سے پہلے فسطاط، قاہرہ اور دیگر نواحی شہروں کو ایک بنانے کے بارے میں سوچا۔ جب وہ شام میں صلیبیوں کے ساتھ نبرد آزماتھا تو اُس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ وہ جبل المقطم پر ایک قلعہ تعمیر کرے اور فسطاط اور قاہرہ اور دیگر نواحی آبادیوں کو ایک فصیل کے اندر لے آئے۔ جب وہ شام سے لوٹا تو اُس نے تعمیر کا کام شروع کر دیا لیکن وہ اس عظیم

کام کو مکمل نہ کر سکا۔ ۵۶۳۸ء میں ابویوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور ان کی جگہ ممالک نے لے لی۔ ابوی عہد کے مشہور معالم و آثار جو آج تک موجود ہیں وہ سور صلاح الدین (فصیل) ، قلعة الجبل ، مختلف مدارس ، قلعة الروضہ اور قبہ شجرة الدر وغیر ہیں۔^۱

۵۶۳۸ء سے لے کر ۵۷۸۴ء تک مصر ممالک بحریہ کے زیرنگین رہا۔ اس دور میں ۲۴ سلاطین تخت نشین ہوئے۔^۲ بحری مملوکوں نے انے دور عروج میں قاہرہ میں متعدد محلات ، مدرسے ، مسجدیں ، اور خانقاہیں تعمیر کروائیں جن میں سے المدرسة المعزہ ، المدرسة الظاہریہ جامع الظاہر اور البارستان المنصوری^۳ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۵۷۸۴ء سے ۵۹۲۳ء تک ممالک چراکسہ مصر پر حکمران رہے اس مدت میں مصر پر ۲۴ بادشاہوں نے حکومت کی۔ ۵۹۲۳ء میں سلطان سلیم اول عثمانی نے آخری مملوک حکمران طومان بای الغوری کو شکست دے کر ملک پر قبضہ کر لیا۔ ممالک چراکسہ کے دور میں بھی قاہرہ میں متعدد عظیم الشان عمارات تعمیر کی گئیں جس میں سے مدرسة السلطان، الظاهر برفوق، ربة برفوق، جامع المؤید، المدرسة الاسرفہ، القبة الغداوہ اور خان الخلیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔^۴

سلطان سلیم الاول فتح مصر کے بعد ۸ ماہ کامل قاہرہ میں مقیم رہا۔ اس اثنا میں اس نے مصر کے نظم و نسق کی طرف خاص توجہ مبذول کی تاکہ کوئی ترکی گورنر قسطنطنیہ سے بعد کی بنا پر خود مختاری کا خیال نہ کرنے لگے۔^۵ ۵۹۲۳ء سے لے کر ۱۲۱۸ء تک مصر عثمانی

(۱) القاہرہ ۳: ۴۳۸-۴۳۸ - (۲) الخطط ۲: ۲۳۶-۲۴۱
(۳) الخطط ۲: ۴۴۳ - (۴) القاہرہ ۳: ۴۵۵-۴۵۶
(۵) القاہرہ ۲: ۴۶۹-۴۷۷

گورنروں کے ماتحت رہا۔ اس دور میں قاہرہ کی وسعت میں بہت اضافہ ہوا اور اس میں بہت سی عظیم الشان مساجد اور محلات تعمیر کئیے گئے۔ ۱۵۳۴ء میں ایک فرانسیسی سیاح ”جریفان أفاجار“ نے قاہرہ کی سیاحت کی وہ لکھتا ہے کہ قاہرہ پیرس سے تین گنا بڑا شہر ہے۔ ترکی دور کے آخر میں العبرقی اور ابن ابی السرور قاہرہ آئے۔ انہوں نے قاہرہ کے تہذیبی تمدنی اور ثقافتی حالات پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ ۱۸۰۵ء میں محمد علی پاشا نے مصر کی عنان اقتدار اپنے ہاتھ میں لی اور ۱۸۴۸ء تک حکمران رہا۔ محمد علی پاشا کے مسند نشین ہونے سے قاہرہ اور مصر کا دور جدید شروع ہوتا ہے۔ محمد علی نے مصر کو تہذیبی، تمدنی، اور معاشی اعتبار سے شاہراہ ترقی پر گامزن کرنے کے لیے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ تاریخ میں آب زر سے مرقوم ہیں۔ محمد علی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ قاہرہ دنیائے اسلام کا تہذیبی و ثقافتی اور علمی مرکز بن گیا اور اس کی یہ حیثیت آج تک مسلم ہے۔

مصادر

ليثون ١٨٨٩ ع	: المسالك و المالك	ابن خرداذبه
ليثون ١٨٤٤ ع	: الاعلاق النفيسه	ابن رسته
ليثون	: كتاب البلدان	ابن الفقيه
ليثون ١٨٩١ ع	: كتاب البلدان	اليقوبى
ليثون ١٩٣٨ ع	: المسالك و المالك	ابن حوقل
ليثون ١٨٨٤ ع	: احسن التقاسيم	المقدسى
برلن ١٣٣١ ع		سفر نامه ناصر خسرو :
ليثون ١٩٠٤ ع	: رحلة	ابن جبير
قاهرة ١٣٣٩ هـ	: الكامل فى التاريخ	ابن الاثير
بيروت	: معجم البلدان	ياقوت الحموى
قاهرة ١٢٤٠ هـ	: كتاب الخطط و الاثار	المقريزى
	فى مصر و القاهرة	
قاهرة	: تاريخ التمدن الاسلامى	جرجى زيدان
قاهرة ١٩٣٦ هـ	: القاهرة	فؤاد فرج

غازان خان خلیل
و
خواجہ بہاء الدین نقشبند

از
پروفیسر زکی ولیدی طوغان
پروفیسر استنبول یونیورسٹی، ترکیہ

(شائع شدہ : اورینٹل کالج میگزین ، مئی ۱۹۶۴ ع)

غازان خان خلیل و خواجه بهاءالدین نقشبند

پروفسور بارتولد و دیگر مؤلفین که "تاریخ آسیای مرکزی و آلوس جغتای را بررسی کرده اند پادشاهی بنام غازان سلطان بن یاور می شناسند که در ماورالهند در سالهای ۱۳۳۵-۱۳۴۷ حکومت می کرده - در تواریخ تیمور (نظام الدین ساهی و شرف الدین یزدی، حافظ ابرو و ابن عرب شاه) نیز چنین است ولیکن ابن بطوطه در این سالها که ذکر سد از حکمرانی خلیل سلطان بسر یاور ذکر می کند که با علاء الملک خواند زاده ترمزی باهم مسافرتها بقسمتهای نهالی ترکمنان کرده حتی اداره امور آلباق و بنی بالیق و موقارا فوروم را بدست گرفته است پروفسور بار تولد^۱ که از نوشته ابن بطوطه مطلع بود عینیت غازان با خلیل سلطان که در بخارا در سالهای ۷۴۲-۷۴۳ (۱۳۴۲-۱۳۴۳) بنام خلیل الله سکه ها زده بود و فعلاً در موزه ها موجود است بطور قطع قبول نکرده - شایان حیرت این است که مؤلفین عصر تیمورها که به صفت استاد و پیر بهاءالدین نقشبند (که مؤسس طریقت نقشبندی است) "از خلیل" بجهت می کنند) بنا بر روایت ایشان این شخص ابتداءً در بخارا در کسوت درویشی زندگی کرده بعد از مدت دوازده سال سلطنت نموده و خواجه بهاءالدین مرید او بود، حین سلطنتش مغرب درگاه و به سمت مأمور

(۱) W. Barthold, ۱۲ Vorlesungen über die Geschichte der Turken Mittelasiens, Berlin, 1935, p. 206-207.

خدمت او را بدیده سده است - عبدالرحمن جامی در "نفحات الانس"^۱ و علی ابن الحسین کاشفی در "رشحات"^۲ و علی شیر نوائی در "نسائم المحبه" نام این سلطان را خلیل آنا نوشتند - وعلی مشیر نوائی استاد بها الدین نشینند را "خلیل آنا قدس الله روحه" نسیمیه کرده - شخص دیگری از مشایخ نسوی نام "خواجه خلیل آنا رحمه الله" بحث می کند قط هر سه مؤلف حیات "غازان خان ظالم را" که از طرف امیر فرغان (به امیر فارا و ناس و از قبله مس بوده) کشیده سده از همه تواریخ سمور خوب دانسته اند و لیکن از اینکه اساذ و بهاءالدین "خلیل آنا" هم "غازان خان ظالم" می باشد از عینیت ابن دو یادشاه به همسان نیز خطور نکرده - من در نوشتجات خودم در اینکه این دو حکمدار شخص واحدی هستند ادعا کرده و با پیوستن و تقارب هر دو ام اس حکمدار را نام "غازان خان خلیل" ذکر کرده ام^۳ نویسنده بودم که امیر فراغان مثل دیگر امرای آلوس جغای از طرفداران مفرط یاسای جنگری بوده و غازان خان که نصف یک مسلمان متعصب بود امرائی که صادق به ععننه یاسا وضعیف در اسلام بودندند کشنده و ده همی جنب در دوارخ سمور - بنام ظالم ثبت شده - بعد از آنکه غازان خلیل از طرف امیر فراغان و رفقایس در ۱۳۴۳ کشته شده است استخاضیکه در معب غازان خان بصف مأمور و از جمله خواجه بهاءالدین که معرب دربارش بود کناره گیری کرده و در سلک صوفی گری وارد شده اند و خواجه بهاءالدین که در این تاریخها یعنی در عصر تیمور در حیات

(۱) نفحات الرانس چاپ ناولکشور ۱۹۱۰ ص - ۳۴۴ -

(۲) رشحات چاپ ناولکشور ۱۹۱۲ ص ۵۵ -

(۳) "مدخل تاریخ عمومی ترک" (Umumt Turk Tarihiine Girish)

استانول ۱۹۴۶ ص ۶۱-۶۳ -

بود مورد پسند طرفداران امیر قازاغان نمی بود بهاء الدین مثل استادش امیر کلال ساخوری به تصوف و سماع و رقص چندان علاقه نداشت و شیخ شمس الدین کلال که استاد تیمور و پدرش بود بالعکس تماماً مجوزه متصوفین ترک انساب و مابین و ذکر جهر را پسند دانسته خواجه بهاء الدین و شیخ شمس الدین منافق هم موجود بود^۱ از مقالاتیکه نوشته بودم دوست مرحوم من استاد محمد نفیع مطلع و در دائره المعارف اسلامیه اردو که بخت تمور را می نوشتم ایضاً مسئله مربوط بغازان خان خلیل و خواجه بها الدین را از من خواسته بودند -

و تیکه من از تطویل مقاله تیمور صرف نظر کردم - استاذ محمد نفیع فرمودند که باید که من درباره "غازان خان خلیل و خواجه بهاء الدین" یک مقاله مستقل بنویسم و این مقاله در اورینتال کالج میگزین منتشر گردد - متأسفانه این امر ایشان را اکنون که استاد از میان رفته در نسخه که بروح شان اتحاف میشود، میتوانم نر بکنم : روح شان ساد باد :

دلایلی که بلا تردید عینیت غازان سلطان و امیر خلیل آنا را نشان می دهد بشرح زیرین است :

(۱) در "معزالانساب" که در زمان شاه رخ بصفت نتمه به "شعب پنجگانه رشید الدین تالیف شده بود و نفعاتی درباره اجداد و احفاد تیمور دارد (پاریس، کتابخانه ملی Anc. Fond Persen شماره ۷۷۷) ذکر بنام خلیل فرزند یاور در میان نیست و بصفت سلطانی تنها از غازان سلطان بحث میشود و در این باره "در سینه" ۳۷۵ خان شده، در

(۱) رک : Z V. Togan, Bugunku Turkili ve yakin tarihi, I استانبول

۱۹۳۲-۱۹۳۷ ص ۱۰۲-۱۰۳ ؛ و دروس تاریخ تیمور که در دانشگاه، استانبول تدریس -

تکثیر شده، رک نیز اشعاعات علی ابن حسین الکاشی ص : ۵۲ -

۷۳۷ امیر قازاغان او را کشته است نوشته شده و باز از "چکو" نام اسمی برده میشود که برادر نامبرده میبا شد که او بصفت "بهادر بود برادر غازان خان" مسطور شده است - گرچه معین الدین نطنزی^۱ خلف غازان خان بنام بیاتقولی خان فرزند یاور نشان داده است غلط است -

در معزالانساب و نظام الدین شامی و شرف الدین یزدی و حافظ ابرو ابن حکمدار بیاتقولی (یا خود بویا تقولی) بن سورغاتون دوا نوشته شده است - یعنی یاور که مسلمان بود در دوران حیات خود اکثراً سنجاری ها متکی بوده فرزند حکمداری بغیر از غازان خان خلیل نداشته است - ابن "غازان سلطان" هم مثل "خلیل اتا" دوازده سال و در هان سالها سلطنت کرده یعنی هر دو شخصیت یکست -

(۲) از طرف دیگر حافظ ابرو (نشر F. Tauer ص - ۶) درباره "غازان سلطان بن بیسور" مسافرت های سالی ترکستان که ابن بطوطه به خلیل سلطان عطف کرده بود آنها عیناً به غازان نسبت داده است - فقط در آنجا بجای سس بالیق "فارا خوجه" و بجای قارا قوروم "دشت بیحاق" نوشته شده است چونکه در دشت قیچاق یعنی در قزاقستان معاصر فارا قوم هست - غازان خان خلیل بقا را قوروم موغولستان نرفته او فقط بها را قوم رفته است که "بوسوئک قارا قوم" گفته میشود در "حکایت او غور خان" رشید الدین هم "ابن اسم مذکور شده است گفته حافظ ابرو این است :

"چون غازان سلطان قبل از زمن ولادت امیر صاحب قرآن (یعنی تمور) در ممالک ماورالهند بر سریر سلطنت متمکن گشت و مجموع بلاد

(۱) منتخب التواریخ معین الدین نطنزی طبع تهران ص : ۱۱۳ - در این اثر اکثراً وقایع مخلوط شده است - غازان خان سلطان فرزند چنگیز نشان داده شده است - ص : ۱۱۶

ماورالهند ممایضاف وینسب الیها از حدود قرا خواجه تا اقصای دشت قبیجا و نواحی خراسان تا حدود آب سند بدست گرفت و زمان حکومت او امتد د تمام یافت.

توصیف حافظ ابرو در مورد تعصب اسلامی غازان خان با روحیه طرفداران امیر قازاغان که کشنده نامبرده اند مطابق است - او می گوید :

”غازان سلطان بادشاهی بغایت متکبر و جبار و متهور و فہار بود و بقلع خانہ دان های قدیم و جمع امرای بزرگ راغب و مولع بودی و از فرط سیاست و خشونت طبع و فساوت قلب کہ بر مزاج او مستولی بود کسی را مجال عرض دانست و داد خواست ندادی ہرچند قضیہ صعب واقع ہندی ہیچ کس را عرضہ آن بنود کہ بہنس او عرضہ دارد اگر دو کس بقضیہ یار غومی بیش او زانو می زدند اکثر آنکہ بکی و وقت بودی کہ ہر دو را حکم کشتن می کرد و بر گناہ اندک عقوبت بسیار می فرمود و زود در قہر می شد و دیر با رضا می آمد - مقصود آنکہ معاش غازان سلطان نتیجہ آن داد کہ امراء و ارکان دولت را برواعتاد نماند مجموع از افعال او متفرق شدند . . . چون بسیاری از امراء قصد او کردند - امیر قزاغن امراء و ارکان دولت را یک ید بخلوت می طلبد و صورت ماجرا بمعقول و منقول در خاطر ایشان می نشاند - اگر ما امروز بانفاق دفع او نکنیم او خود بتدریج یک یک را از میان بر می دارد طریقت حزم و احتیاط آن است کہ متفق شویم و شر او را از سر خود دفع کنیم تا اکثری از امراء در دفع آن حادثہ و رفع آن غایلہ با خود متفق گردانید بعد از آنکہ امراء بر مخالفت غزان سلطان انفاق کردند قول چینگیز خان را کہ رجوع باوامر و نواہی آن در امور ملک دولت سر نزد امراء مغول فرض عین و فرض

دین است و معمول و منقول آنرا بمنابه وحی منزل و معجزه نبی مرسل دارند پس آوردند و گفتند آن جمع عظیم و امر جسم را پیشوای^۱ باید که او از ارومه سلطنت و دودمان دولت - در اهبت و عدت بادشاهی فرزانه در ملامت امور شهر یاری مردانه بود بادشاه زاده می باید که ماخود را باد منسوب کنیم و بر سرر سروری و اریکه خسروی نسام و کمر خدمت ببندیم ناکرما بر اصل و بنیاد باشد و قضیه ما از بیش بیرون رود -

در نتیجه این اسشاره ها نخستین بار دانشمند نام از احفاد اوگدای فآن را خواستند که خان اعلام کنند ففظ در نتیجه محاربات متعدده که با غازان خان بوفوع بسوت ببا نقولی خان از اخفاد چغتای خان را خان اعلام کرده اند - و بسپی که غازان سلطانی که حین محاربه پس از ابراز شجاعت بی نظیر جان داد طرفداران او او را دوست خدا "خلیل آنا" تسمیه کرده از او لیاسی شمرند از مشایخ بخارا امیرکللال و فرزندانس و خلفای او مثل بهاءالدین نعنبند غازان خان حکمدار حقیقی مسلمانان بحساب آوردند - در نظر توده خلق وابسته به ابن محبط خلیل آنا نمرده است - ابن بطوطه در سال ۱۳۴۷ هنگام مسافرت از هندوستان بترکستان اخبار و روایات مربوط به ملتجی شدن و زندگی خلیل سلطان را به هرات شنیده و باور کرده است -

(۳) دلیل سومین یک قطعه است از خواجه بهاءالدین که در مناقب استادش امیرکللال ساخوری مندرج است که عائد به مبادی حیات بهاءالدین است - در این اثر در نادرهای که در مناقب خواجه نقشبند بهاءالدین باسم "خلیل" ذکر شده است فی الواقع بنام "قضان سلطان" ذکر گردیده است از این مقوله استنباط می شود که مؤخرأ مؤسس طریقت جدید بهاءالدین

نقشبند در واقع در معیت غازان سلطان بوده و جلاد او سنده -

نسخه ای که من تا اکنون دیده ام در ترکیه در ایالت کوناهاه در بخش قصبه طاوشانی در کتاب خانه خصوصی زیتون اغلو به شماره ۱۶۹ موجود و در صفحات ۳۳ ، ۳۵ درباره بهاءالدین نقشبند و غازان خان این معلومات می آوریم :

(۳۳ ب) ”خواجه بهاءالدین در پیتش پادشاه فغان بجلادی مشغول می بوده اند روزی یک مردی را به تهمت گناهی گرفته بودند و به بسی پادشاه فغان سلطان حاضر گردانیدند و قضای سلطان بکشتن او حکم فرمود و خواجه او را بنصاص گاه حاضر آورده اند او را نشاننده بر گردن او نخ برکسیده اند ، صلوه فرستاده اند و شمشیر بر گردن آن مرد زده اند ، شمشیر کار نکرده است بارسبوم خواجه در قهر گشته اند و بغیرت تمام شمشیر زده اند هم نبریده است ولی خواجه بهاءالدین واقف شده اند که هر جگاه شمشیری بر آورده اند لسان آدمی جنیبده است بعد از ان خواجه فرموده اند که بعزت خدای که جان همه مخلوقات در قبضه قدرت اوست بیایگوی که نوجه می خوانی شمشیر بر تو کار نمکند آن مرد گفت که من هیچ نمی گویم و لیکن دست در دامن نسخ خود زده ام ، شیخ خود را سفع آرم و بخدای تعالی در میگریزم بعد از ان خواجه بهاءالدین گفته اند که شیخ تو کیست آن مرد گفت که شیخ من حضرت امیر کلال اند علیه الرحمه ، خواجه بهاءالدین نیز نشنوده بودند حضرت امیر کلال را ، چون این حال را مشاهده کردند شمشیر از دست پنداختند و روی حضرت امیر کلال آوردند و گفتند چرا باید که چو مرا همچنین دولت روی میناید چرا باید که در خدمت اینچنین مردی باشم و بدین کار مشغول باشم کسی که مرید خود را در زیر شمشیر نگ

مردارد و از کرم و عنایت خداوندی هیچ عجیب و غریب نباشد بیت
مردان خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند
و بمن بدانید هیچ کاری بی امر خدای تعالی کفایت نمیشود چنانکه اگر تار
موی است بی فرمان او کنده نمیشود و سبب آمدن خواجه بهاءالدین بود
اینکه اسان بمحضرت امیر علیه الرحمة آمدند و دست در دامن دولت امیر
ردند و از مردان راه خدای تعالی گشتند -

در این روایات از یک طرف غازان خان خلل را که به مشایخ
بخارا بکشد کرده و از طرف دیگر امیر قراغان را با امرائیکه مثل اجداد
نمور که بمفون یاسا و غننه چینگیزی بودند و در سالهای ۱۳۴۰ -
۱۳۴۷ در محاربات سدیا می که در عرض سه سال با او ردوهای بزرگ
بطهور پیوسته معلومات کافی بدست میاید ^۱ -

درالوس جغتای بن قبایل چینگیزیان که اسلامیت را قبول کرده
اند اختلافاتی بوجود آمد - که این دین را بجه شکلی بایستی قبول بکنند به
جه نحوی با یاسا بپوستند کنند عین اختلاف بین ایلخانی ها و آلتون
او ردو نم موجود بود فقط اختلافی که در الوس جغتای جاری بود سخت
تر بود و نشان میدهد که در نتیجه این اختلاف دور امیر قازاغان متکی
به داسا و بعداً دور نمور بپوست -

در این احوال و وضع مشروح بمأمورین حکمدار مقتول مانند
خواجه بهاءالدین نقشبند که مقرب و جلاد غازان سلطان بود را بی دیگر
غیر از کسار کشیدن و نوفد در اساتیق و تبلیغات در لباس و کسوت
دین و نصوف نموده است مع مافیه تشویقات خواجه بهاءالدین بسبب شدت
مجلوبیس سکمه بخارا نغازان سلطان که اینجا بنام خلیل آتا معروف بود

(۱) حافظ ابرو شر Tauer ص ص : ۸-۷ -

خاصة درمیان عشیرت یاوریان که مرکز شان در بخارا بوده تدریجاً موفق شده است و در زمان نبیره های تیمور و خواجه عبدالله احرار سمرقندی باوج تعالی رسید که ایشان الغ بک حاکم سمرقند را که طرفدار مغره یاسا چنگیزی بود کشته اند -

تاریخ

یونیورسٹی اوریشنٹل کالج لاہور

اوریشنٹل کالج کی بنیاد ڈاکٹر لائٹنر نے ۱۸۶۵ء میں رکھی تھی۔ اس کو قائم ہوئے اب قریباً سو سال ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر علام حسن ذوالفقار نے کالج کی تاریخ مرتب کی ہے جس میں مختلف ادوار کی تفصیل کے علاوہ اس درس گاہ کے آٹھ مامور اساتذہ کا تذکرہ معہ تصاویر بھی شامل ہے جو مختلف اوقات میں کالج سے منسلک رہے۔ اس تاریخ کو ایک لحاظ سے پنجاب یونیورسٹی کی تاریخ بھی کہا جاسکتا ہے۔

صفحات ۲۲۶، ٹائپ میں، سائز ۲۰×۲۶
۸

قیمت چار روپے

★

ملنے کا پتہ

دفتر یونیورسٹی اوریشنٹل کالج، لاہور

یاد داشتیں

۱۔ جسٹس ڈاکٹر ایس۔ اے رحمن

۲۔ ڈاکٹر وحید مرزا

۳۔ ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ

۴۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار

۵۔ شریف ہلال

۶۔ مولانا عبدالصمد صارم

استاذ الاساتذہ

تقسیم ہند سے قبل، کچھ عرصہ کے لیے، انجمن حمایت اسلام لاہور کی زنانہ کالج کمیٹی کی صدارت مجھے تفویض ہوئی۔ اس عرصہ میں مجھے ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا کیونکہ وہ اس کمیٹی کے سیکرٹری تھے۔ مولوی صاحب مرحوم سہل انگاری اور قواعد کی خلاف ورزی کو آسانی سے نظر انداز نہ کر سکتے تھے۔ ادھر معاملہ طبقہ اثاث سے تھا، جس کی جذباتیت ضابطہ کی جکڑ بندیوں کے خلاف ایک مستقل احتجاج کی صورت ہے۔ آئے دن ہرنسپل صاحبہ میرے پاس سکاٹی دفتر بھجواتیں جس کا ماحصل یہ ہوتا کہ مولوی صاحب آن کی انتظامی اور مالی مشکلات کے حل کرنے میں ہمدردانہ رویہ نہیں رکھتے۔ میں انہیں سمجھاتا کہ اگر وہ ضابطہ کے مطابق عمل کرتیں تو کوئی دقت پیش نہ آتی۔ دوسری طرف مولوی صاحب کی خدمت میں لکھ بھیجتا کہ ہرنسپل صاحبہ سے یقیناً فروگزاشت ہوئی ہے لیکن اب عملی مصلحت کا نفاذ یہی ہے کہ کسی نہ کسی ترکیب سے معاملے کو سلجھا لیا جائے۔ تھوڑی سی لے دے کے بعد اس مشورے کو پزیرائی ملتی اور کاغذات بغرض منظوری، انجمن کے دفتر میں بھیج دیے جاتے۔

مولوی صاحب کا اپنا شعار سخت کوشی تھا۔ کام کا جو بلند معیار انہوں نے اپنے لیے اختیار کیا تھا، اسی کی روشنی میں وہ دوسروں کے کام کو بھی جانچتے تھے۔ اس بارے میں وہ کسی قسم کی مداہنت کے قائل

نہ تھے۔ اسی لیے اُن کی شہرت ایک سخت گیر اور جابر فاضل کی تھی، جن کے احترام کے ساتھ ساتھ اُن کی خردہ گیری کا خوف، اُن کے شاگردوں اور ماتحتوں کو ہمیشہ چوکنا رکھتا تھا۔ اُن کی مجلس ایک ادب گاہ تھی جس میں اچھے خاصے اہل علم حضرات محتاط قدسوں سے پہنچتے تھے۔ تاریخ، فقہ اور ادب پر اُن کی نظر بڑی وسع اور گہری تھی۔ وہ جس علمی کام سے وابستہ ہو جاتے تھے، اس کی تمام جزئیات پر خود غائر نگاہ ڈالتے تھے۔ اُن کے رفقاء کے کار کے نوشتوں کو منظوری سے پہلے، تنقید، تصحیح اور نرم کے متعدد مرحلوں سے گزرنا پڑتا تھا۔ دائرہ معارف اسلامیہ کے عظیم الشان کام کا بیڑا انہوں نے زندگی کے آخری سالوں میں اٹھایا اور جس انہماک، جفاکشی اور تن دہی کو وہ بروئے کار لائے اور جس طرح سے انہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں اس کی نذر کیں، نوجوانوں کے لیے اُس میں ایک قابل رشک و تقلید مثال ہے۔ علمی تحریروں کے مسلسل محاسبہ کی عادت اُن کی طبیعت ثابہ بن چکی تھی۔ چنانچہ جب دائرہ معارف اسلامیہ کے انتظامی ادارہ کی طرف سے شکایت ہوتی کہ کام کی رفتار انائی نقطہ نظر سے سست ہے تو انہیں یہ امر ناگوار گزرتا اور وہ کام کی علمی نوعیت پر زور دیتے کہ اس میں عجلت کا مطالبہ بے محل ہے۔ کبھی کبھی میرے ہاں تشریف لاتے تو اس بات پر کڑھتے اور مجھ سے فرمائش ہوتی کہ اُن کا زاویہ نگاہ دوسرے ارکان پر واضح کرنے میں اُن کی امداد کروں۔ اسی سلسلے میں ایک مرتبہ انہوں نے مجھے ایک معروف فاضل کا لکھا ہوا مسودہ دکھایا جس پر اُن کے اپنے قلم سے، سرخ سیاہی سے اس قدر کاٹ چھانٹ کی گئی تھی کہ اُسے دوبارہ تحریر کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ مولوی صاحب کا ارشاد تھا کہ ایسے حالات میں، وہ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے جب

نک متن کی صحت کے متعلق ذاتی طور پر اطمینان نہ کر لیں۔ اُن کی اصول پرستی شخصیات سے بے نیاز تھی۔

لیکن اُن کی یہ بے نازی علمی سطح نک ہی محدود تھی۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ایک متین طمع انسان تھے۔ میں نے انہیں کبھی مہمہ لگا کر ہنستے نہیں دیکھا۔ زیادہ سے زیادہ ایک دلاویز سی مسکراہٹ اُن کے ہونٹوں پر کبھی کبھی کھلتی تھی اور اس لمحے اُن کی آنکھوں کی چمک اس بات کی غازی کرتی تھی کہ وہ بات کے مضحک پہلو سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ لیکن وہ دوست نوازی کے طریقوں سے بخوبی واقف تھے۔ اُنس و شفقت کے نفاض، پیرانہ سالی میں بھی اُن کو دوسموں کے ہاں آنے جانے پر مجبور کر دیتے تھے۔ میں نے بارہا دیکھا کہ وہ احباب کو سوات کا سہد بھجوا رہے ہیں یا موسم میں عمدہ فلمی آسوں کا تحفہ ارسال کر رہے ہیں۔ ایک مرتبہ اٹنائے گفگو میں اُن کے ہاں کے عمدہ کیلے کے پٹروں کا تذکرہ چھڑ گیا۔ میں نے دلحسی ظاہر کی۔ چند دنوں کے بعد کیا دیکھا ہوں کہ اُن کا ملازم مہرے مکان پر کیلے کا ہودا لیے آ رہا ہے۔ مولوی صاحب نے کہلا بھجوا نہا کہ غالباً اس کے لیے میرے خانہ باغ میں جگہ نکل سکے گی۔ غرضیکہ مولوی صاحب اُنہی نیاز مندوں کو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں شریک کرتے رہتے اور خوش ہوتے۔

تبصر علمی کے باوصف اُن کی شخصیت میں منکسر مزاجی کی انک دلربا ادا بھی شامل تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس ناچیز سے ارشاد ہوا کہ دائرۂ معارف اسلامیہ کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کروں۔ میں نے عرض کیا کہ کہیں کہیں ”مولویانہ“ اردو کی جھلک مجھے دکھائی دیتی ہے۔ مسکرا کر فرمایا ”کوئی مثال؟“۔ میں نے ایک مقالہ میں

”ارہار و رباحین“ کی ترکیب کی طرف آن کو توجہ دلائی اور تجاہل عارذاند سے یوحیا ”مولوی صاحب! اس کا مطلب؟“ - فرمایا اس کے معنی گل بوٹے ہیں۔ میں نے کہنے کی جسارت کی ”نو بھر ’گل بوٹے‘ لکھنے میں کیا فباحث بھی؟“ - ارشاد ہوا ”اس کتاب سے استفادہ اہل علم ہی کریں گے اور انہیں ایسی علمی ترکیبوں کے معنی سمجھنے میں کوئی مشکل سس نہیں آئے گی“۔ مرا اعراض نہا کہ وضاحتی عبارت اسی ہونی چاہیے، جسے سمجھنے کے لیے ایک عامی کو بھی کسی مرھک کا سہارا دھونڈنے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ یہ آن کی عالی ظرفی بھی کہ انہوں نے اس ننید بر کسی نکدر کا اظہار نہ کیا۔

افسوس کہ وہ عالم بے بدل ہم سے دور جا چکے ہیں لیکن ان کی عظیم ترین یادگار ان کے علمی کارنامہ، دائرہ معارف اسلامہ کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کام کو طباعت کے تکمیل مراحل تک پہنچانے کی حسرت وہ اپنے ساتھ لے گئے۔ مجھے یاد ہے کہ جب وہ جلد چہارم، جس کی انہوں نے خوبصورت شرازہ بندی کروائی تھی، بہ نفس نفیس لے کر میرے پاس نشر لائے، تو ان کے چہرے پر کس قدر مسرت و انساٹ کی سرخی جھلک رہی تھی۔ خدا انہیں کروٹ کروٹ جنب نصب کرے۔ ان کی سخی گیری میں بھی، علمی لحاظ سے ایک مستفانہ پہلو تھا۔ کاس ان جسے دودار سفاک مشفق اور ہونے جو ان کی علمی روایت کو اور آگے بڑھاتے۔ بامی رہے نام اللہ کا!

ایس۔ اے۔ رحمت

۶۵۔ گبرگ - لاہور

۲۱۔ جون ۱۹۶۷ء

چند نقوش پارینہ

پروفیسر محمد شفیع صاحب کو پہلی بار دیکھنے کا انفاؤ مجھے لاہور گورنمنٹ کالج کی عربی سوسائٹی کی طرف سے منعقدہ ایک پارٹی میں ہوا۔ ان دنوں آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر مارگولونہ لاہور آئے ہوئے تھے اور الف لیلہ پر لیکچر دے رہے تھے۔ ہمارے عربی کے پروفیسر ڈاکٹر صدرالدین صاحب نے ان سے تعارف کے لیے ایک عصرانے کا انتظام کیا تھا جس میں کالج کے اساتذہ کے علاوہ کچھ باہر کے لوگ بھی مدعو تھے۔ انہیں میں پروفیسر محمد شفیع صاحب بھی تھے۔ وہ اس زمانے میں کسمبرج سے نئے نئے واپس آئے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ انہیں آنا دیکھ کر ہمارے کالج کے پروفیسر نور الہی صاحب نے کسی سے پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ اور جب انہیں بتایا گیا کہ یہ اورینٹل کالج کے پروفیسر محمد شفیع ہیں تو انہوں نے اپنے مخصوص مزاحیہ انداز میں کہا: ”بھئی ولایت کی سرزمین بھی عجب پارس پتھر ہے۔ جو جانا ہے اس کی قلب ماہیت ہو جاتی ہے“ چونکہ مجھے پروفیسر صاحب کو دیکھنے کا اس سے پہلے کوئی موقع نہ ملا تھا اس لیے میں شیخ صاحب کے اس فقرے کا صحیح مفہوم نہ سمجھ سکا۔ معلوم نہیں ولایت جانے سے پہلے ان کی کیا وضع قطع تھی، لیکن اس کے بعد سے جب بھی پروفیسر صاحب کو دیکھا ان کی ظاہری ہیئت میں کبھی کوئی تبدیلی نظر نہ آئی بلکہ واعدہ یہ ہے کہ آخری وقت تک ان کی وہی وضع قطع رہی جو اس وقت تھی، اور اگرچہ ادھر بتقاضای سن جہرے پر کسی قدر ضعف و اضمحلال کے آثار

نماں ہو کئے نہیں ناہم ان کے بلند قد و قامت کی راستی ، ان کی شاندار ، دیکھوں کا سج و خم ، ان کی اونچی باڑھ کی سرخ ترکی ٹوپی کا مخصوص راویہ ، سب آخر تک بدسنور اسی طرح رہے جیسے پہلے تھے ۔

اس واقعے کے نہوڑے ہی عرصے بعد مجھے پروفیسر صاحب کی نافعہ ساگردی کا فخر حاصل ہو گیا ۔ چونکہ ایم ۔ اے کے درجوں کے لئے اس زمانے میں انٹر کالجسٹ کلاسز کا طریقہ رائج تھا ، اس لئے ہفتے میں دو بار ہمیں ان کے لیکچروں میں حاضر ہونا پڑتا تھا ۔ وہ ہم لوگوں کو عربی ادب کی تاریخ پڑھاتے تھے اور اسی ضمن میں ابن قتبہ کی کتاب السعرا و الشعراء کا متن بھی ہم نے ان سے سبقاً سبقاً پڑھا ۔ ان کا پڑھانے کا انداز یساً بہ دل نسیں ہونا تھا ، اور ان کی ہمیشہ یہ کونشن رہتی تھی کہ انہی ساگردوں میں تحصیل علم کا صحیح ذوق پیدا کریں ، چنانچہ اس غرض سے وہ انہیں ضروری کتابوں سے برابر روشناس کرتے رہے تھے ۔ چونکہ ان کی کلاس ہونورسٹی لائبریری ہی کے ایک اوپر کے کمرے میں ہوتی تھی اس لئے کتابوں کو منگوانے اور انہیں طلبہ کو دکھانے میں بڑی سہولت رہتی تھی ۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے ، اور مری طرح ان کے دوسرے ساگردوں کو ، جو کچھ بھوڑا بہت شوق تحقیق و کاوش علمی کا پیدا ہوا وہ انہیں کی نلمین و نرغب کا نتیجہ تھا ۔ اگر وہ انہی کسی ساگرد کو کسی علمی موضوع میں دلچسپی لیتے دیکھتے تو بہت خوش ہوتے اور ہر طرح اس کی اعانت اور ہمت افزائی کرتے تھے ۔ ۱۹۲۱ع میں ایم ۔ اے پاس کر لینے کے سال بھر بعد انہیں کی توجہ و عنایت سے مجھے مینکلوڈ ریسرچ اسکالرشپ مل گیا ، اور اس طرح مجھے ان کے بحر علمی سے مستفید و بہرہ ور ہونے کا مزید موقع ملا ۔ ان کے کہنے پر میں نے ابن خلدون کے مقدمہ کی آخری فصل کا ، جو علوم و فنون سے

متعلق ہے ، انگریزی ترجمہ شروع کیا ۔ یہ کام بہت دشوار تھا اور ایک حد تک میری استعداد سے باہر ، لیکن پروفیسر صاحب قدم قدم پر ہمت بڑھاتے رہے اور کام چل بڑا ، اگرچہ افسوس ہے کہ ناتمام رہ گیا ، کیونکہ ڈبڑھ دو سال بعد ہی مجھے لکھنؤ یونیورسٹی میں ملازمت مل گئی اور میں لاہور سے چلا گیا ۔ اس کے بعد کئی سال تک مجھے پروفیسر صاحب سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا ، اور نہ اس ادھورے کام کو پورا کرنے کی فرصت نصیب ہوئی ۔

اب جب دوبارہ ملاقات ہوئی تو بٹنے کے اسٹشن پر ہوئی اور کچھ عجیب حالات میں ۔ یہ دسمبر ۱۹۳۰ ع کا واقعہ ہے ۔ بٹنے میں آل انڈیا اور نیشنل کانفرنس کا اجلاس ہو رہا تھا اور مجھے لکھنؤ یونیورسٹی کی طرف سے ڈیلگٹ بنا کر بھیجا گیا تھا ۔ میں صبح پنجاب میل سے روانہ ہوا اور رات کو غالباً دس ساڑھے دس بجے کے قریب بٹنے پہنچا ۔ اسٹیشن پر میرے دوست فمرالدجوا جو انگلستان میں میرے ساتھ رہے تھے اور اس زمانے میں پٹنہ یونیورسٹی میں کیمسٹری کے لیکچرر تھے ، مجھے لبنے آئے ہوئے تھے ۔ میرے ساتھ سامان بہت مختصر تھا ، ہم لوگ باہر نکلے اور سواری کی تلاش ہوئی ۔ چونکہ سردی شدت کی تھی اور نا وقت بھی ہو گیا تھا اس لیے اسٹیشن پر سواریاں بہت کم تھیں ، لیکن ایک ٹیکسی کھڑی نظر آئی اور ہم نے اسے طے کر کے سامان رکھ دیا ۔ فلی کو بیسے دے رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ پروفیسر صاحب اور ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب مع ساز و سامان کے گھبرائے ہوئے چلے آ رہے ہیں ، اور چونکہ انہیں وہاں بھی ایک ٹیکسی نظر آئی اس لیے انہوں نے سیدھے اس کا رخ کیا اور قبل اس کے کہ علیک سلبک ہو یا میں کچھ کہہ سکوں سید عبداللہ صاحب نے سامان ٹیکسی میں رکھنا شروع کر دیا اور

پروفیسر صاحب اس میں بیٹھ گئے۔ ادھر میں حیران کہ کیا کروں کیا نہ کروں، اگر کہنا ہوں کہ ٹیکسی میں لے چکا ہوں تو سوعادب کا اندیسہ عنان گیر ہوتا ہے، اور اگر خاموش رہا ہوں تو یہ فکر لاحق ہوتی ہے کہ دوسری کوئی سواری کہاں اور کب سے ملے گی۔ ظاہر ہے کہ اس وقت تک پروفیسر صاحب اور سید عبداللہ صاحب دونوں نے مجھے نہیں پہچانا تھا، کیونکہ ایک تو رات کا وقت تھا، دوسرے اس عرصے میں، اور خصوصاً بمقام لندن کے دوران میں، میری ہیئت کڈائی بھی کسی قدر تبدیل ہو چکی تھی۔ بہر حال بہت نش و بنج کے بعد جی کڑا کر کے ٹیکسی کی کھڑکی کے پاس گیا، پروفیسر صاحب کو مودبانہ سلام کیا اور اپنا نام بتایا۔ وہ سن کر اچھل پڑے اور کہنے لگے: ”اچھا، وحید! تم نے یہ کاشکل بنائی؟ میں نے تو تمہیں پہچانا بھی نہیں۔“

بھر خوش ہو کر مصافحہ کیا اور بغل گیر ہوئے۔ اتنی سنہ پا کر میں نے یہ کہنے کی جسارت کی حضور نہ ٹیکسی بندہ لے چکا تھا اور میرا سامان بھی اس میں رکھا ہے چونکہ اور کوئی سواری اس وقت موجود نہیں ہے لہذا مجھے اور میرے دوست کو بھی مجبوراً اسی میں بیٹھنا پڑے گا۔ چنانچہ یہی ہوا اور ہم لوگوں نے پہلے پروفیسر صاحب کو ان کی مام گاہ تک پہنچایا اور پھر قمرالدجی صاحب کے گھر پہنچے۔ اس واقعے کو اب ۳۴ سال ہو گئے لیکن اس وقت کے تامل و حجاب اور پریشانی و اضطراب کی کیفیت اب تک یاد ہے۔

۱۹۳۰ء کے بعد کبھی کبھی پروفیسر صاحب سے اس طرح ملاقات ہوتی رہی کہ آپ ہماری یونیورسٹی کی عربی مجلس نصاب کے رکن تھے اور اس مجلس کی سالانہ نشستوں میں شرکت کے لیے اکثر لکھنؤ تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمایا کرتے تھے، چنانچہ اس سلسلے میں آخری مرتبہ

آپ ۱۹۴۷ء میں پیام پاکستان سے چند ماہ پہلے آئے تھے۔ لکھنؤ میں آپ ہمیشہ ہماری یونیورسٹی کے ایک صاحب مولوی مصطفیٰ حسن علوی کے ہاں قیام کرتے تھے جو اندرون شہر میں رہتے تھے۔ مولوی صاحب موصوف کا مکان پرانی وضع کا اور نسبتاً چھوٹا تھا اور وہاں وہ سہولتیں بھی مہیا نہ تھیں جن کے پروفیسر صاحب عادی تھے۔ اس لیے میں نے ان سے کئی بار عرض کی کہ آپ غریب خانے پر قیام کریں تو شاید آپ کو زیادہ آرام ملے گا۔ لیکن انہوں نے ہر دفعہ یہی جواب دیا کہ وہاں ٹھہرنے میں مجھے بعض آسائیاں مد نظر ہیں۔ وہ آسائیاں یہ تھیں کہ ان کا کوئی پھیلا شہر کے مختلف نجی کتب خانوں کو جا کر دیکھنے سے خالی نہ رہا تھا۔ مولوی مصطفیٰ حسن صاحب ان کی رہنمائی کرتے تھے، چوک اور نخاس کی تیرہ و ننگ گلیوں کے پرانے اور بوسیدہ مکانوں میں اب بھی کئی آف رسبدہ تعریف گہرانے ایسے رہتے ہیں کہ جن کے پاس اگلے وقوں کے اندوختہ ذخیرے موجود ہیں۔ پروفیسر صاحب وہاں جاتے، خاک آلودہ کتابوں کے انبار الٹ پلٹ کرتے اور ان میں سے بعض اوقات نہایت قیمتی مطبوعہ کتابیں اور نادر مخطوطات تلاش کر لیتے جنہیں وہ اپنے لیے یا یونیورسٹی لائبریری کے لیے خرید کر ساتھ لے جاتے۔ اس تلاش و جستجو میں لکھنؤ کے ایک کتب فروش نادر آغا بھی ان کی مدد کیا کرتے تھے۔ اور میرا خیال ہے کہ پروفیسر صاحب کو لکھنؤ کے ان دوروں میں بہت سے ادبی و علمی جواہر پارے ہانہ لگ گئے۔ علاوہ کتابوں کے پروفیسر صاحب مولوی صاحب موصوف کے ساتھ لکھنؤ کی بعض تحفہ چیزیں خریدنے بھی ضرور جایا کرتے تھے۔ جن میں ایک خاص چیز وہاں کی ریوڑیاں بھی ہوتی جنہیں لکھنؤ والے کھٹیاں کہتے ہیں۔ اسی دوران میں ۱۹۴۳ء میں ممبئی کے ایک اجلاس

میں شرکت کے لئے مجھے ایک دن کے لئے لاہور آنا پڑا - اور پروفیسر صاحب کے ہاں قیام کیا - ان کا مکان (۲۴ میسن روڈ) ابھی حال میں مکمل ہوا تھا ، اسے دیکھا ، ان کی لائبریری دیکھنے کا پہلا اتفاق ہوا اور ان کے صاحبزادے احمد ربانی صاحب سے پہلی بار ملاقات ہوئی - لاہور میں میرے مختصر قیام کے دوران میں پروفیسر صاحب نے میرے آرام و آسائش کا ہر طرح خیال رکھا اور مجھ سے ملوانے کے لئے دوپہر کے کھانے پر حافظ محمود شیرانی صاحب اور ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کو بھی مدعو کیا - ان کی اس مہربانی اور حسن سلوک کا میرے دل پر گہرا نفس ہے ، ڈاکٹر محمد اقبال سے اس کے بعد بھی دو ایک دفعہ ملنا ہوا لیکن حافظ محمود شیرانی سے یہ میری آخری ملاقات تھی -

نفسیم کے بعد عرصے تک ملاقات کا کوئی موقع نہ ملا ، اگرچہ خط و کتابت برابر رہی - ۱۹۷۹ اور ۱۹۶۰ میں بھر ملنے کا اتفاق ہوا لیکن بہت ہی سرسری طور پر ، یہاں تک کہ مارچ ۱۹۶۲ء میں لاہور آکر میں نے باقاعدہ طور پر سعبہ دائرہ معارف اسلامیہ میں انڈنٹر کی جگہ پر کام شروع کیا - اس وقت بھی ان کا وہی سابقہ لطف و کرم مجھ پر رہا اور مجھے ان سے کبھی کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی ، حالانکہ میں ان کی سخت گیری اور دقت پسندی کے بہت سے قصے سنتا رہا تھا - ایک دفعہ تو بعض ناساس لوگوں نے ان کے خلاف ایک بڑا محاذ بنا کر انہیں بدنام کرنے کی انتہائی کوشش بھی کی تھی - ایک لمبا چوڑا محضر تیار کیا گیا جس کی نفلیں دور دور بھیجی گئیں ، چنانچہ ایک نقل میرے پاس بھی پہنچی ، اس محضر میں ان کے ذاتی کردار اور طرز عمل پر بہت ہی رکیک اور سوجھ بوجھ حملے کئے گئے تھے ، لیکن یہ لوگ اپنے مقاصد میں ناکام رہے - پروفیسر صاحب کی امانت و دیانت

اور ان کی قابلیت و استعداد علمی پر خاک نہ ڈالی جا سکتی تھی، رفتہ رفتہ مخالفین خود بخود خاموش ہوتے گئے اور ان کا اثر و رسوخ یونیورسٹی میں بڑھتا گیا۔ دراصل چیز یہ ہے کہ پروفیسر صاحب کسی قسم کی لگی لپٹی نہ رکھتے تھے، جو بات ہو صاف کہہ دیتے تھے، کاہلی اور فرائض منصبی کے انجام دینے میں سستی و تغافل کو ہرگز برداشت نہ کرتے تھے، اصول کے پابند تھے اور چاہتے تھے کہ جس محنت اور ذمہ داری کے احساس کے ساتھ وہ خود کام کرتے ہیں اسی کے ان کے شرکاء کار بھی خوگر بنیں۔ یہی بعض لوگوں کو ناگوار گزرتا تھا اور وہ ان سے منحرف اور کبدہ خاطر ہو جاتے تھے۔ لیکن ان کی ظاہری سخت گیری کے پس پردہ ایک رومی اور ہمدرد دل ہونیدہ تھا۔ انہیں مانتوں کی ہر آڑے وقت میں مدد کرنا وہ فرض عین سمجھتے تھے، جناحہ ان کے انتقال سے کچھ ہی عرصے پہلے ہمارے دفتر کے اسسٹنٹ بیمار پڑ گئے، پروفیسر صاحب نے ان کے علاج معالجے کے سلسلے میں ہر ممکن کوشش کی اور جب ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ مریض کو کسی سرد مقام پر بھیج دینا چاہیے تو انہوں نے اس کا بھی خاطر خواہ انتظام کر دیا۔ غرض جہاں بعض قصے ان کی سخت گیری کے سننے میں آنے ہیں وہاں ان کے غیر معمولی لطف و کرم کے بھی بہت سے واقعات مشہور ہیں جن میں سے کچھ میرے چشم دید بھی ہیں۔ بے عیب ذات خدا کی ہے۔ اگر بالفرض ان میں بعض کمزوریاں تھیں بھی تو ان کی خوبیوں یقیناً ان کی کماحقہ تلافی کر دیتی تھیں، بقول شاعر:

کفی المرء فخرًا ان تعدّ معائبہ

ان میں خودداری انتہا کی تھی۔ اور میری دانست میں انہوں نے کبھی کسی کی بے جا خوشامد نہیں کی۔ اس کے ساتھ ہی شعائر مذہبی

کے پابند اور بے حد سادگی پسند تھے - چنانچہ میں نے اکثر دیکھا کہ گرمیوں کی تپتی دھوپ میں بھی وہ پیسہ اخبار اسٹریٹ سے جہاں ان کا فہام تھا اور یسٹنل کالج تک ہمیشہ پا پیادہ چھتری لگا کر جایا کرے تھے اور ان کے پیچھے کالج کا ایک چبڑاسی کتابوں اور فائلوں کا ہنڈل لیے چلتا تھا -

مختصر یہ ہے کہ پروفیسر صاحب بڑی خوبصورت اور بڑی آن بان کے انسان تھے - وقت گزرتے دیر نہیں لگتی - ان کے انتقال کو سال بھر ہو چکا ہے لیکن ابھی کل کی بات معلوم ہوتی ہے - جاڑے کے موسم میں دفتر کے سامنے کے لان میں ان کے دھوپ میں چھتری کے نیچے، کتابوں کے ڈھیر کے درمیان، بیٹھنے اور ان کے گرد طلبہ کے اجتماع کا منظر ابھی تک آنکھوں کے سامنے ہے اور یقین نہیں آتا کہ وہ ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو چکے ہیں - ہر انسان صانع قدرت کا ایک یکتا نقش ہے، لیکن معمولی انسانوں میں بہت حد تک ایک دوسرے سے یگانگت اور مماثلت پائی جاتی ہے - ایسے فرد اور یگانہ انسان کم پیدا ہوتے ہیں جن کی نظیر ملنا دشوار ہو جائے - پروفیسر صاحب اسی دوسری قسم کے انسان تھے اور ایسے ہی لوگوں کے مرنے پر اس یاس آمیز درد کا احساس اور بھی بڑھ جاتا ہے جو غالب کے اس شعر میں مضمر ہے کہ:

یارب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے

لوح جہاں پہ حرف مکرر نہیں ہوں میں

لیکن پھر حال انسان فانی ہے، انسان کیا اس دنیا کی ہر چیز آتی جاتی ہے، کل من علیہا فان وبقی وجہ ربک ذی الجلال والاکرام - آن کا جسد خاکی اچھرے کے گورستان میں مدفون ہے - لیکن ان کی یاد ان کے

اعزہ اقارب اور ان کے بے شمار تلامذہ واحباب کے دلوں میں زندہ ہے -
 اور ان کی درخشاں زندگی ان کے پس رووں کے لیے عرصے تک مشعل راہ
 کا کام دیتی رہے گی - انشاء اللہ -

محمد وحید مرزا

۱۷ اپریل ۱۹۶۴ء

شفیع صاحب

من عناصر کی طرف رجوع کرنا ہے تو من اپنے ماخذ کی طرف -
 شفیع صاحب کا کہل فن اور عروج ذہن ، کائنات کے کسی نابدید گوشہ
 کا حزانہ میں محفوظ ہے - اور خود وہ ہم سب دوستوں ، شاگردوں ،
 مداحوں کے دلوں میں سلامت موجود ہیں۔

ارباب کے دلوں میں ہے محفوظ مہری ناد

مرکر بھی زندہ ہوں میں ہزاروں برس نلک

فقر کے قلب میں شفیع صاحب کا جو مسحرک مجسمہ ہے اس سے اب بھی
 اکسبات نور آتے جانا ہوں - کوئی مضمون لکھنے بیٹھتا ہوں بالخصوص
 اردو میں تو آدھر سے اسارہ ہوتا ہے ، دیکھنا تاریخ کے گلے پر چھری نہ
 بھرے - پھر کتنا نہ فرمانے ہیں ، اپنی ذاب ، شخصیت کو ڈھکے رکھو ،
 اسے زندہ اہم نہ دو - بھر ایک رمز عطا ہوتی ہے ، تعریف ہو نا
 مذم ، یوارن کو ہاتھ سے نہ دو ، اور مبالغہ سے بچو ۔

زندگانی کے ہر دو راہے پر چشم و دل کو اسارے ملتے ہیں

ایک سرے کی باب سنو کہ شفیع صاحب کے سامنے جاتے ہی
 میں ہمہ تن "ادب" اور ہوسیار ہو جانا اور ہر لفظ کو جانچ نول کر
 منہ سے نکالنا - جونہی گرمی کی تعطیل میں انہیں خط لکھنے بیٹھتا اس
 روانی اور بے سکنی کو برتا جس پر مجھے خود حیرت ہوتی - کون جانے
 اس کا راز کیا تھا - مگر اس قدر معلوم و محسوس ہوتا ہے کہ میرا رد عمل
 ان کے دو گونہ عمل پر مبنی تھا - افسر افسر ہے ، ماتحت ماتحت ہے ،

دوست دوست ہے ، ادیب ادیب ہے ، انسان انسان ہے ۔

”کردار“ سے ہوئی ہے ندامت کبھی کبھی

انسانیت پہ فخر ہمیشہ رہا مجھے

(کردار کو کارکردگی کے محدود معنوں میں استعمال کیا ہے ۔)

ایک خاص خوبی شفیق صاحب میں یہ تھی کہ وہ اپنے گرد سازگار ماحول بنا سکنے کی خواہش بھی اور طاقت بھی رکھتے تھے اور یہ موافق حلقہ ایک خاص قسم کے لوگوں کا ہوتا تھا ۔ ڈاکٹر قریشی بالغ نظر ، ڈاکٹر اقبال سرافت کا بتلا ، پروفیسر محمود شیرانی عالم ”متبحر“ ، مرجان مریم ۔ ڈاکٹر عبداللہ سراپا محبت و ریاضت ، ایک فقیر تھا جو بڑھانکنے میں ممتاز ، بے لگام ، زود رنج ۔ مگر شاعرانہ طبیعت اور عشق ادب کا بھلا ہو کہ شفیق صاحب کی نظروں سے مجھے گرنے نہ دیا ۔

شفیق صاحب کے ایک صاحبزادے کی مرگ ناگہاں مجھے بھی ادھڑوا کر گئی اور جب ان کی صاحبزادی بھی عین شباب میں وفات پا گئیں تو مجھے وقت ہیبری یاد آگیا ۔ مگر شفیق صاحب؟ دلوں کا جاننے والا تو خدا ہے ، ہم لوگوں نے جو کیفیت شفیق صاحب کے ظاہر و باطن کی دیکھی ہے وہ کہہ رہی تھی کہ میاں باغ کا مالی بہتر جانتا ہے کہ کس پھل کو کچا نوڑنا ہے اور کس کو ہکا ۔ تسلیم و رضا کے مسلک پر چلنے والے ، درویش نے تو اپنی عمر میں صرف تین ہی دیکھے ہیں ۔ مولانا حسرت موہانی ، مولوی محمد شفیق اور اپنے والد منشی شیر سنگھ ۔ ان لوگوں کے دل آہیں ریشم کے تھے یا ریشمی آہن کے ۔

زمانے کی نیرنگیوں سے ہے یہ بھی کہ شفیق صاحب کی بہترین تحقیقی تحریرات درویش نے ۱۹۴۷ء کے بعد دیکھیں جو مجھے خود مدوح نے ارسال فرمائی تھیں ۔ خدا گواہ ہے ایسی جامع ، دقیق اور بے عیب

تحقیق لاکھوں میں کسی ایک کے حصے میں آتی ہے -
 شفیع صاحب نہیں ہیں مگر اپنے کارناموں سے زندہ تر ہیں -
 نمایاں جو ہوئے دنیا میں مہر و ماہ کی صورت
 بقا آن کی ہے پوشیدہ زہے اور آہ کی صورت

موہن سنگھ دیوانہ

۲۹ فروری ۱۹۶۴ء

چند یادیں

دس بارہ سال گزرے جب میں اورینٹل کالج میں پڑھتا تھا ، اکثر یونیورسٹی لائبریری کی طرف جانے کا اتفاق ہوتا ۔ کئی بار راستے میں پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب مرحوم و مغفور سے آشنا سامنا ہوا ۔ جب مولوی صاحب نظر آتے ، میں احتراماً کھڑا ہو جاتا اور ادب سے انہیں سلام کرتا اور وہ سلام کا جواب دے کر گزر جاتے ۔ اس سے زیادہ قریب ہونے کا ایک عرصے تک موقع نہ ملا ، نہ حوصلہ ہوا ۔ کیونکہ ان کی سخت گیری اور کرخت ضابطہ پسندی کے بارے میں جو عام ناثر تھا اس سے میں ایسا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا ۔ تاہم یونیورسٹی لائبریری کے پاس یا جمعة المبارک کے روز جامعہ نیلاگنبد میں جب بھی ان سے سامنا ہوا میرے دل میں ان کے لیے عقیدت و احترام کے جذبات موجزن ہو جاتے ۔

دسمبر ۱۹۵۶ع میں پہلی بار مجھے آن سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا ۔ پاکستان اورینٹل کانفرنس کے موقع پر ایک اطلاع آن تک پہنچانے کے لیے میں آن کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ مجلس مضامین کا اجلاس ختم ہوا تھا اور مولوی صاحب یونیورسٹی ہال کے باہر باغیچے میں تشریف فرما تھے ۔ میں نے جا کر مؤدبانہ گزارش کی ۔ انہوں نے ”ہوں“ کچھ اس طرح کہا کہ میں مرعوب سا ہو کر واپس آگیا ۔ سنگین دیواروں اور آہنی دروازوں والے ”مہیب قلعے“ کے اندر جہانکنے کی مجھے جرأت نہ ہوئی۔!

۱۹۷۹ء میں عارضی طور پر لیکچرار آردو کی حیثیت سے اوریئنٹل کالج میں میرے تقرر کا مسئلہ درپیش تھا اور اس سلسلے میں مجھے ڈین آف اوریئنٹل فیکلٹی کی خدمت میں پس ہونا تھا۔ ایک روز کالج میں پیغام آیا کہ مولوی صاحب نے مجھے یاد فرمایا ہے۔ میں دل کڑا کر کے ”مہذب قلعے“ کی جانب روانہ ہوا۔ اطلاع کروا کے مولوی صاحب کے کمرے میں داخل ہوا۔ انہوں نے اپنے پاس خالی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ سوالات کا سلسلہ شروع ہوا۔ حالات نے کچھ مجھ میں خود اعتمادی سی پیدا کر دی تھی۔ اس لیے بلا جھجک ہر سوال کا جواب اطمینان سے دیتا رہا۔ نرساً نصف گھنٹے تک یہ انٹرویو رہا۔ اور میں یہ خوشگوار ناثر لے کر واپس آیا کہ آج مہذب قلعے کے آہنی دروازے کے دوسری طرف کی ایک جھلک تو نظر آہی گئی جس میں شفقت و محبت کے گل و گلزار بھی بھولے ہوئے تھے۔ لیکن اب کے بھی معمولی جھانکنے سے زیادہ اور کچھ حاصل نہ ہو سکا۔

اس کے بعد چند انک نارف ناز حاصل ہوا۔ ایک دفعہ اساذالمکرم ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب کی معیت میں مولوی صاحب کے دولت کدے پر حاضر ہونے کا موقع بھی ملا۔ نماز عصر اور مغرب کا درسائی وقفہ تھا۔ مولوی صاحب بائیں باغ میں کتابوں کے جھرٹ میں بیٹھے کام کر رہے تھے۔ پاس ہی ایک بڑے سے پنجرے میں رنگ برنگ جڑیاں چھچھا رہی تھیں۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے بارے میں مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ جس مقصد کے لیے ہم گئے تھے وہ پورا نہ ہوا۔ [اس مقصد کی وضاحت تو قبلہ سید صاحب ہی فرما سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اپنے ہاتھ میں مرزا فرحت اللہ بیگ کا قلم لے سکیں!]

خیر، شعبۂ آردو میں کام کرتے ہوئے مجھے دو تین سال گزرے

تھے کہ دسمبر ۱۹۶۱ء میں اوریئنٹل کالج کی تاریخ لکھنے کا کام میرے سپرد ہوا جسے دو تین ماہ تک مکمل کرنا تھا۔ اس مختصر سے عرصے میں اپنی بساط کے مطابق بہت سے مآخذ دیکھے۔ کالج کا ریکارڈ، یونیورسٹی کا ریکارڈ سب کچھ چھانا۔ اس سلسلے میں کئی بار مولوی صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ مجھے جب بھی ضرورت ہنس آتی ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ چٹ اندر بھجنا اور مولوی صاحب فوراً بلا لیتے۔ مجھے جو بانیں پوچھنا ہوتیں پوچھتا، مولوی صاحب ہر باب کا تفصیل سے جواب دیتے۔ اس طرح کالج کے بارے میں اور خود ان کے بارے میں بھی بہت سی بانیں انہیں کی زبانی سنیں۔ قصور سے انٹرس کا امتحان پاس کر کے جب آپ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ لاہور آئے اور یہاں کے تاریخی مقامات اور یادگاروں کو دیکھنے سے جو ابتدائی تاثرات ان کے معصوم ذہن میں پیدا ہوئے ان کا اظہار انہوں نے بڑی تفصیل سے کیا۔ پھر جب آپ اوریئنٹل کالج میں پروفیسر عربی مقرر ہوئے تو اس دوران میں یونیورسٹی لائبریری کے اوریئنٹل سکشن کی تعمیر میں جو جدوجہد آپ نے کی اس کی بعض دلچسپ جزئیات بڑے مزے سے سنائیں۔ نجی کتب خانوں سے مخطوطات کی تحصیل کے لیے دور دراز اور ملک کے بعدگوشتوں کے سفر، اس زمانے کے سفروں کی ماہیت، سفر و حضر کے مشاغل، خصوصاً رمضان المبارک کے دنوں میں ویران اسٹیشنوں کے سنان ریسٹ ہاؤسوں میں سحر و افطار کی کیفیات۔ یہ سب بانیں مولوی صاحب اس طرح بیان کرتے جیسے وہ ابھی سفر کر کے واپس آ رہے ہوں۔ ان واقعات سے جہاں مولوی صاحب کی سخت کوشی کا ثبوت ملتا وہاں ان کے دینی احساس کا بھی اندازہ ہوتا۔ بعض لوگوں کو میں نے یہ کہتے سنا ہے کہ مولوی صاحب کی صحت کا انک

برا راز معطل خوراک کا التزام تھا۔ میرے خیال میں اس سے بڑی وجہ غالباً ایسے کام میں انہماک، محنت و مشغولیت اور سب سے زیادہ دینی احساس ہے جس نے اوائل عمر ہی سے اُن کے کردار میں کسی قسم کی بے اعتدالی کو ابھرنے کا موقعہ نہیں دیا۔ جس کا کردار ہنگامہ شباب میں بھی بے داع رہے ظاہر ہے کہ وہ انسان آخر عمر تک اپنے نو نا حواس کے ساتھ مساعلِ حیات میں پورا پورا حصہ لے سکتا ہے۔ مولوی صاحب کو میں نے ایسا ہی انسان پایا، اور اُن کی رودادِ حیات اس امر کی شہادت دیتی تھی۔

بہرِ کتب تاریخ اوریشنل کالج میں زیادہ تفصیلات میں جانے کا موقع نہ تھا۔ اور اس وقت بھی میں اس نادر دستِ میں اپنے تاثرات کا اظہار اجمالاً ہی کر رہا ہوں۔ ایک باب کا مجھے اعتراف ہے کہ ابھی تک میری حسرتِ محض ایک مسفسر اور سامع کی تھی، میں انہی کسی علمی درناف سے مولوی صاحب کو متاثر نہ کر سکا تھا۔ ہر چند کہ وہ میرے اس کام سے بڑی گہری دلچسپی لینے لگے تھے۔ میں سمجھ گیا تھا کہ مولوی صاحب کسی ٹھوس علمی کام یا دریافت سے ہی متاثر ہو سکے ہیں، انہیں باتوں سے متاثر نہیں کیا جاسکتا۔ اور یوں بھی نابور کے فن سے میں کچھ نا آشنا سا ہوں۔ آخر یہ موقعہ بھی مہسّر آگیا۔

تاریخ کے مآخذ کی جہان بین کے سلسلے میں ایک روز میں مسز سٹرائٹ کی مرتبہ تالیف ”Letters from India with Memoirs“ دیکھ رہا تھا۔ ایک گروپ فوٹو پر آ کر میری نظر رک گئی۔ یہ اوریشنل کالج کے اساتذہ کا ایک گروپ فوٹو تھا جس میں ڈاکٹر الفرڈ ولم سٹرائٹ اور بروکسٹر ٹاس آرئلڈ بھی موجود تھے۔ پس منظرِ حضوری

باغ لاہور کی بارہ دری کا تھا۔ اتفاق سے ایک گروپ فوٹو مجھے کالج کے پیرانے ریکارڈ میں ملا تھا جو ۱۹۰۳ء کا بنا ہوا تھا۔ اس گروپ فوٹو میں پروفیسر آرنلڈ کے ساتھ پروفیسر اے۔ سی وولٹر بیٹھے تھے جو اسی سال کالج کے پرنسپل ہو کر آئے تھے۔ غالباً یہ فوٹو آن کی آمد اور پروفیسر آرنلڈ (فائیم مقام پرنسپل) کی سبکدوشی کے موقعہ پر اسانڈہ کالج کے ہمراہ حضوری باغ میں انارا گیا تھا [یاد رہے کہ اس زمانے میں اورینٹل کالج، گورنمنٹ کالج کی موجودہ عمارت کے ایک حصے میں تھا اور کالج کا ہوسٹل حضوری باغ کے ملحقہ حجروں میں تھا]۔ خبر کچھ دیر کے لیے نو کتاب والی تصویر اور اس گروپ فوٹو نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ کیونکہ سوائے پروفیسر وولٹر اور ڈاکٹر سٹرائٹ کی تبدیلی کے اور ہر چیز میں یکسانی تھی۔ پس منظر بھی وہی تھا۔ اسانڈ بھی وہی تھے۔ ان کی نشستوں کی ترتیب بھی وہی تھی۔ بھوڑی دہر سوچنے کے بعد یہ معمہ حل ہو گیا۔

صورت حال یہ تھی کہ ڈاکٹر سٹرائٹ کا انتقال ۲۳ اگست ۱۹۰۲ء کو گلبرگ (کشمیر) میں ہوا تھا۔ ان کے بعد پروفیسر آرنلڈ قائم مقام پرنسپل مقرر ہوئے۔ اپریل ۱۹۰۳ء میں مسٹر اے۔ سی وولٹر کالج کے مستقل پرنسپل مقرر ہو کر آئے۔ اس موقع پر یہ تصویر اناری گئی تھی۔ مسز سٹرائٹ نے اپنے مرحوم سوہر کے خطوط، جو انہوں نے اپنے زمانہ قیام لاہور میں اپنے وطن میں مختلف عزیزوں کو لکھے تھے، معہ یادداشتوں کے ۱۹۰۸ء میں لندن سے طبع کروائے۔ اس موقع پر غالباً یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کتاب میں ایک ایسا گروپ فوٹو بھی ہونا چاہیے جس میں ڈاکٹر سٹرائٹ (مرحوم) معہ اسانڈہ کے موجود ہوں۔ لیکن ایسا کوئی گروپ فوٹو موجود نہیں تھا۔ اب اس کی ایک

ہی صورت بھی، اور وہ یہ کہ اپریل ۱۹۰۳ء والے گروپ فوٹو میں پولٹر کی جگہ سٹرائٹن کو بٹھا دیا جائے۔ حانجہ بڑی جابکدستی سے یہ نام لکھا گیا۔ اور اس طرح انک ہی گروپ کی دو تصویریں بن گئیں۔ یہ جعل سازی مجھے تو کچھ بڑی معصومانہ اور بہاری سی لگی۔

انک روز مولوی صاحب سے کالج کے اس دور کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر رانا (ریڈر سببعہ عربی) بھی موجود تھے۔ میں نے اس معصومانہ جعل سازی کا ذکر کیا۔ وہ کچھ حیران سے ہوئے۔ میں نے کتاب اور اصل تصویر دونوں ان کی خدمت میں پیش کر دیں۔ دیر تک مختلف زاویوں سے دونوں تصویروں کو ملاحظہ فرماتے رہے۔ اور آخر انہوں نے بھی میری بات کی ٹانڈ کی۔ دیر تک مسکراتے اور مسز سٹرائٹن کی ڈھانک کی داد دیتے رہے۔ کتاب والی تصویر میں کچھ اسانڈہ کے نام مسز سٹرائٹن نے، جو غالباً انہیں معلوم تھے، دے دیئے تھے۔ گروپ فوٹو میں ناموں کی کوئی نشاندہی نہیں کی گئی تھی۔ اسانڈہ کے نام مولوی صاحب نے پہچان کر مانگے۔

اس روز دیر تک مولوی صاحب کے ساتھ نشست رہی۔ بے تکلفی سے باتیں ہوتی رہیں۔ اور میں اپنی جگہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ آج ’آہنی دروازوں اور سنگین دیواروں والے مہذبِ فلحے‘ کے سب بھاٹک کھل گئے ہیں اور میں اس فلحے کے وسع اور دلکشی مرغزاروں کی سیر کر رہا ہوں۔

(غلام حسین ذوالفقار)

مولوی محمد شفیع مرحوم

اورینٹل کالج پہنچتے ہی مولوی محمد شفیع صاحب کے متعلق عجیب و غریب حکایات سننے میں آئیں۔ کوئی ان کی سخت گیری کی شکایت کرتا، کوئی ان کی کنجوسی کی حکایتیں بیان کرنا، کوئی ان کے رعب داب کے متعلق ذکر کرنا۔ غرض کے جب کبھی مولوی صاحب کا ذکر ہوتا چپڑاسی سے لے کر کارکوں تک جس جس نے ان کے ماتحت کام کیا تھا ان کے متعلق کوئی نہ کوئی کہانی ضرور بیان کرتا اور گھنٹوں مولوی صاحب کے متعلق باتیں ہوتی رہتیں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہ آتی کہ ہر وہ شخص جو مولوی صاحب کے ماتحت کام کرتا ہے ان سے ناسکی کبوں رہتا ہے؟ کیا وہ سخت گیر حاکم ہیں؟ ایک عالم سخت گیر نہیں ہو سکتا؟ یہ سوال میرے ذہن میں الجھتے رہتے۔

دوسری طرف اساتذہ بھی جو مولوی صاحب کے متعلق کہا کرتے کہ مولوی صاحب کا اورینٹل کام کوئی نہیں۔ وہ معمولی پڑھے لکھے ہیں۔ بلکہ بعض تو ان کو جاہل تک کہہ دیے۔ لیکن میں نے اکثر دیکھا کہ وہی باتیں بنانے والے مولوی صاحب کے سامنے جانے سے گھبراتے تھے۔

مجھے یاد آیا کہ ایک دن میں اورینٹل کالج میگزین کے سلسلے میں یونیورسٹی پریس گیا۔ قبلہ مولوی ظفر اقبال صاحب، جو ان دنوں پریس کے آفیسر انچارج تھے، کے پاس مسٹر امجد الطاف بیٹھے تھے۔

مولوی ظفر اقبال صاحب آب یتی سنا رہے تھے کہ کس طرح وہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام سے الگ ہوئے اور مولوی شفیع صاحب کے متعلق شکایات اور ان کی زیادتوں سے ان کی زبانیں سن کر رہے تھے۔ میں چپکے سے بیٹھا سنتا رہا اور مولوی محمد شفیع صاحب کے متعلق عجب و غریب نقشہ میرے ذہن میں بننا رہا۔ جب وہ انی حدت دل سنا چکے تو امجد صاحب کہنے لگے ”مولوی صاحب! معلوم نہیں مولوی شفیع کے پاس کون سی گہدڑ سنگھی ہے کہ ہم ان کی عدم موجودگی میں ان کے خلاف باتیں کرتے رہے ہیں لیکن جب ان کے سامنے جاتے ہیں تو منہ سے ایک بات نکلتی۔“ اس پر مولوی ظفر اقبال صاحب خاموس ہو گئے اور میرے لبوں پر مسکراہٹ آئے بغیر نہ رہ سکی۔

اورینٹل کالج میں دس سال کے فہام کے دوران مجھے قبلہ مولوی محمد شفیع صاحب سے بارہا ملے کا موقع ملا۔ لیکن میں نے انہیں ہمیشہ ملسار پایا۔ اورینٹل کالج مسگزین کا کام میرے سپرد تھا۔ اس لیے ان سے ملے کا موقع ملتا رہا۔ وہ مجھے بلاتے اور پوچھتے ”مسگزین کا نیا سارہ کب نکل رہا ہے؟“ میں وقت بتانا تو پوچھتے ”کیا اس میں کسی مضمون کی گنجائش ہے؟“ میں کہتا کہ آپ مضمون دیجیے گنجائش کا کیا ہے نکل آئے گی۔ مسکرا کر کہتے ”نکل آئے گی کی بات نہیں۔ جاؤ سید سے بوجھ کر آؤ۔“ میں چپکے سے لوٹ آتا۔ مجھے معلوم تھا کہ سید صاحب قبلہ مولوی صاحب کا مضمون میگزین کے لیے ایک نبرک سمجھا کرتے تھے۔ کیونکہ جب بھی مولوی صاحب مضمون بھیجتے اسے فوراً قریبی شمارے میں شائع کیا جاتا۔ اسی اعتماد پر میں نے مولوی صاحب کو کہہ دیا تھا کہ گنجائش نکل آئے گی۔ لیکن ان کی ضابطہ بندی اس چیز کو کب گوارا کر سکتی تھی کہ چیف ایڈیٹر کی

مرضی کے بغیر وہ مضمون دے دیں۔ پھر کیف جب سید صاحب سے بات ہوتی وہ فرماتے مضمون لے آئے اور جب میں مولوی صاحب کے پاس مضمون لینے جانا تو وہ پہلے مطلوبہ مضمون کو ایک نظر دیکھتے کسی جگہ (۱) لگاتے کوئی لفظ کاٹ کر دوسرا لکھتے اس کے بعد اسے ڈاک بک پر درج کروا کر چڑاسی کو میرے ساتھ بھجیے اور فرماتے کہ اسے ابھی پریس دے آؤ۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ میرے دستخط لے کر مضمون مجھے دے دتے اور کہتے کہ پریس دے کر پریس والوں کی رسید ان کو دکھا کر جاؤں۔ ان کو اطمینان اس وف ہونا جب مضمون پریس والوں کے پاس پہنچ جاتا۔

پریس والے بھی مولوی صاحب سے اس قدر خائف رہنے کہ ان کا جو بھی مضمون وہاں پہنچا فوراً کموز کر کے اس کے پروف مولوی صاحب کو بھیج دیتے۔ اور ہماری خوش قسمتی ہوتی کہ وہ سہارہ معمول سے کم تاخیر پر نکل آتا۔

ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب ”تذکرہ مردم دیدہ“ ترمیم دے رہے تھے، جو بالاقساط اورینٹل کالج مگدین میں چھپ رہا تھا۔ تجرد کا ایک شعر کسی طرح حل نہ ہو رہا تھا۔ مختلف تذکرے دیکھے لیکن سید صاحب کی تسلی نہ ہو سکی۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگے کہ میں قبلہ مولوی صاحب سے اس شعر کے متعلق دریافت کروں۔ میں ان کے پاس پہنچا انہوں نے پریس پروف پر غور کیا پھر اصل مخطوطہ دیکھا اس کے بعد مجھے اپنے دفتر کی ایک ہماری کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے ”اسے کھولو اور فرہنگ آئند راج نکالو“ میں نے وہ نکال کر دی اس کے دیکھنے کے بعد کوئی دس کے قریب کتابیں نکلائیں اور سب دیکھتے رہے لیکن شعر پھر بھی حل نہ ہو رہا تھا۔ آخر انہوں نے

شعر کو تن چار مرتبہ پڑھا اور قلم اٹھا کر لفظوں کے گرد چکر بنانے لگے۔ اس کے بعد شعر ایک سادہ کاغذ پر لکھا۔ جب وہ لکھ چکے تو میں فوراً بول اٹھا ”اس طرح ٹھیک ہے۔“ فرمانے لگے ”اس کا ترجمہ کرو“ اب مجھے انہی غلطی کا احساس ہوا۔ ترجمہ اگر غلط کرتا ہوں تو کہا سمجھیں گے۔ میں ابھی کچھ کہنے کے لیے پر تول ہی رہا تھا کہ خود ہی اس کا ترجمہ کرنے لگے۔ تذکرہ مردم دیدہ میں شعر جس طرح درج تھا وہ تو ناد نہیں رہا البتہ مولوی صاحب نے جس طرح وہ حل کیا وہ یہ تھا۔

جز دو زلفس کہ آسودہ بفرب عارض

کہ نشان یافتہ آسودہ پریشانے را

جب میں مولوی صاحب کے کمرے سے باہر نکل رہا تھا تو اس وقت میرا دل مولوی صاحب کے بحر علمی کی گواہی دے رہا تھا اور یہ بات میری سمجھ میں آ رہی تھی کہ فاضل لوگ ان کے پاس جانے سے گھبراتے کیوں ہیں۔ غالباً ان کو مولوی صاحب کے سوالات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

مولوی صاحب کو ایک مرتبہ غصے کے عالم میں بھی دیکھا۔

ہوا یوں کہ سید صاحب نے ”فرہنگ اصطلاحات“ ترتیب دینی شروع کی۔ مجھے فرمانے لگے کہ مولوی صاحب کے پاس ان کا ایک ذاتی نسخہ بھی ہے یہ پروف ذرا ان کے پاس جا کر معاہلہ کر آئیں۔ میں مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جمعرات کا دن تھا۔ فرمانے لگے کہ کل آنا اور صبح ان کو گھر پر فون بھی کر دینا۔ دوسرے دن دفتر پہنچتے ہی میں نے ان کو فون کیا اس کے بعد میں اپنے کام میں مصروف رہا۔ سوا بارہ بجے مجھے یاد آیا، میں فوراً بھاگا ہوا ان کے دفتر پہنچا۔

سٹینو نے بتایا کہ مولوی صاحب بہت ناراض ہو رہے تھے مجھے اپنی غلطی کا احساس تھا اس لیے چپ رہا اور جب ان کی خدمت میں پہنچا تو گھڑی کی طرف دیکھ کر غصے سے کہنے لگے ”یہ وقت ہے آپ کے آنے کا ! پندرہ منٹ بعد دفتر بند ہو جائے گا۔ میں گھر سے ایک نایاب کتاب اٹھا کر لایا ہوں۔ اگر ٹانگے میں رہ جاتی یا راستے میں کہیں گر جاتی تو کیا ہوتا“ اس کے بعد انگریزی میں ذرا زیادہ غصے سے بولے ”Is this the way the Oriental College treats me“ میں نے کوئی جہانا بنانا چاہا، کہنے لگے ”چلے جائیے اور سید عبداللہ کو بھیجیے۔“ میں چلا آیا لیکن سید صاحب سے اس بات کا تذکرہ نہ کیا۔

دوسرے دن میں نے ان کے سٹینو کو فون کیا اور مولوی صاحب کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ وہ دفتر میں موجود ہیں اور یہ کہ میں ان سے ملوں۔ میں پھر مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا مجھے دیکھتے ہی کتاب نکالی۔ پروف جو میرے پاس تھے وہ دیکھے اس کے بعد سیکرٹری صاحب کو بلایا اور ان سے کہنے لگے ”یہ کچھ صفحات دیکھنا چاہتے ہیں ان کو اپنے پاس بٹھا لیں“ اور مجھے فرمایا ”یہ ایک نایاب کتاب ہے ذرا سنبھل کر دیکھنا کوئی ورق نہ پھٹ جائے۔ سیکرٹری صاحب کے پاس جا کر بیٹھ جائیے۔“

مولوی صاحب کا وہ غصہ جو کل تھا اس وقت اس کا نشان نک نہ تھا وہی مونچھوں کے نیچے زیر لب تبسم اور آنکھوں میں چمک تھی جو پہلے ہوا کرتی تھی۔ واقعی مولوی صاحب ایک بزرگ ہستی تھی۔ خدا انہیں جنت نصیب کرے، آمین !

(شریف ہلال)

رِثَاءُ الدَّكْتُورِ مُحَمَّدٍ شَفِيعٍ

يَا دَهْرَ أَنْتَ بَعِيشِ الْخَيْرِ بَيْتًا
أَرَى مِنْ يَاكَ بِالْأَخْبَارِ تَمْتَلِ

مَا لِي أَرَاكَ تُعَادِي أَهْلَ مَكْرَمَةٍ
هَذَا جَرِيحٌ وَأَمَّاذَا فَمُتَّلِ

أَبْكَى أَسَا وَدُسُوعَ الْعَيْنِ شَرَفِي بِي
أَلْفَى أَنَا دَيْكَ يَا أَسَاذُ أَقْبَالِ

تَرَكْتَنِي هَائِمًا فِي مَنْزِلِ خَرِبٍ
وَالنَّاسُ مَوْتَى وَخُدَاعٌ وَخُدَالِ

يَا لَيْسَنِي كُنْتُ مَقْدِيًا بِنَفْسِكَ أَوْ
فَتَلْتُ مَوْتَكَ فَتَلًّا وَهُوَ قَتَالِ

كُنْتَ الشَّرِيفَ شَرِيفًا غَيْرَ ذِي عَوْجٍ
كُنْتَ الْكَرِيمَ كَرِيمًا وَهُوَ مِفْضَالِ

كُنْتَ الْإِيمَانَ أَمِينًا سَيِّدًا سَنَدًا
كُنْتَ الرَّئِيسَ رَأِيسًا وَهُوَ مِذَالِ

مَا كَانَ مَقْصُودَكَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا
وَالنَّاسُ مَقْصُودُهُمُ الْجَاهُ وَالْمَالِ

مَا قُلْتَ عُمْرَكَ مِنْ قَوْلٍ عَلَى أَحَدٍ
وَلَا لَمَزْتَ عَدُوًّا وَهُوَ ضَلَالٌ

مَا قُلْتَ قَوْلًا سَخِيفًا بَاطِلًا أَبَدًا
وَلَا كَذَبْتَ بَيِّنَاتًا هَكَذَا قَالُوا

يَا سَيِّدِي وَبِحَقِّ اللَّهِ لَوْ قُبِلَ الْفِدَا
فِيكَ لَتُفَرِّقَ فِيكَ أَجَالُ

إِنِّي مَدَحْتُكَ بَعْدَ الْمَوْتِ لَا رَهْبًا
وَلَا رَجَاءَ إِلَّا فَلْيَصْصِدْ الْقَالُ

فَرَحَمَهُ اللَّهُ تَسْكَبًا وَتَهْطًا لَا
عَلَى ضَرِيحِكَ دَوْمًا أَيُّهَا النَّالُ

عبدالصمد صارم

فہرست تالیفات و مقالات
ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم

از
احمد ربانی صاحب

(شائع شدہ : اورینٹل کالج میگزین، مئی - اگست نمبر ۱۹۶۴ء)

فہرست تالیفات و مقالات ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم

(الف) کتب :

۱۔ فہارس العقد الفرید لابن عبد (سلسلہ مطبوعات پنجاب یونیورسٹی)
ربہ (بزبان انگریزی)

یہ کتاب مؤلف کی تقریباً پندرہ سال کی
محنت کا نتیجہ ہے۔ پنجاب یونیورسٹی
نے اسے بصرف زرکثیر شائع کیا ہے۔
۲ جلد، کلکتہ ۱۹۳۵-۱۹۳۷ع، تعداد
صفحات ۱۴۰۰۔
Analytical Indices of
the Kitāb al-'Ikd al-
Farīd of Aḥmad b.
Muḥammad b. 'Abd
Rabbihi (Cairo edition
1321) 2 volumes.
Calcutta 1935-1937.

۲۔ میخانۃ عبدالنبی فخر الزمانی (تذکرۃ شعراء) فارسی متن مع
قزوینی حواشی و فہارس تحلیلی، لاہور۔
۱۹۲۶ع، تعداد صفحات ۷۵۰۔

۳۔ تتمہ صوان الحکمہ لعلی بن زید البیہقی، متن مع حواشی
و فہارس (سلسلہ مطبوعات پنجاب یونیورسٹی)
۱۹۳۵ع، تعداد صفحات ۳۶۰۔

۴۔ تتمہ صوان الحکمہ ترجمہ فارسی (=درة الاخبار)
(سلسلہ مطبوعات پنجاب یونیورسٹی)
۱۹۳۵ع، صفحات ۶۳۴۔

- ۵۔ مطلع السعدین از کمال الدین متن فارسی مع حواشی و فرهنگ ،
عبدالرزاق سمرقندی جلد دوم : حصہ اول - لاہور ،
۱۹۴۱ع ، حصہ دوم و سوم ،
۱۹۴۹ع ، تعداد صفحات ۱۵۵۸ -
- ۶۔ مکاتبات رشیدی (یعنی مکاتبات رشید الدین فضل اللہ طیب)
متن فارسی و حواشی ، لاہور ،
۱۹۴۷ع ، صفحات ۴۷۹ -
- ۷۔ ولنر کومیموریشن وولیم (تصحیح و ترتیب بزبان انگریزی)
لاہور ۱۹۴۰ع ، تعداد صفحات ۳۲۸ -
Woolner Commemoration Volume, Lahore.

(ب) مقالات :

- ۱۔ فرقہ نور بخشی اورینٹل کالج میگزین ، فروری و
مئی ۱۹۲۵ع -
- ۲۔ قصہ امیر حمزہ اورینٹل کالج میگزین ، نومبر
۱۹۲۵ع و فروری ۱۹۲۶ع
- ۳۔ فہرست مصنفات شاہ رفیع الدین اورینٹل کالج میگزین ، نومبر
۱۹۲۵ع
- ۴۔ رام پور کے دو کتب خانے اورینٹل کالج میگزین ، نومبر
۱۹۲۵ع
- ۵۔ لاہور قدیم - داراشکوہ کا اورینٹل کالج میگزین ، مئی ۱۹۲۶ع
آئینہ محل
- ۶۔ مثنوی گلستان خیال اورینٹل کالج میگزین ، اگست
۱۹۲۶ع

- ۷۔ کتاب خانہ ریاست کپورتھلہ اورینٹل کالج میگزین ، اگست و نومبر ۱۹۲۷ ع و فروری ۱۹۲۸ ع
- ۸۔ فارسی تذکرے اورینٹل کالج میگزین ، اگست و نومبر ۱۹۲۷ ع و فروری ۱۹۲۸ ع
- ۹۔ لاہور قدیم اورینٹل کالج میگزین ، اگست و نومبر ۱۹۲۷ ع و فروری ۱۹۲۸ ع
- ۱۰۔ پنجاب کے دو مشہور قصے (ہیر رانجھا و سسی پنوں) اورینٹل کالج میگزین ، اگست و نومبر ۱۹۲۷ ع و فروری ۱۹۲۸ ع
- ۱۱۔ رسالہ در معرفت عناصر و کائنات الجو اورینٹل کالج میگزین ، مئی ۱۹۲۸ ع
- ۱۲۔ افغانان قصور اورینٹل کالج میگزین ، اگست ۱۹۲۸ ع
- ۱۳۔ خاندان سید الوزراء اورینٹل کالج میگزین ، نومبر ۱۹۲۸ ع
- ۱۴۔ مبارز الدولہ پیر ابراہیم خان نظام الملک اورینٹل کالج میگزین ، مئی ۱۹۲۹ ع
- خویشگی
- ۱۵۔ فرقہ نور بخشہ کے حالات پر مزید روشنی اورینٹل کالج میگزین ، مئی ۱۹۲۹ ع
- ۱۶۔ سفرنامہ چین از زبدۃ التواریخ اورینٹل کالج میگزین ، نومبر ۱۹۳۰ ع
- حافظ ابرو
- ۱۷۔ فہرست مصنفات علامہ اورینٹل کالج میگزین ، فروری ۱۹۳۲ ع
- شہرستانی
- ۱۸۔ بہاء الدین ابو محمد الخرق اورینٹل کالج میگزین ، فروری ۱۹۳۲ ع

- ۱۹۔ سفنۃ الاولیاء کا ایک نایاب اورینٹل کالج میگزین، مئی ۱۹۳۴ ع
نسخہ
- ۲۰۔ سلطان حسین مرزا کے دربار اورینٹل کالج میگزین، مئی ۱۹۳۴ ع
میں علم و ہنر کی سرپرستی
- ۲۱۔ خط و خطاطان اورینٹل کالج میگزین، اگست
۱۹۳۴ و ۱۹۳۵ ع
- ۲۲۔ سرح حال رشید الدین وطواط اورینٹل کالج میگزین، نومبر
۱۹۳۴ ع و فروری ۱۹۳۵ ع مئی
۱۹۳۵ ع و اگست ۱۹۳۵ ع
- ۲۳۔ خطاطان سندھ اورینٹل کالج میگزین، فروری ۱۹۳۵ ع
- ۲۴۔ سندھ کے بعض کتبے اورینٹل کالج میگزین، فروری
۱۹۳۵ ع و اگست ۱۹۳۵ ع
- ۲۵۔ مطہر کثرہ اورینٹل کالج میگزین، مئی ۱۹۳۵ ع
- ۲۶۔ مسجد وزیر خاں لاہور کے اورینٹل کالج میگزین، مئی ۱۹۳۶ ع
بعض کتبات
- ۲۷۔ شہر قصور کے متعلق بعض اورینٹل کالج میگزین، فروری
۱۹۳۷ ع اقتباسات
- ۲۸۔ خطاطی کے نمونے اورینٹل کالج میگزین،
اگست ۱۹۳۷ ع
- ۲۹۔ آداب الحرب والشجاعة اورینٹل کالج میگزین،
نومبر ۱۹۳۷ ع
- ۳۰۔ الخلیل بن احمد العروسی اورینٹل کالج میگزین، مئی ۱۹۳۶ ع

- ۳۱۔ صفت حرمین شریفین از ابن عبدربہ (بزبان انگریزی) ساٹھویں سالگرہ کے موقع پر شائع کیا گیا۔ - کیمبرج ۱۹۲۲ ع
- ۳۲۔ شالا مار باغ لاہور (بزبان انگریزی) اسلامک کلچر، حیدرآباد دکن، جنوری ۱۹۲۷ ع
- ۳۳۔ قصور کی افغان بستی (بزبان انگریزی) اسلامک کلچر، حیدرآباد دکن، ۱۹۳۹ ع
- ۳۴۔ عمر خیام کا قدیم ترین تذکرہ (بزبان انگریزی) اسلامک کلچر، اکتوبر ۱۹۳۲ ع
- ۳۵۔ ”آل میکال (بزبان انگریزی)“ روداد اداره معارف اسلامیہ، اجلاس اول ۱۹۳۳ ع
- ۳۶۔ تین قدیم دستاویزیں (بزبان انگریزی) روداد اداره معارف اسلامیہ، اجلاس دوم ۱۹۳۶ ع
- ۳۷۔ مکتوبات رشیدالدین فضل اللہ طیب متعلق ہند ولنرکو میموریشن وولیوم ۱۹۴۰ ع
- ۳۸۔ لائیڈن انسائیکلو پیڈیا آف اسلام طبع اول مین آرٹیکل (بزبان انگریزی) (۱) شاہ رفیع الدین دہلوی - (ب) سنجان رای (سجان رای) (ج) عرفی (شیرازی)
- ۳۹۔ ایضاً طبع دوم میں (۱) عبدالحق بن سیف الدین شیخ - (ب) عبدالقادر بن عمر البغدادی - (ج) عبدالکریم کشمیری - (د) عبدالکریم منشی - (ه) عبدالرزاق سمرقندی -

- ۳۔ مکملہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام رتن بابا ، حاجی ابوالرضا -
طبع اول میں
- ۳۱۔ روداد آل انڈیا اورینٹل فرقہ نوربخشہ -
کانفرنس مدارس ۱۹۲۳ء
- ۳۲۔ روداد انڈین ہسٹاریکل شرح حال نوادر مخطوطات عربی و
ریکارڈز کمیشن اجلاس لاہور۔ فارسی در لاہور ، کلکتہ ۱۹۲۶ع
- ۳۳۔ آثار ہرات کا نقشہ ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین ،
مئی ۱۹۳۷ع
- ۳۴۔ فرائد غیاثی اور اس کے بعض ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین ، مئی
دلیجسپحتویات نومبر ۱۹۳۹ع - فروری ۱۹۵۰ع
- ۳۵۔ کتاب المتسابہ للثعالبی ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین ، مئی
۱۹۵۰ع - صفحات ۳۴ -
- ۳۶۔ عہد مغلہ کا لاہور ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین ، نومبر
۱۹۵۰ع - صفحات ۱۰ -
- ۳۷۔ واقعہ نادر (شرح احوال حملہ نادر شاہ برہند) (از بدائع
و قائع آندرام مخلص) ۱۹۵۱ع - و فروری و مئی ۱۹۵۲ع
صفحات ۱۹۱ -
- ۳۸۔ ادبیات عہد سلطان شاہ رخ ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین ،
بن تیمور - صفحات ۳۵ - جنوری ۱۹۵۰ع و اگست و نومبر
۱۹۵۱ع
- ۳۹۔ تنہیم و تصحیح مکاتبات ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین ،
خواجہ رشید الدین فضل اللہ نومبر ۱۹۵۱ع - فروری و مئی
۱۹۵۲ع - (۱ تا ۳۲ - جاری) طیب -

- ۵۰۔ ایک شاہجہانی برتن (مصور) ضمیمہ اوریئنٹل کالج میگزین ، نومبر ۱۹۵۱ ع -
- ۵۱۔ تذکرہ میخانہ اور خلاصہ ضمیمہ اوریئنٹل کالج میگزین ، نومبر ۱۹۵۱ ع - المضامین کوکب
- ۵۲۔ تاریخ ہرات فامی ضمیمہ اوریئنٹل کالج میگزین ، فروری و مئی ۱۹۵۲ ع -
- ۵۳۔ روضہ مبارکہ بندگی حضرت داؤد کرمانی شیر گڑھی رح - ضمیمہ اوریئنٹل کالج میگزین ، اگست و نومبر ۱۹۶۲ ع -
- ۵۴۔ ابن عراق اور آس کا سن وفات (برائے زکی ولیدی نامہ) -
- ۵۵۔ احیاء علوم الدین کا فارسی ترجمہ - ضمیمہ اوریئنٹل کالج میگزین ، اگست و نومبر ۱۹۵۳ ع و فروری و مئی ۱۹۵۴ ع
- ۵۶۔ علای نامدار از زمان عرش آشیانی اکبر بادشاہ تاعصر خدیو دین پناہ (اورنگ زیب) از مرآة العالم بنسب بہ بختاور خان - ضمیمہ اوریئنٹل کالج میگزین ، اگست و نومبر ۱۹۵۳ ع
- ۵۷۔ خواجہ عبدالقادر بن غیبی اور آس کی کتاب مقاصد الالہان - ضمیمہ اوریئنٹل کالج میگزین ، فروری و مئی ۱۹۵۳ ع
- ۵۸۔ شاہ طہاسب صفوی کی ایک سہویر شال - ضمیمہ اوریئنٹل کالج میگزین ، اگست و نومبر ۱۹۵۵ ع و فروری ۱۹۵۴ ع
- ۵۹۔ قصہ بابی علیہا عنبری کے متعلق کچھ تحقیقی مواد

- ۶۰۔ مرقع داراشکوہ (انڈیا آفس ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین، فروری
لاٹبریری) ۱۹۵۵ع
- ۶۱۔ ورشان (انگریزی) جرنل آف دی رائل ایشیائٹک
سوسائٹی - بمبئی -
- ۶۲۔ فتاویٰ عالمگیری اور اس کے ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین،
مؤلفین اگست ۱۹۵۲ع
- ۶۳۔ تاریخ اسلام (خطبہ صدارت ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین، فروری
سبعہ تاریخ اسلام، پاکستان و مئی ۱۹۵۲ع
ہسٹاریکل کانفرنس، اجلاس در
لاہور)
- ۶۴۔ خزائن مخطوطات (کتاب خانہ ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین، اگست
وان میانہ شریف، صلح سرگودھا و نومبر ۱۹۵۲ع - فروری و مئی
و خانقاہ شریف سراجیہ، ۱۹۵۳ع و فروری و مئی ۱۹۵۴ع
کنڈیاں و کتاب خانہ نور، ربوہ)

(ج) : زیر ترتیب و تالیف مسودات غیر مطبوعہ

- ۱۔ مطلع سعدین جلد اول -
- ۲۔ مکاتبات رشیدی کا ملخص مع تعلیقات (بزبان انگریزی)
- ۳۔ حاجی مراد از ٹولسٹائی (ترجمہ از انگریزی طبع دوم) ۱۹۱۳ع
- ۴۔ قصہ اصحاب الاخدود - سریانی سے انگریزی میں ترجمہ (۱۹۱۸ع)
- ۵۔ کتاب الزهد از العقد الفريد (عربی سے انگریزی میں ترجمہ)
- ۶۔ میخانہ عبدالنبی کا دوسرا ایڈیشن -

(د) : زمانہ طالب علمی اور متصل بعد کے ادبی مساعی

- ۱۔ کلید دانش کا اردو ترجمہ قصور ۱۸۹۹ع -

۲۔ فضل المقال ابن رشد کا اردو رسالہ الہدی لاہور -

ترجمہ

۳۔ میزان الحکمہ خازنی رسالہ مخزن (۱۹۱۲ع)

۴۔ مسکوۃ الانوار غزالی کا اردو رسالہ الہدی لاہور -

ترجمہ

(۵) مندرجہ ذیل مضامین جناب خان بہادر ڈاکٹر محمد شفیع مرحوم

نے لائبریری انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (دوسرا ایڈیشن) کے لیے لکھے تھے :-

۱۔ عبدالحق حق - ۲۔ عبدالکریم کنہیری -

۳۔ عبدالکریم منشی - ۴۔ عبدالقادر بن عمر -

۵۔ عبدالرزاق - ۶۔ برہان الدین -

۷۔ بدھن شیخ - ۸۔ بحر العلوم -

۹۔ داغ - ۱۰۔ دبیر -

۱۱۔ داوک - ۱۲۔ چراغ دہلی -

۱۳۔ بایزید - ۱۴۔ الخندجی -

”وامق و عذرا“ مع مقدمہ تقریباً تین سو صفحات پر مشتمل جو

اس گرانٹ کے تحت لکھی گئی جو شاہ ایران نے اورینٹل کالج لاہور کو

دی -

”مقالات دینی و علمی“ جو مذہبی لٹریچر اور اسلام کی اشاعت سے

متعلق بہت سے مقالات پر مشتمل ہے (دو جلدوں میں) صفحات ۴۵۱ -

شرح مختصری در باره خدمات علمی پرفسور دکتر مولوی محمد شفیع مدظلہ

پرفسور مولوی محمد شفیع در ماه اوت سال ۱۸۸۳ م در قصبہ قصور در شهرستان لاہور (پنجاب پاکستان) متولد شد۔ در سال ۱۹۰۵ م در رشته ادبیات انگلیسی و در سال ۱۹۱۳ م در رشته ادبیات عربی باخذ درجه علمی M. A. (فوق لسانس در فنون) از دانشگاه پنجاب نائل آمده و در سال ۱۹۱۵ م برای ادامه تحصیلات بانگلستان رهسپار گردید و در دانشگاه کیمبرج درجه علمی بی۔ ای را احراز کرد۔ از سال ۱۹۱۵ م تا ۱۹۱۸ م در دانشگاه کیمبرج به تدریس در رشته ادبیات عربی اشتغال داشت و در ۱۹۱۸ م در همان دانشگاه برای تدریس زبان و ادبیات اردو منصب شد۔ تا ابتدای ۱۹۱۹ م پس از مراجعت انگلستان به اخذ درجه ام۔ ای (کیمبرج) نائل آمد و در فوریه ۱۹۱۹ م برای احراز کرسی استادی ادبیات عربی در دانشگاه پنجاب انتخاب شد و تا سال ۱۹۴۲ م به تدریس و تحقیق در رشته ادبیات عربی و فارسی مشغول بود و از سال ۱۹۳۶ م ببعد ضمناً ریاست دانشکده السنہ سرقیہ (اورینتل کالج) دانشگاه پنجاب را بر عہدہ داشت۔ در سال ۱۹۴۲ م از سمت استادی و ریاست دانشکده متقاعد و در اواخر سال ۱۹۵۰ م مجدداً از طرف دانشگاه برای تشکیل دادن شعبہ دائرۃ المعارف اسلامیہ بزبان اردو دعوت شد و اکنون نیز (ریاست) شعبہ مزبور و ریاست ہیئت مدیرہ آنرا بر عہدہ دارد۔ در ژوئن ۱۹۵۳ م از طرف دولت پاکستان بعنوان رئیس اولین ہیئت فرهنگی پاکستان اعزام و به نقاط مهم ایران مسافرت

کرد و وزارت فرهنگ دولت علیه ایران نشان علمی درجه اول ایران را بوی اعطاء نمود - در آوریل ۱۹۵۴م از طرف دولت پاکستان بعنوان رئیس هیئت پاکستانی برای شوکت در جشن هزاره ابن سینا بار دیگر بایران اعزام شد همان سال از طرف دانشگاه پنجاب در بیسب و سومین کنفرانس بین المللی مستشرقین که در کبمبریچ منعقد گردید در ماه اوت شرکت جست و بعد از مراجعت باز به نألف و برییب دائره معارف اسلامی اردو مشغول شد - (از طرف دولت خداداد پاکستان هم اعتراف خدمات ادبی ایشان شد و در سال ۱۹۷۹م به سناره پاکستان مفتخر گردیدند در ۱۳ مارس ۱۹۹۳م ایشان جان بجان آفرس سپردند) -

نشد روان پروفیسور محمد سفیع همکار افتخاری دانشگاه پنجاب و عضو سنادی دانشگاه و رئیس دائره آموزش السنه شرقی (فاکولته اورینتال) دانشگاه بوده و مدیر و رئیس کمیته کمک هزینه از طرف شاهنشاه ایران می باشد بعلاوه ریاست انجمن عربی و فارسی دانشگاه که مؤسس آن بوده و ادارت جمله تحقیقی انجمن مزبور بر عهده وی است -

از نظر تجلیل خدمات برجسته وی به پیشرفت تتبعات در السنه شرقیه دانشگاه پنجاب در سال ۱۹۵۲م دکتری افتخاری علوم شرقیه (D.O.L) را که اهدای آن بندرت اتفاق می افتد بوی داد -

پرفیسور محمد سفیع در زمینه تتبعات در ادبیات عربی و فارسی مقام شاخی دارد و مؤلف عده زیادی از کتب و رسائل علمی و ادبی و مقالات و تألیفات تحقیقی و قسمتی از نوشته های وی راجع بتاریخ و فرهنگ ایران می باشد - هیئت مدیره انسیکلوپیدی د لاسلام Encyclopedie de L, Islam لیدن طبع برای تهیه جدید آن وی را بعنوان عضو پیوسته هیئت (Associate Member) از پاکستان انتخاب کرده اند -

[اقتباس از ارمغان علمی]

7. Hobbies :—Search for and collection of MSS. and inscriptions.
8. Title and honorary degrees : Awarded the title of Khan Bahadur in 1942 ; granted the degree of Doctor of Oriental Learning (*honoris causa*) by the Panjab University in 1952 ; awarded *Nishan-i 'Ilmi* 1st class by the Imperial Government of Iran in 1953 ; Awarded Sitara-e-Pakistan by the Government of Pakistan in 1959.
9. Presented *Armughan-e-Ilmi* in 1955.
10. Membership of various public bodies :
 - (i) Punjab Text-Book Committee (2 terms).
 - (ii) Bazm-i-Iqbal, Lahore (since 1950).
 - (iii) Member of the Managing Committee of the Islamia College (for Men) since 1919.
 - (iv) Associate Member of the "Comité de Direction" of *The Encyclopaedia of Islam*, Secod Edition.
 - (v) President, International Committee of the Union for Scientific Collaboration in Islamic Studies, Istambul.
11. *Miscellaneous :*
 1. Founded *The Oriental College Magazine*, Lahore and edited it from 1925 to 1942.
 2. Founded the Arabic and Persian Society of the Panjab University and edited, and is still editing, it research Journal, *Damima Oriental College Magazine*, Lahore.

[*Armughan-e-Ilmi*]

- 1919-1942** Professor of Arabic, Panjab University.
Also taught Islamic History. Most of his pupils are teaching Arabic at various colleges in the former Punjab, the former N.W. Frontier Province and India. More than a dozen of these, whose research he guided, have taken doctorates.
- 1921-1936** Vice-Principal, Oriental College, Lahore.
- 1936-1942** Principal, Oriental College, Lahore.
Ex-officio Administrator of the Oriental Publications Fund of the Panjab University.
(Retired in Oct. 1942).
- 1919-1963** Fellow, Panjab University (with a break of about six months).
- 1919-1944)** Member of the Syndicate, Panjab University.
1950-1954)
1958-1962)
- 1954-1958** Member of the Chancellor's Committee, Panjab University.
- 1933-1944)**
1950-1954) Dean, Oriental Faculty, Panjab University.
1958-1961)
- 1919-1942** Convener of the Board of Studies in Arabic, Persian, Pashto and Urdu, Panjab University.
- 1950-1954** Convener of the Board of Studies in Islamiyat, Panjab University.
- 1937-1944** Chairman of the Panjab University Library Committee.
- 1950-1963** Chairman of the Shahinshah of Iran's Grant Committee, Panjab University.
- 1946-1950** Honorary Secretary and Honorary Professor of Arabic, Islamia College for Women, Lahore.
- 1950-1963** Re-employed by the Panjab University as Head of the Department of the Urdu Encyclopaedia of Islam, Panjab University.

A BIOGRAPHICAL NOTE RELATING TO PROF. MUHAMMAD SHAFI'

1. Full name : MUHAMMAD SHAFI'.
2. Date, year and place of birth : August 8, 1883; Kasūr,
District Lahore.
3. Date and year of death : March 13, 1963 (Lahore).
4. Parentage : Hafiz Wahhab-ud-Din.
5. Education, etc. : M.A. (English) Panjab, M A. (Arabic)
Panjab, M.A. (Cantab.).
- 6 Career with dates and present occupation :
 - 1906-1915 Held various posts in the Punjab Education
Department.
 - 1913-1916 McLeod Arabic Research Student, Panjab
University.
 - 1915-1919 Government of India Research Scholar (at
Cambridge).

Among his teachers were :

- (i) Prof. E. G. Browne (for Ancient and
Middle Persian and Chaghatai Turki.
 - (ii) Prof. A. A. Bevan (for Arabic, German
and Hebrew).
 - (iii) Prof. R. A. Nicholson (for Mysticism).
 - (iv) Prof. Norman McLean (for Hebrew and
Syriac).
- 1917-1919 Research Scholar, Pembroke College,
Cambridge.
- Jan. 1918 } Teacher of Hindustani at the Cambridge
to } University.
Jan. 1919 }

It may be added that the following manuscripts in the Chester Beatty Library (Koran Collection) are also written in different varieties of 'Persian' Kufic: Nos. 1418, 1419, 1425, 1426, 1427. 1420, 1428. 1429, 1434, 1433, 1436, 1607, 1608. They form a very interesting series, and would repay careful investigation for the light which they throw on the development of this very beautiful hand.

- (1) The grammatical errors occurring in the date.
- (2) The use of the form السلام; at such an early date one would expect to find the form السلم.
- (3) In the colophons of Volumes 1 and 2 the following archaic orthographical features occur which do not appear in this colophon:
 - (i) the letter *dal* receives a dot under it, to distinguish it from the letter *dhāl*.
 - (ii) the letter *ra* similarly receives a dot under it to distinguish it from the letter *zay*.

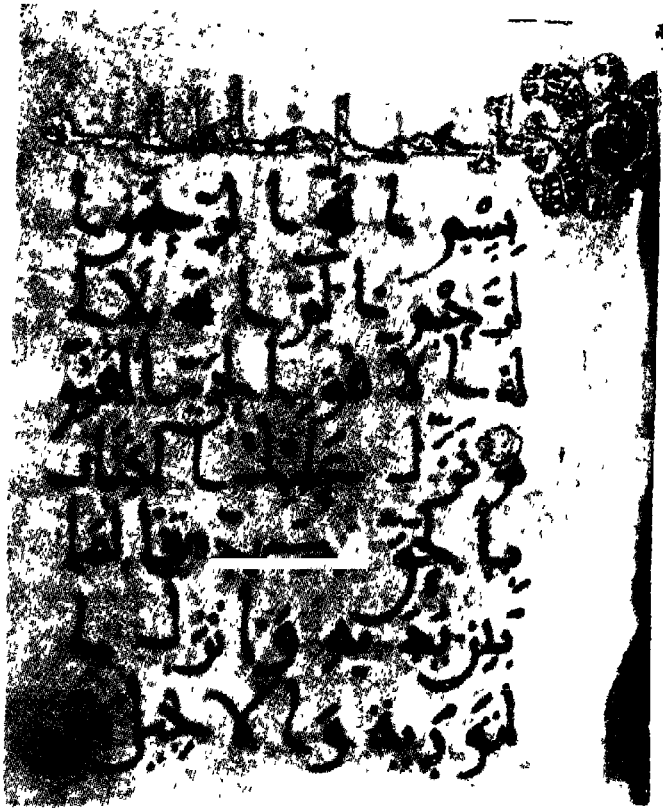
Orthography

The original calligrapher, who may have been working in the early part of the third/ninth century, marked the vowels with red dots according to the usual Kufic system, and seems to have added an incomplete sprinkle of diacritical points. The second hand, that of the Persian corrector, has completed the diacritical points, and has supplied the 'normal' vowels and certain other *naskh* features

The letters *dal*, *ra*, *ṣad* and *ta* are underdotted to distinguish them from *zay*, *ḡad*, and *ṣa*. The letter *sin* has three underdots to distinguish it from *shin*, whose three overdots are placed usually in line but sometimes in a triangle.

Conclusion

If this manuscript is accepted as genuine—and it certainly has all the appearance of being so—and if the colophons of Volumes 1 and 2 are also admitted to be authentic, then it can be concluded that the so-called 'Persian' variety of Kufic began to be used as early as the third/ninth century.



Opening of Sura 3
Chester Beatty MS 1417 (3), folio 19b

lacuna occurs after folio 1 *b*, and folio 2 *a* resumes at Sura 25:30. Marginal rosettes occur on folio 2 *a* (ثلثون) = verse 33, folio 4 *b* (اربعون) = verse 43, folio 6 *b* (خمسون) = verse 52, folio 8 *b* (ستون) = verse 62 and folio 10 *b* (سبعون) = verse 71.

Sura XXVI opens (folio 11 *b* with a title-band of normal unpointed Kufic, gilt, supported by a marginal *ansa* in gold. The heading here inserted is incorrect, being the title of Sura XXVII: النحل تسعون وخمسة آية. Marginal rosettes occur on folio 13 *a* (عشر) = verse 10, folio 14 *a* (عشرون) = verse 21, folio 15 *a* (ثلثون) = verse 31, folio 16 *a* (اربعون) = verse 42, folio 17 *b* (خمسون) = verse 51, folio 18 *b* (ستون) = verse 61, folio 19 *b* (سبعون) = verse 71, folio 20 *b* (ثمانون) = verse 81, folio 21 *a* (تسعون) = verse 91, folio 22 *a* (مائة) = verse 101, folio 22 *b* (مائة عشر) = verse 113, folio 23 *b* (مائة عشرون) = verse 123, folio 24 *b* (مائة ثلثون) = verse 131, folio 25 *a* (مائة اربعون) = verse 141, folio 26 *a* (مائة خمسون) = verses 151, folio 27 *a* (مائة ستون) = verse 161, folio 28 *a* (مائة سبعون) = verse 171, folio 29 *a* (مائة ثمانون) = verse 181, folio 30 *a* (مائة تسعون) = verse 191, folio 30 *b* (مائتان) = verse 201, folio 31 *b* (مائتان عشر) = verse 211 and folio 32 *b* (مائتان عشرون) = verse 221.

Sura XXVII opens (folio 33 *b*) very curiously. The last word of Sura XXVI is written at the end of the first line, and before it is inscribed a band of normal unpointed Kufic, gilt: سبع مائتان وعشرون آية: which is the verse-count (227 for 228) of Sura XXVI. Marginal rosettes occur on folio 35 *a* (عشر) = verse 11, folio 38 *a* (عشرون) = verse 21, folio 39 *b* (ثلثون) = verse 31, folio 41 *b* (اربعون) = verse 40, and, folio 44 *b* (خمسون) = verse 50. The *Juz'* ends on folio 46 *a*.

Folio 46 *b* contains the following colophon:

ابن جامع را درست بشکرت احمد بن ابوالقاسم الخفای و ذلك في شعبان سنة
اثنى و تسعين و اثني مائة (!) غفر الله له ولجميع امة محمد عليه السلام

This colophon appears to be a forgery; the following reasons can be advanced for questioning its authenticity.

Volume 3

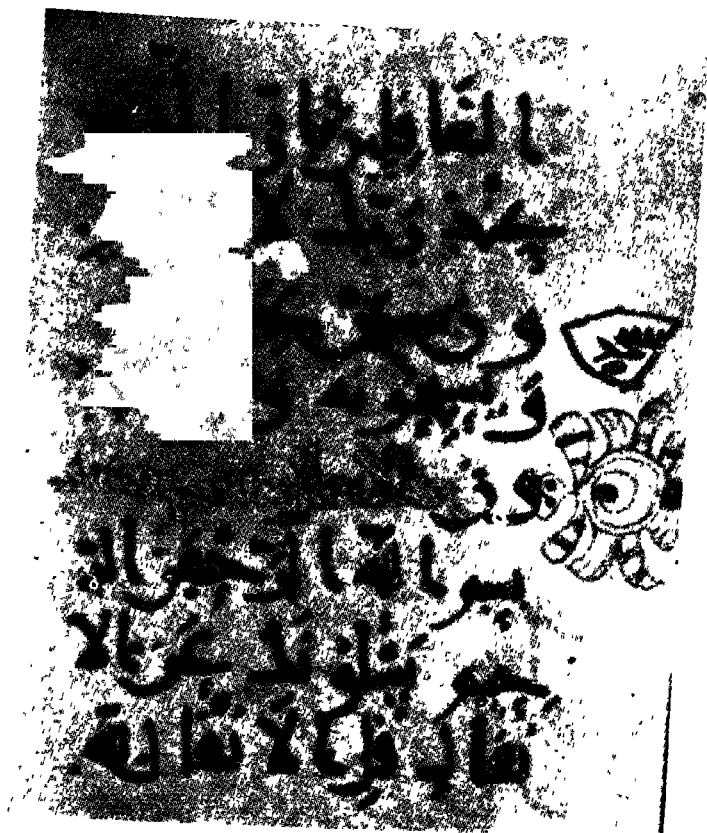
Volume 3 contains 48 folios. Folio 1 *a* is blank except for an old inscription التاسع من كتاب الله indicating that the volume comprises *Juz'* IX. The transcription proper (Sura 7 : 85) begins on folio 1 *b*. A rather crude band of gold ornament has been added at the head of folios 1 *b* and 2 *a*. Marginal rosettes occur on folio 5 *b* (مائة) = verse 100, (folio 6 *b* has a ninth line added at the foot), folio 7 *b* (مائة عشر) = verse 110, folio 8 *b* (مائة عشرون) = verse 120, folio 11 *a* (مائة ثلثون) = verse 129, folio 13 *b* (مائة اربعون) = verse 137, folio 18 *a* (مائة خمسون) = verse 150, folio 23 *a* (مائة ستون) = verse 161, folio 26 *b* (مائة سبعون) = verse 170, folio 30 *a* (مائة ثمانون) = verse 180 (two unvocalised lines have been cancelled because repeated on folio 32 *b*), folio 33 *a* (مائة تسعون) = verse 191, and folio 35 *a* (مائتان) = verse 200.

Sura VIII opens (folio 36 *b* with a title-band of normal unpainted Kufic, gilt, supported by a marginal *ansa* in brown and green : الانتقال سبعون وست. Marginal rosettes occur on folio 39 *a* (عشر) = verse 11, folio 42 *a* (عشرون) = verse 21 and folio 44 *b* (ثلثون) = verse 31. A lacuna occurs after folio 46 *b* (Sura 8 : 38), and the concluding two folios contain the concluding verses (Sura 9 : 84-94) of *Juz'* X. There is no corrector's colophon.

Volume 4

Volume 4 contains 46 folios. Folio 1 *a* is blank except for a later inscription التاسع عشر suggesting that the volume comprises *Juz'* XIX. Actually it opens (folio 1 *b*) at the beginning of Sura XXV (the traditional division is at Sura XXV 23).

Folio 1 *b* opens Sura XXV with a title-band of normal unpainted Kufic, gilt, supported by a marginal *ansa* in gold : سورة الفرقان (the usual title is الفرقان). A



Opening of Sura 3
Chester Beatty MS 1417 (3), folio 36b

this folio is damaged, but sufficient of the script is visible to show that the copyist elongated the concluding words to fill up the space.

Folio 47 *a* contains the following colophon, evidently added by the hand which corrected the original transcription, which was vocalised in Kufic fashion, and supplied the normal vocalisation :

این جامع درست بکرد احمد بن ابوالقاسم الخیاتی حفظه الله فی کتفه و ذلك
فی شهر الله المبارک [شعبان سنة] اثین و تسعین و مائتین -

Volume 2

Volume 2 contains 46 folios. Folio 1 *a* begins الملك فی الملك 1 and is topped by a band of crude ornament executed in poor imitation of the illumination scattered elsewhere through the manuscript. This intrusive passage continues for four folios. Folio 2 begins in Sura 25 : 24 and ends in Sura 25 : 29. Folio 3 begins in Sura 9 : 81 and ends in Sura 9 : 84. Folio 4 begins in Sura 11 : 85 and ends in Sura 11 : 90. These first four folios have long since become loose from their original order, and have then been inserted here to fill in space.

Folio 5 *a* begins الضلالة ويريدون = Sura 4 : 47, and the rest of the volume comprises the remainder of Juz' V. Marginal rosettes occur on folio 7 (*b*) (lettered خمسون) = verse 55, folio 11 *b* (ستون) = verse 65, folio 14 *b* (سبعون) = verse 74, folio 19 *b* (ثمانون) = verse 84, folio 24 *a* (تسعون) = verse 94, folio 29 *a* (مائة) = verse 103, folio 33 *a* (مائة عشر) = verse 112, folio 36 *a* (مائة عشرون) = verse 120, folio 40 *a* (مائة ثلثون) = verse 130, and folio 44 *a* (مائة اربعون) = verse 141.

The volume ends with two lines to each of the last two pages (folios 45 *b*, 49 *a*) surrounded by a simple gold ornamental border accommodating the corrector's colophon :

این جامع را بهجم درست بکردم و کتب الخیاتی بخطه

imposed, partly covering the first lines of folios 1 *b* and 2 *a*, in a style closely matching the decoration scattered elsewhere through the manuscript. The copyist omitted *بعضهم* between *ورفع* and *درجات*, and this word has been supplied above the line by a later hand, presumably the same as that which added the 'normal' vocalisation and the colophon. Verse-endings are marked (seemingly added by the illuminator) by a simple gold rosette: verse 255 on folio 2 *a*, 256 on folio 2 *b*, 257 on folio 3 *a*, 258 and 259 on folio 3 *b*, 260 on folio 4 *a*, where the copyist omitted *الا احبى و اميت* which has been added as a ninth line. The first marginal rosette (illegible lettering) marking a group of ten verses occurs on folio 6 *a*=verse 265. The next marginal rosette (lettered *مائتان سبعون*) occurs on folio 11 *a*=verse 274; the copyist misjudged this page and added a ninth line. On folio 12 *a* the words *سرا و علانية* (verse 275) have been added on the margin. The third marginal rosette (lettered *مائتان ثمانون*) occurs on folio 14 *b*=verse 280. The word *واطمنا* (verse 285) was written twice (last word on folio 18 *a* and first word of folio 18 *b*); the first (without 'normal' vocalisation) has been struck through; the sign *صح* has been added on the margin beside the second, vocalised occurrence. Sura II ends at the end of folio 19 *a*.

Sura III (folio 19 *b*) opens with a title-band of normal unpointed Kufic, gilt, supported by a marginal *ansa* in gold and blue: *آل عمران مائتا آية*. This title is evidently the work of the original copyist, since it is followed by seven lines, making up the regular total of eight for the page. Marginal rosettes occur on folio 22 *a* (lettered *عشر*)=verse 9, folio 25 *b* (*عشرون*)=verse 20, folio 29 *a* (*ثلثون*)=verse 29, folio 32 *a* (lettering unclear)=verse 35, folio 34 *a* (*اربعون*)=halfway through verse 41, folio 35 *b* (*خمسون*)=verse 45; folio 38 *a* (*ستون*)=verse 55, folio 40 *b* (*سبعون*)=verse 65, and folio 44 *b* (*ثمانون*)=verse 76. A final rosette (lettered *تسعون*)=verse 85 marks the end of the *Juz'* on folio 47 *a*;

ابراهيم بن محمد بن ابراهيم
 احبته الى القبلة في ني
 حنطه اهو في كنفه
 ذلك الشاهد في
 ابراهيم بن محمد بن ابراهيم

Colophon of *Jus* 3
 Chester Beatty MS 1417 (1), folio 47b

The most famous example of this hand in its fullest development is provided by the scattered pages of a Korān, dated 566 (1171).¹⁰

A number of dated or dateable manuscripts (other than Korāns) in hands which appear to be cognate with 'Persian Kufic' still await minute examination by some future researcher into the history of the origin and evolution of this very idiosyncratic style of calligraphy.¹¹ Meanwhile, the main purpose of the present article dedicated to the memory of my old and revered friend and colleague the late Professor Muhammad Shafī, is to draw attention to a Koranic manuscript containing colophons, composed in a mixture of Arabic and Persian, dated Shā'ban, 292 (June 905). If these colophons are admitted as authentic, then this manuscript is the earliest evidence so far recovered for the Koranic use of 'Persian Kufic'.

Chester Beatty MS. No. 1417 consists of four little volumes containing parts of a Korān all written on firm vellum by the same calligrapher. They measure 12.5 × 9.4 cm., 8 lines to the page, bound uniformly in old dark brown leather.

Volume 1

Volume 1 contains 47 folios. Folio 1 a is blank except for a later inscription الثالث indicating that the volume comprises *Juz'* III. The transcription proper begins on folio 1 b: تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض = Sura 2 : 254. A band of gold ornament evenly matched has been super-

(10) *Encyclopaedia of Islam* I, p. 392, Plate V; *Survey of Persian Art*, pp. 1728 9 and Plate 930 C; E. Kuehnelt, *Islamische Kleinplastik*, p. 28, Plate 4; S. al-Munajjed, *Le Manuscrit Arabe* I, Plate 10.

(11) See for example Paris 6726 (al-Aḡma'ī, *Ta'riḥ al-mulūk al-'Arab*, copied by Ibn al-Sikkīt), dated 243/957, in G. Vajda, *Album de Paléographie Arabe*, Plate 3; Leiden 298 Warner (Ibn Sallām, *Gharīb al-ḥadīth*), dated 252/866, in Wright, *Facsimiles*, Plate VI; Chester Beatty 3494 (Ibn Qutaiba, *Gharīb al-ḥadīth*), dated 279/892, in A. J. Arberry, *Handlist of Arabic Manuscripts*, Plate 68; Veliūd-dīn 3139 (*al-Ma'āthir*), dated 280/893, in al-Munajjed, *op. cit.*, Plate 16; Chester Beatty 4000 (al-Nīfārī, *al-Manāẓir*), dated 344/955 6, in A. J. Arberry, *op. cit.*, Plate 135; Istanbul, Shāhid 'Alī 1842 (al-Sīrāfī, *Aḥbār al-naḥwīyīn al-Baṣrīyīn*), dated 376/986, ed. F. Krenkow, Paris 1936, three plates.

A Koran in 'Persian' Kufic

By Professor A. J. Arberry, Cambridge

Back in 1937 a lively exchange of views took place between E. Schroeder and M. Minovi over the former's proposal, subsequently withdrawn, to indentify as *Badi'* a certain very elegant derivative of the style of Arab calligraphy generally known as Kufic.¹ Since then little further has been written about this fine and distinctive script, apart from the reference contained in Minovi's very informative contribution on calligraphy to the *Survey of Persian Art*.² Professor A. Grohmann in his masterly article '*The origin and early development of floriated Kufic*'³ deals minutely with the monumental varieties of a script manifestly related to the hand under discussion; some of the specimens offered in illustration in that article bear on its written application.⁴

Minovi remarks that one of the main difficulties in discussing the evolution of this hand, sometimes called 'Persian Kufic,' is that 'the examples illustrated [in Schroeder's article] are all undated and in some instances subject to later dating than that suggested on stylistic ground'.⁵ He lists as points of departure (1) the Ambrosian Korān dated 418 (1027),⁶ (2) the British Museum Koran dated 427 (1036),⁷ (3) the Vienna *Pharmacology* dated 447 (1055),⁸ and (4) the Mashhad Koran dated 466 (1073).⁹

(1) Schroeder in *Ars Islamica* 4 (1937), pp. 232-248; Minovi in *Bulletin of the American Institute of Iranian Art* 5 (1937), pp. 143-146; Schroeder, *ibid.*, pp. 146-147.

(2) See especially p. 1724 and Plate 930 B.

(3) *Ars Orientalis* 2 (1937), pp. 183-213.

(4) See especially figure 10 on p. 198—Archduke Rainer Collection, Inv. Ar. Pap. No. 8032.

(5) *Survey of Persian Art*, p. 1742, n. 2.

(6) E. Griffini in *Zeitschrift der Deutschen Morgenländischen Gesellschaft*, 69 (1913), p. 63, Plate III.

(7) *Survey of Persian Art*, Plate 918 A, B.

(8) Abū Manṣūr, *Liber Fundamentorum Pharmacologiae* (ed. F.R. Seligmann, Vienna, 1839); W. Wright, *Facsimiles*, Plates VIII, IX.

(9) *Survey of Persian Art*, Plate 930 B.

A
Koran in 'Persian' Kufic



by
PROFESSOR A. J. ARBERRY,
D.Litt, F.B.A.,
CAMBRIDGE

no mosque of such an early date was known. But in 1936 I was asked by Safi' Beg al-Husari, then Director-General of Antiquities in 'Iraq, to suggest two Muslim sites likely to repay excavation, I suggested Kufa and Wasit. At Wasit there had been a Great Mosque, 200 cubits square, back to back with a Dar al-Imara 400 cubits square, both by Hajjaj ibn Yusuf in 83-4 H. (703-3).¹

When excavations were started a mosque was soon found, but there were no signs of a Dar al-Imara behind it. The excavators then decided to dig deeper, and they found that this mosque rested on an earlier mosque. This earlier mosque, which rested on virgin soil, had an orientation which differed 32° from that of the first mosque, and behind it were the remains of a Dar al-Imara. The excavators, although convinced that it was an earlier mosque, were worried by the fact that there was no niche wall, until I pointed out to them that the mosque of Hajjaj had been built in 82-3 H. (703-4) i.e. five years before the introduction of the concave mihrab, and that the plain back wall was a confirmation of the statement of Samhudi. The remains found constitute the earliest existing remains of a mosque in Islam.

K.A.C. Creswell

(1) Baladhuri, p. 290; Mas'udi, *Muruj*, V, pp. 341-2, and VI, p. 171.

duction of the concave mihrāb, without taking the trouble of consulting the MS, or asking someone to verify that a statement about the concave mihrāb was really to be found there. An awful example of the folly to which cocksureness and a spirit of contradiction can lead.

Origin of the Concave Mihrāb. Samhūdī (1488) quoting Waqidī (d. 823), says: 'Abd Allah ibn Yazīd has handed down to us the following. The Copts have erected the fore part (al-muqaddam, i.e. the sanctuary) and the Greeks (Rūm) have worked at the part beyond the covered portion (aaqf), namely the sides (jawānib) and the back mu'akhkhar) of the mosque''. This passage appears to me to be of fundamental importance for the solution of this problem. The fact that the part where the mihrāb was, was the part constructed by the Copts, at once suggests a Coptic, and therefore Christian origin, a view that is confirmed by several authors. Lammens, in this connection, has quoted an important passage from a work by as-Suyūṭī (XVth century), as follows: "At the beginning of the second century (i.e., shortly after A.D. 719, of ten years after its introduction at Madīna) it was forbidden, according to the Traditions (*ḥadīth*) to make use of it (the mihrāb) as it was a feature of churches (*min sha'n al-kana'is*). Its use in mosques is an indication of the approach of the Day of Judgment";¹ and Becker has pointed out that another author, writing as late as the fourteenth century, also speaks in the same spirit, saying that the mihrāb is the least holy part of the mosque and forbidding the Imam to take up his position within it.²

Are there any mosques known, which were built before 707-9 and which are without a concave mihrāb? Twenty years ago the only answer would have been that

(1) *Remete dagli Studi orientali*, IV, p. 246, n. 1.; quoting as-Suyūṭī, *Laleli MS.* (Constantinople), fol. 370 a.

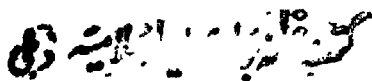
(2) *Der Islam*, III, p. 393, quoting Ibn al-Ḥajj, *Madhhal*, II, p. 76. M. Viet tells me that this author died in 1337.

Sauvaget¹ refuses to believe that Maqrīzī really got his information from Wāqidī, saying that the latter's work had "sans aucun doute été perdu avant le milieu du XV^e. siècle", and he adds "il convient de rechercher par quelle voie al-Maqrīzī pu la connaître." He then remarks that Ibn Duqmaq, in his notice on the Mosque of 'Amr, refers expressly to the authority of Ibn Sa'id al-Maghribī and he maintains that *even without knowing the text of the latter (!)* we can consider the reference as exact, for the copy of Ibn Sa'id's work in the Egyptian National Library, of which Vollers published a small part, actually bears, amongst others, the signature of Ibn Duqmaq.

Then he goes on to say that Ibn Sa'id wrote his work for Kamāl al-Dīn ibn al-'Adīm, and he points out that Abu'l-Maḥasin, having become an orphan, was brought up by his sister, who had married a descendant of Ibn al-'Adīm. Therefore, he adds, the work of Ibn Sa'id, owing to this family connection, must have long been familiar to him. The same for as-Suyūṭī. Finally he says: "Ce dernier (the book of Ibn Sa'id) serait donc en définitive la source commune à trois de nos auteurs." All this entirely out of his own head, without ever having seen the text of Ibn Sa'id.

Now the MS. of this author in the Egyptian National Library, which bears the signature of Ibn Duqmaq and Maqrīzī, has been published by the late Zakī Ḥasan. The notice about the Mosque of 'Amr is only a passing reference, à propos of his visit to Fustāt, and there are *no* details on the architecture of the mosque, nor its minarets, nor its miḥrāb (concave or otherwise, yet Sauvaget has had the nerve to build up a house of cards because of blind faith in an unreasoning obsession that Ibn Sa'id and not Wāqidī is the source from which Ibn Duqmaq, Maqrīzī and Abu'l-Maḥasin got their statement about the intro-

(1) *La Mosquée Omeyyade de Médine*, pp. 16-19



The Origin of the Concave Mihrāb

When the Great Mosque of Madina was rebuilt by the Khalif al-Walid in 88-90 H. (737-9), a most important innovation was made. We are told by Ibn Duqmaq¹ and Maqrizi,² quoting Waqidī (d. 823), that the first who made a mihrāb in the form of a niche (*mujawwaf*) was 'Umar ibn 'Abd al-'Aziz when he rebuilt the Mosque of the Prophet (at Madina). This passage has long been known and frequently quoted.³ Unfortunately the text referred to by Maqrizi is not that which goes today by the name of Waqidī, so the passage cannot be verified, but in view of the importance of the question it is gratifying to find the same statement in Vattier's translation of Murtaḍā, who wrote shortly after the death of Sultan al-Kāmil, say c. 1240.⁴ We can, in fact, take it back to the twelfth century, for Ibn Shakir (d. 1362) quotes Ibn Asākir⁵ (d. 1170) to the effect that, after Khalid ibn Walid had conquered Damascus, he prayed in what is now the Great Mosque, and that the Companions of the Prophet placed themselves in the part called "Mihrāb of the Companions of the Prophet", although they had not yet pierced the wall to make a hollow mihrāb. There are now four mihrābs in the Great Mosque, that in the centre of the eastern half bearing the above designation.

(1) IV, p. 62, l. 13.

(2) *Kh̲is̲a*, II, p. 247, 11. 14-17. Same statement in Abu'l-Mah̲s̲in, I, p. 76, 11. 9-11; and Abu'l-Baq̲ā, (1494/5); translated by Quatremère, *Sultans Mamlouks*, II, p. 283; and as-Suyūṭī, II, p. 177.

(3) E.g. Caetani, *Annali*, IV, p. 569; Gertrude Bell, *Uk̲h̲ed̲ir*, p. 147; Rivoira, *Moslem Architecture*, p. 83; and Richmond, *Moslem Architecture*, p. 11.

(4) See Vattier's trans., p. 265. He refers to 'Umar ibn 'Abd al-'Aziz as having been the first to introduce this novelty, but omits to mention any locality. Also mentioned by Abu'l-Mah̲s̲in, I, p. 76, 11. 8-12; and as-Suyūṭī, II, p. 135.

(5) In Quatremère, *Sultans Mamlouks*, II, Appendices, p. 263. Same account in al-Gh̲u̲ṣ̲nī II n. 280 (numbered as 200). 11. 11-18.

The Origin of Concave Mihrāb



by

PROF. K. A. C. CRESWELL

Prof. of American University, Cairo (Egypt).

(Published: University Oriental College Magazine, Lahore, May 1964)

Contents

<i>S. No.</i>	<i>Articles</i>	<i>Pages</i>
1.	The Origin of Cancave Mehrāb —by Prof. K.A.C. Creswell	1—6
2.	A Koran in 'Persian' Kufic —by Prof. A.J. Arberry	7—16

*[For articles in Arabic, Persian and Urdu see list of
contents on the other side]*

Oriental College Magazine

May & August, 1964

[Special issue in memory of the Late Dr. Mohammad Shafi]

Vol. 40 No. 3,4

Continued No. 157, 158

Editor :

DR. SYED ABDULLAH

کتابخانہ جامعہ اسلامیہ دہلی



Printed at the Jadeed Urdu Type Press, 39, Chamberlain Road, Lahore
and published by Mr. Ehsan-ul-Haq, Head Clerk, University Oriental
College, Lahore and issued from Oriental College, Lahore.

Annual Subscription Rs. 6.00

Special issue Rs. 8.00

The Oriental College Magazine

**RESEARCH JOURNAL OF THE
UNIVERSITY ORIENTAL COLLEGE, LAHORE
(WEST PAKISTAN)**

May & August, 1964

**Special Issue in memory of the
Late Dr. Mohammad Shafi**

